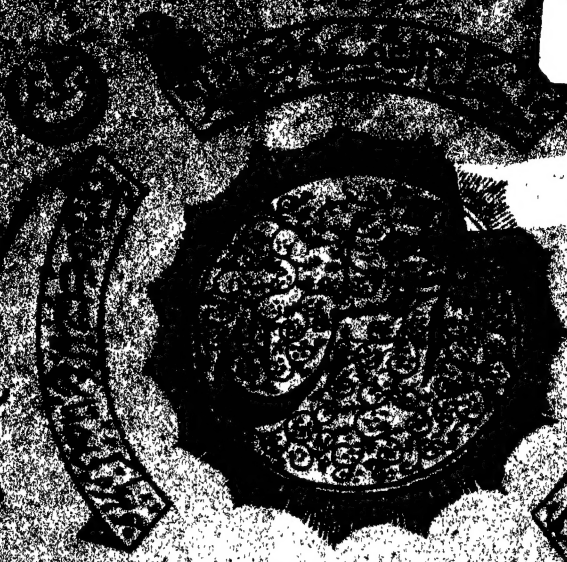




مسائل  
۴۵۱



فہرست مقاصد و فوائد

- |     |                     |
|-----|---------------------|
| ۱۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۲۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۳۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۴۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۵۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۶۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۷۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۸۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۹۔  | فہرست مقاصد و فوائد |
| ۱۰۔ | فہرست مقاصد و فوائد |



اور باقاعدہ جلدیں مرتب ہوئی۔

(۲) چھ وعدہ کیا تھا کہ ملا ۱۱ و ۱۲ کا حجم بڑھا دیا جائیگا یعنی یکے ۲۳ صفحہ بنیں ہر صفحہ پر چھ لکھ لکھا جائیگا کہ ایسے اسباب صحیح ہوں گے کہ یہ وعدہ پورا ہو سکے۔

(۳) بلا اس بنیاد پر کہ شفاء العظالمات و رد الملاحدہ بھی نہ شائع ہو سکا کیونکہ مسئلہ تحریف قرآن کو تمام کتابتاء جس میں چار جلدیں انشس کی شائع ہو چکیں۔

(۴) تحریف قرآن کا مسئلہ اگرچہ ابتدائی سے اہم تھا کیونکہ قرآن پر ایمان رکھنا ضروری اسلام ہے۔ اور اگر اس مسئلہ پر تحریف قرآن کو موجب عدم ایمان بالقرآن جانتے ہیں، حالانکہ کوئی عالم بھی اس کا اسکا قائل نہیں کیونکہ اگر اس کا قائل ہوں۔ تو کل صحابہ یا اکثر صحابہ طرح از ایمان قرآن نہیں جنہیں سب سے پہلے درجہ ظیفہ دوم کا ہو گا۔

(۵) اگر اس وقت اسکی اہمیت اسوجہ سے اور بڑھ گئی ہو کہ مخالفین اسلام نے نہایت زور و دھم سے قرآن ہی پر حملہ شروع کر دیا ہے چنانچہ سارا آئندہ عالم کی نظر انشس جلد میں شائع ہو چکی ہو۔ اسباب و اسباب اگر نہایت سخی ہو جائیگا۔

(۶) اگرچہ قرآن ہمارے رسول کا ہم پنازل ہو جسکو ہم جزو صدقہ رسول اللہ جانتے ہیں اور اس کے اعجاز و ہدایت پر ایمان آج لہذا ضروری ہے کہ قرآن احقرضات قرآن پر جوئے ہیں اسکا معقول جواب دیا جائے کہ قرآن کریم جزو ہونا ثابت ہو اور مسلم ہو ہمارے یہ کتاب مقدس کسی کتاب پر کہ لایا گیا ہے الباطل میں ہیں یہ وہ امن خلفہ اسکی شان ہے۔

(۷) ان اہل سنت اسوجہ سے جواب نہیں دیتے کہ اسکا اصل ایمان تو خلفاء و ائمہ پر ہوا و ان کے ہرے صحابہ پر جس سے وہ حفاظت صحابہ کو مقدم سمجھتے ہیں حفاظت قرآن ہو لہذا وجہ جواب دینے تو ایسا کہ قرآن کی حفاظت اور بھی محال میں ہے چنانچہ اسی بنیاد پر آپ اہل سنت کے جوابوں کا کچھ نوہ بھی دیکھئے۔

(۸) نظریہ بن جوہ مسئلہ تحریف قرآن کا جملہ کے کہ ضروری تھا لیا اور ناظرین انشس کی بھی فرمائش ہوئی کہ اس پر بحث کر کے دوسری نمونہ تو یہ کہ ہے۔ لہذا اس وقت میں نہ صرف اسی بحث تحریف قرآن میں تمام کے جانتے ہیں۔ اور انشس العظالمات و رد الملاحدہ کا مسئلہ ترک کیا جائے کہ لاشا و شرود کتابین علیہ طور پر شائع کی جائیگی۔

(۹) یہ جلد انشس کی بلا اسکی کل جلدیں مقالات زیادہ ہیں اسکی تقریرات کے اسالیب تحفیفوں میں ملتی نہ آجائیں



[illegible]

(۱۱) ایک تاجیک سلسلہ آریوں کے جوہر کا بھی شریعہ کا ایک مجدد و الہیہ آں پر اچھڑن کر چھڑن  
یہ سلسلہ طرہ و شاخ کا خطہ طرہ ہے جس سلسلہ میں سیاح اسلام اور دولوی شہداء اللہ صاحب انجیر اسلام  
کے جوہر کی بھی حقیقت دکھائی گئی ہے جس سلسلہ کو گار کیا کہ جوہر دینے کے لیے قرین اور بھی مخالفین کی جوہر  
(۱۲) یہ بھی سبھی راویوں کے کہ انشاء اللہ اللہ شمس کا ہر طرہ طرہ شریعہ ہوگا۔ دو دو تین تین نیک سلسلہ طرہ کے راوی بھی  
مصر جو جس سے معروف ناظرین کو اتھار کی زحمت ہوتی ہو۔ بلکہ جو بھی شریعت میں سخت دقت ہوتی ہو کہ جوہر ایک  
دفعہ شریعت کا شریعت ہے۔

وہ فرشتے کی طرح تھے۔  
 (دوسرا) آخری شخص ہے کہ آپ نے مشرق و قدردانی سے انیس کی ایک جنگ خریداری جاری رکھی۔ کیلئے اس کا  
 شکر یہ نہیں ادا کر سکتا کہ جو بہترین تین چار سو سو بیڑے لگانا جو ایک سال پہلے نہ ہوا اور آپ اس کے خریداروں  
 پر اتنی کو کام ہے جو شاید کسی دوسری قوم میں نہ ہو۔

[illegible][illegible]

انعام ہر اس خریدار مان جدید  
اگر جس جگہ کے تازہ خوراک کو اس میں شکر و صلی علیہ وسلم یا جلد ۱۱ یا جلد ۱۰ ایک جلد یا قریب طلب  
کے لئے صرف ہر حصہ لڑاکا نوادہ خواجگان۔

اور صاحبِ اعلیٰ و افش حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ نے فرمایا ہے کہ "افش" ایک نعتیہ اور شاعرانہ لفظ ہے۔

## بتقید الجمع

(سلسلہ ایک ملاحظہ فرمائیے جس پر سند ملے)

اڈیش صاحب فرمایا کہ یہ عیسویوں کی حدیث ہے بعد ازاں شمس کی ضعیف اور کمزور  
آواز کو قافی طوائف شیعہ کی متفقہ قوت قرار دیتے ہیں جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان شمس کا  
اولیٰ کے دل پر کیا بیٹھا ہوا ہے کہ اس پر وہ بین وہ اپنی ماتری ظاہر کر رہے ہیں حالانکہ علم فقیر  
معلوم ہے کہ اڈیش کن مصائب میں مبتلا رہتا ہے کیونکہ اولاً ایک خاص مہر اکثر و قریب میں کیا گیا  
اڈیش صاحب نے اس تقریر کو بہت بسط دیا ہے اور جو کچھ بی بین آیا ہے وہی کہہ گئے۔ مگر کام  
کی بات صرف اس قدر ہے جو آپ لکھتے ہیں۔

آپ اسی تانہ نہ کہ ملاحظہ فرمائیے سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ نظری اس اتحادہ عجیبہ سے غول ہو  
افسوس صد افسوس کہ حضرت جن روایات شیعہ سے قرینہ کا اثبات چاہتے ہیں خوش قسمتی سے  
وہ روایتیں ایسی ہی ہوتے ہیں کہ انکا ایک لفظ بھی قرینہ پر نہیں دلالت کرتا مگر یہ لوگ  
اس سے قرینہ سمجھتے ہیں اور ایسا شور و غل کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں لوٹ پٹا حالانکہ  
عزیز و قاضی کوئی اصلیت نہیں مگر اسکا منکر نہیں ہوں کہ مراد نظام و نظام سے شیخین  
نہیں ہیں یا انکا اظہار نے یہ نہیں فرمایا کہ اس آیت سے مراد شیخین ہیں مگر یہ مطلب یہ ہے  
کہ حضرت نے یہ نہیں فرمایا کہ اس طرح نازل ہوا تھا اور ماسمین قرآن نے ان الفاظ کا کمال  
بدلی دیا جیسا کہ فررازی و نیشاپوری بیان کرتے ہیں اور جب ایسے ایسے غول طالعہ اہل  
دلائل کی خوش فہمی کا یہ حال ہو کہ تفسیر سے قرینہ سمجھیں تو ان جہاں کا کیا ذکر جو ہر درمیں  
فرق نہ کر سکیں اور اگر اس عنوان تفسیر پر احترام ہو کہ مترجما فرمایا جو مجلس نظام علی  
یہ حال الاول کہ حضرت نے تفسیر نظام میں الاول فرمایا تو ایسی تفسیر عربی جلالین میں ملے  
جو یہ مجلس نظام المشرك حقیر بن ابی حنیفہ عبارت الشمس

انگریز اب اس طریقی بہت کو چھین اور خدا کی قدرت کا لکھنا اور کہتے ہیں کہ یہاں  
شمس اس طرح ہے کہ انکا مترجما اور اس طرح درج ہوئے تو یہ کہتے

ہو گیا ہوا اس کا جواب ہوا خاموشی کے کیا دیا جائے۔

اس شخص کو یہ بھی غیرت نہیں آئی کہ انجم میں وہ تمام روایتوں شیعوں کی نقل ہو چکی ہیں جن سے تحریف قرآن ثابت ہو علماء شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا ہے کہ ہاں ان روایتوں سے تحریف قرآن ثابت ہو شیعوں کا اقرار نقل ہو چکا ہے کہ ہمارے علماء ان روایتوں کے معتقد ہیں اور یہ مضامین انجم کے عام و خاص سب کی نظر سے گزر چکے ہیں ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان مضامین سے گونج رہا ہے بیڈرک اسنے لکھا کہ ان روایتوں کا ایک لفظ بھی تحریف پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ روایتیں از قبیل تفسیر مروج یعنی ائمہ نے اپنے تفسیری الفاظ قرآنی الفاظ کیساتھ ملا کر بیان کئے ہیں اور بس ائمہ نے یہ نہیں کہا کہ ہامیں قرآن نے کوئی لفظ قرآن سے نکال ڈالا۔ میں سمجھتا ہوں کہ دنیا کے کسی اور فرقہ میں اس قدر ولیری و مبت ہوگی جس قدر اس فرقہ میں جو یا تمام اہل باطل کی یہی حالت ہو باطل کی مثال اس آیت کریمہ میں کیا عمدہ مذکور ہے قرآن ہے

کُتِبَتْ خَيْثُ الثَّابِتِ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ وَالْهَامِنْ قَرَأَ ۝

اس تحریر کو بغور دیکھئے کس درجہ صدق و راستی سے کام لیا گیا ہے کیونکہ الشمس ص ۱۱-۱۲ صفحہ ۴ سے شروع ہے اور صفحہ ۹ پر تمام۔ اور جس عبارت سے اڈیٹر صاحب یہاں تعرض کرتے ہیں وہ صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹ سے شروع ہوئی ہے۔ تو اب فرماتے آپ کا یہ قول ”سب سے پہلا صفحہ جس میں یہی نظر پڑی“ کہاں تک سچ ہے۔ کیونکہ جو رسالہ صفحہ ۹، ۱۰ سے شروع ہے اس کا پہلا صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹ کیونکہ یہ ہے۔ اور اگر یہ مقصود ہے کہ دفعہ سب سے پہلے وہی صفحہ نظر آگیا۔ تو اگرچہ عقلاً ممکن ہے مگر کم سے کم آپ کو پہلے صفحات کی نسبت تو کچھ ارشاد فرمانا چاہیے کہ وہ صحیح ہے یا غلط کیا اوں صفحات کے کل مضامین میں مسلم ہیں۔ کیونکہ آپ اس عبارت کو بغور من استمشہاد نہیں نقل کرتے ہیں۔ بلکہ بغور من رد و جواب پھر یہ کون سی عقلندی ہے کہ ابتدائی صفحات کو چھوڑ دیا اور وسط کلام سے تعرض شروع کیا۔

یہی ترکیب آپ کی کتاب مستطاب استقصاء الاغنام کے ساتھ بھی ہوئی تھی جبہ الشمس جلد ۱ میں آپ کی پوری فہمائش کی گئی۔ مگر افسوس آپ اوس انداز سے باز نہیں آتے اور اوسی طرح مغالطہ دے رہے ہیں۔

بہر حال اڈیٹر صاحب کا فرض ہے کہ اگر وہ الشمس کا جواب لکھنا چاہتے ہیں تو ایسا سطح ہم ادوں کی پوری عبارت لکھتے ہیں اس طرح پوری عبارت نقل کر کے جواب دین کہ اونکے ہم قوم بھی سمجھ سکیں با ایک بحث خاص اسکی ہے لیں اور پوری طور پر نقل کر کے جواب دین۔

ہاں صاحب انجمن میں نے اپنے چند روایتیں نصیب الشیعہ سے ضرور لکھی ہیں جن سے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ شیعوں کو قابل تحریف ثابت کریں۔ مگر افسوس کہ آپنے اس کے جواب پر نہ نظر کیا جو روشنی میں دینا چاہیے جو نہایت ضروری تھا کہ جس بات کا جواب ہو چکا اگر وہ کیسا ہی جواب ہو اسکا دفعہ آپ پر لازم تھا۔

یعنی جو نمونہ کلام نیا پوری دفعہ رازی سے آپکو دیکھا یا تھا اس سے آپ سمجھ سکتے تھے کہ وہ کل روایتیں اسی قسم کی ہیں مگر افسوس ہے کہ اسے من لوجعل اللہ لہ نوراً افعالہ من نوراً آپ کسی طرح اسکو نہیں سمجھ سکتے

نہیں نہیں سمجھا ضرور مگر اسے حجت دیا اور اسے یقین دہانہ کہ آپ چاہتے ہیں کہ اسے نور کو مٹائیں حالانکہ خداوند عالم فرماتا ہے واللہ متی نوراً ولو کرہ المشرکون۔

بہر حال آپ کے بد فقرات نہایت ہی قابل قدر ہیں۔

اس شخص کو یہ بھی غیرت نہ آئی، جس سے معلوم ہوا کہ حریف کی پیش کردہ روایتوں اور استدلال کا جواب دینا آپ کے نزدیک بے غیرتی ہے۔ تو اب براہ کرم مجلات خمسہ الشمس کو ملاحظہ فرمائیے کہ اس کے کسی ایک نمبر کا بھی جواب آپ نے ہوسکا ہے۔ تو اب آپ ہی بتائیے بغیر کون ہو کیونکہ اس نمبر میں آپ ۲۲ یا ۲۳ صفحہ چھوڑ چکے ہیں اور چونکہ ہم جواب مسلسل لکھ رہے ہیں لہذا ہم یہ ایراد نہیں ہوسکتا۔

(۲) کہ انجمن میں وہ تمام روایتوں شیعوں کی نقل ہو چکی ہیں جن سے تحریف قرآن ثابت ہو اس سے معلوم ہوا کہ بس یہی روایتیں ہیں ان کے سوا اور کوئی روایت نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ روایتوں سے تحریف قرآن ثابت ہوتی ہے۔ تو آپکا آئندہ یہ کہنا روایت اور چیز ہے۔ اعتقاد اور چیز ہے خود بخود لغو ہو گیا۔ کیونکہ شیعہ کی روایتوں سے ثابت ہو اور سنیوں کی روایت سے نہ ثابت ہو۔ اس کے تو کوئی معنی نہیں۔

ہاں اس تحریر میں آنے لکھا تھا ”انجم میں یہاں تک دکھایا جا چکا ہے کہ اس رسالہ (شمس) کے ایڈیٹر و نگار اور دو عبارت لکھے اور سمجھنے کا بھی سلیقہ نہیں ہے“ لہذا خدا نے آپ کے کفر توڑنے کو اسی تحریر میں آپ کی لیاقت دکھا دیا کہ آپ لکھتے ہیں ”وہ تمام وہ روایتوں بشیوع کی نقل ہو چکی ہیں جو بالکل غلط و تمام روایتیں ہونی چاہیے۔“

(۳) علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا ہے کہ ان روایتوں سے تحریف قرآن ثابت ہے، اگر ایسا تو علمائے شیعہ کی یہ کمال دشواری ہے کہ جو امر ثابت ہو اسکا اقرار کرتے ہیں۔ بخلاف علمائے اہلسنت کہ بقول آپ کے جو امر ثابت ہے اس سے بھی انکار کرتے ہیں اس سے بڑھ کر کیا یہ ایمانی ہو سکتی ہے آپ یہاں لکھتے ہیں کہ ”علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا“ حالانکہ خود ہی آپ اپنے مناظرہ جلد اول میں لکھ چکے ہیں ”جلد دوم اور جلد سوم مستلزم

اب ایک اور دلیل منکرین تحریف کی سنیے جو شیخ صدوق اور محقق طوسی سے صاحب تفسیر صافی نے نقل کی جو عبارت اولیٰ یہ ہے ”ہمارے شیخ صدوق رئیس المحدثین محمد بن علی بن بابویہ قمی نے اللہ ان کی خاک کو پاک کرے اپنی (کتاب) اعتقادات میں فرمایا ہے کہ ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ جو قرآن اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا تھا وہ یہی جو خود دو فقیہوں کے درمیان میں ہے اور لوگوں کے پاس ہے وہ اس سے زیادہ تھا شیخ صدوق نے یہ بھی یہ فرمایا ہے کہ جو شخص ہماری طرف اس بات کی نسبت کرے کہ ہم قرآن کو اس سے زیادہ کہتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی رحمہ اللہ نے اپنی بتیان میں فرمایا ہے کہ زیادتی کی بحث اس مقام میں زیبا نہیں کیونکہ قرآن میں زیادتی کے بطلان پر اجماع ہے۔ رہی قرآن میں کمی تو وہ مسلمانوں مذہب سے اس کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور وہی ہمارے مذہب میں بھی صحیح ہونیکے لئے زیادہ مزاوار ہے اور اسی کی تائید مرتضیٰ رہ نے کی اور یہی روایات سے ظاہر ہوتا ہے ہاں بہت سی روایتیں شیعہ سنی کے یہاں قرآن کی بہت سی آیتوں کے کم ہو جانکی اور اس کے کچھ حصے کی ایک مقام سے دوسرے مقام پر ملے جانے لگے ہوئی ہیں مگر انکی سندیں احاد ہیں جسے یقین نہیں حاصل ہوتا پس اُن سے اصرار کرنا اور اُن میں نہ مشغول ہونا بہتر ہے کیونکہ انکی تاویل ممکن ہے اور اگر وہ روایتیں صحیح ہیں

تب بھی قرآن موجود ہر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ قرآن موجود کا صحیح ہونا یقینی ہے کوئی شخص امت سے اس پر اعتراض نہیں کرتا نہ اسکا انکار کرتا ہو اور ہماری روایتیں قرآن کے پڑھنے اور اس سے متک کرنے پر اور مختلف فروعی حدیثوں کے اس سے ملنے پر اور جو روایتیں قرآن کے موافق ہوں انہر عمل کرنے اور جو اسکے مخالف ہوں ان سے پرہیز کرنے پر متفق ہیں۔ اور ایک روایت بنی صلی اللہ علیہ وآلہ سے منقول ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرتا کہ اپنے فرمایا میں تم میں دو بھاری چیزیں اپنے بعد چھوڑ جاؤ لگا جب تک تم ان دونوں کو متک کرتے رہو گے گمراہ نہو گے ایک خدا کا کتاب دوسرے میری محنت یعنی میرے اہل بیت اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہونے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر زمانے میں موجود رہا کیونکہ یہ جائز نہیں ہے کہ حضرت ہمیں ایسی بات سے متک کرنا حکم دین جسکے متک پر ہم قاذو نہیں ہیں جس طرح کہ اہل بیت اور وہ لوگ جنکے قول کی پیروی واجب ہے ہر وقت میں موجود ہیں۔ اور جبکہ قرآن موجود کی صحت پر سب کا اتفاق ہو گیا تو اسکی تفسیر میں اور اسکے معانی کے بیان کرنے میں مشغول ہونا چاہیئے اور اسکے ماسوا کو ترک کرنا چاہیئے۔

آپ کہئے آپکا قول اول صحیح ہے جو پوری عبارت عربی نقل کر کے ترجمہ کیا ہے۔ یا تھیر درست ہے کیونکہ یہاں تو آپ فرماتے ہیں ”علمائے شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا“ جسکے مطلب یہ ہوئے کہ کل علمائے قائل ہیں۔ حالانکہ خود آپ صدوق علیہ الرحمہ اور شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی اور جناب سید مرتضیٰ رحمہ کا قول جلد اول میں نقل کر چکے کہ وہ تحریف کے بالکل خلاف ہیں پھر بتائے کہ آپ مصداق آیت مذکورہ ہوئے یا نہیں۔

ہاں آپ اگر معتقدین کے خوش کرنے کو یہ جواب دین کہ صرف ہی تین عالم شیعہ منکر تحریف ہیں اور باقی مقرر تحریف ہیں۔ تو اسکا جواب بھی آپنے پہلی ہی جلد میں دیدیا ہے جلد دوم پر ۱۲ ذیحہ ۱۳۸۷ھ میں لکھتے ہیں ”یہ عبارت باوازا بلند اعلان کر رہی کہ یتیموں بزرگ یعنی شیخ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی اور اسکے استاد بزرگ علی بن ابراہیم قمی اور شیخ احمد بن ابی طالب طبرسی تحریف قرآن کے معقد تھے۔“

جس سے معلوم ہوا کہ اگر آپ کے قول کو بحیثیت تسلیم کر لیں تو صرف تین عالم علماء شیعہ سے قائل  
تحریف نظر نہ کل عالم کیونکہ تین عالم شیعہ کا قول تو خود آپ نقل کر چکے ہیں کہ وہ تحریف کے منکر ہیں  
پھر صاحب تفسیر صافی اور صاحب تفسیر جمع البیان کا قول بھی نقل کیا کہ وہ لوگ بھی منکر تحریف  
ہیں۔ تو اب قائلین تحریف کا قول بہ نسبت منکرین تحریف شاید ٹھہرا۔ اور فی مناظرہ میں مسلم  
ہو چکا ہے کہ قول شاذ سے استدلال نہیں ہو سکتا۔

۲۔ معلوم اس قدر تجربہ کاری کے بعد آپ کا دماغ کیوں اس قدر ماوت ہو گیا جو یہاں فرماتے ہیں علماء  
شیعہ کا اقرار نقل ہو چکا کہ ان روایتوں سے تحریف قرآن سے ثابت ہو، جس کا ظاہری مطلب  
یہی ہے کہ کل علماء اسکے قائل ہیں حالانکہ جلد اول میں آپ فرما چکے ہیں اب اس مقام پر مجھے بظاہر  
کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ تحریف میں اس قدر اختلاف شدید جو حضرات شیعہ میں ہے  
اس اختلاف میں اصول مذہب شیعہ کے موافق حق کسی جانب ہے۔  
جس سے آپ نے بدیہی طور پر اقرار کر لیا کہ علماء شیعہ میں تحریف قرآن کے متعلق اختلاف شدید  
ہے۔ پھر عام طور پر علماء شیعہ کی نسبت یہ کہنا کہ علماء شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔  
کس درجہ خلاف دیانت ہے۔

چونکہ الشمس جلد ۲ میں جو عنقریب شروع ہوئی ہے اس میں صاحب کے جلد اول کی تحریر کا  
پورا جواب دیا جائیگا انشاء اللہ اسکے زیادہ لکھنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اس باب کے بعد آپ کو وہی  
نمبر لکھا جس میں ان عبارتوں کا جواب ہوگا۔ مگر یہ تو آپ کو یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اس صاحب کی  
تقریر یہاں کی خداون کی تقریر سابق مندرجہ جلد اول سے باطل ہو گئی۔ ان آپ کی علمیت پر ایک  
بور و روشنی ڈال دینا مناسب ہے کہ آپ جناب شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کی نسبت لکھتے ہیں مثلاً  
علوم درسیہ کے پڑھنے والوں کو یقین دے آئے کہ یہ تقریر محقق طوسی کی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ آپ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کو محقق طوسی سمجھ رہے ہیں جو آپ کے ہمہ دانی  
کی دلیل ہے حالانکہ شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی اور بزرگ ہیں اور محقق طوسی سہ الرحمہ دوسرے  
بزرگ ہیں شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی کی ولادت ماہ رمضان ۱۱۳۳ھ میں ہوئی وفات  
۱۲۲۲ھ میں ہوئی اور محقق طوسی کی نسبت کشف الظنون میں ہے تجزیہ الکلام للعلما

المحقق نصیر الدین ابی جعفر محمد بن محمد الطوسی المتوفی سنہ ۴۸۰ھ  
 ثواب اسکو کچھ دانی دیکھیں تو اور کیا کہیں جو آپ شیخ الطائفہ علیہ السلام کو محقق طوسی بابت  
 ہیں المتوفی سنہ ۴۸۰ھ

اسی طرح ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی رضی اللہ عنہ کو آپ شیخ الاسلام کا لقب دیر پہلے  
 حالانکہ اولیٰ کا لقب ثقہ الاسلام تھا۔

(۴) لکھتے ہیں اور یہ مضامین انجم کے عام و خاص سب کی نظر سے گزر چکے ہیں ہندوستان کا  
 گوشہ آئین ان مضامین سے گونج رہا ہے جو بیت درست ہے کیونکہ تصویب تشیع جس سے آپ  
 یہ مضامین چراغ ہیں بصورت علی رسالہ نکلا تھا جس سے صرف وہی لوگ اس کے ناظر تھے اور  
 آپ اسکو بصورت اجبار شائع کیا جس سے بقول آپ کے یہ مضامین عام و خاص سب کی نظر سے گزر  
 اور ہندوستان کا گوشہ آئین ان مضامین سے گونج رہا ہے

مگر ابو اسلام کی کہان محبت جو اس پر خور کرتے کہ اس سے کیا نتیجہ ہو کیونکہ ایک طرف تو عیسائیوں  
 نے ان مضامین سے اسلام پر حملہ کیا تالیف القرآن کو تصنیف کیا جسے نسبت خود آپ نے  
 مناظرہ حصہ دوم و مرضہ چادری الاخریٰ میں جو اب مولوی عبدالکریم صاحب مختار باندو لکھتے  
 ہیں ”آپ اپنی اس تحریر کے ساتھ دو رسالہ عیسائیوں کے بھی بھیجے تھے جن میں سے ایک  
 بحث تحریف سے متعلق ہے جس کا جواب میری تحریرات میں آچکا دو سر رسالہ نصرت مہلی ہوتے  
 کے متعلق ہے اس رسالہ کو بغور دیکھا اور مجھے ناحق شمسون کی عقل و دانش پر سخت تعجب آیا  
 محض طور پر میں اس رسالہ کے متعلق دو ایک باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

تالیف القرآن کا جواب مفصل جواب اس رسالہ کا تو انشاء اللہ کسی اور وقت میں  
 لکھا جائیگا

اوطیر صاحب برائے خدا فرمائے یہ فیض آپ ہی کا ہوا اور کیسا جس سے ستر اربع ستر نے  
 تالیف القرآن کو لکھا اور آپ کے ایک دینی بہائی نے ازراہ کمال ہمدردی آپ کے پاس میں  
 جواب بھیجا اور آپ اس کے جواب میں فرماتے ہیں جواب اس رسالہ کا تو انشاء اللہ کسی اور وقت  
 لکھا جائیگا



خدا کیلئے فرمائے اسکا جواب لکھا یا نہیں اب وہ وقت کو بسا آئیگا جو اسکا جواب لکھیکا کیونکہ اجار کو بند کرچکے جو غرض اصلی آپکی دنیا تھی وہ حاصل ہوگئی ایک مدرسہ کے مدرس ہو گئے تحفہ مفت ملی جاتی ہے پھر بتائیے آپ کیسے مسلمان ہیں کہ پادری قرآن پر اس طرح حملہ کر رہا ہے اور آپسے اسکا جواب نہیں ہو سکتا یا ہو سکتا ہے تو دیتے نہیں۔

کیا شیعوں کا قتل آپ پر ایسا واجب ہے کہ اسکے مقابلہ میں ایک عیسائی کے مقابلہ میں بھی آتا آیکو وار انہیں اگرچہ وہ اسلام کو تباہ کر ڈالے کیونکہ خود ہی آپ اوس تالیف القرآن کی حقیقت یہ لکھ رہے ہیں۔

مولف تالیف القرآن یعنی مسٹر الکبر مسیح کا مقصود اصلی اس کتاب کی تالیف سے یہ ہے کہ قرآن مجید کو آنحضرتؐ نے علمائے یہود و نصاریٰ اور نیز دوسرے فرقوں کے مابود و زائد لوگوں کے کلمات سے مرتب کیا ہے اور یہ کہ آنحضرتؐ انہیں مضامین کو جو آپے علمائے یہود و نصاریٰ سے اہد کئے تھے وحی کہتے اور کلام خدا ظاہر کرتے۔

مذہب کیسے یہ اعتراف سخت ہے۔ یا شیعوں کا اعتراف بقول آپؐ کہ وہ قائل تحریف ہیں پہر کیا آپکی ہمدردی اسلام اسیکو متقاضی ہے کہ شیعوں کو تو تحریف قرآن کا قائل بنائے اور عیسائی پادری جو آپکی کتابوں سے ثابت کر رہا ہے کہ حضرت نے قرآن لوگوں سے سن سنا کر مرتب کیا اوسکے جواب کی کوئی ضرورت نہیں۔

اگر غور کیجئے تو آپکا درجہ عداوت اسلام میں عمر و شمر سے بھی بڑھا ہوا ہے کیونکہ انہوں نے بطح دینا جناب امام حسین علیہ السلام کو شہید کیا جسیر وہ فائز ہوئے اور آپ تو قرآن کو فح کر رہے ہیں جس سے کوئی نفع دنیوی بھی آپکو نہیں حاصل ہو سکتا جسکا نتیجہ بھی آپنے دیکھ لیا کہ تمام قوم نے آپکے اجار صلاات شعار سے ایسی نفرت کی کہ آپکو اجار بند کرنا پڑا اور میاں جی گری پر اوقات بسری آپڑی۔ اڈیٹر صاحب آپ نقلی و تفاخر میں یہ فرما رہے ہیں یہ مضامین النجم کے عام دفاع سبکی نظر سے گذر چکے ہیں ہندوستان کا گوشہ گوشہ ان مضامین سے گونج رہا ہے۔

جو بہت سچ ہے کیونکہ پہلے تو مسٹر الکبر مسیح نے اون مضامین سے تالیف القرآن کو مرتب کیا جسکا جواب آپنے فدائے قیامت پر ٹالا۔ اور اب پڑت بھوجت صاحب اڈیٹر سافراگرہ اوس کے

مضامین کو پبلک میں لا رہے ہیں، انہر اوسکے نکل چکے ہیں اور شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب آپکے نام پر ورہے ہیں کہ آج تک اوسکے دو نمبر کا بھی پورا جواب نہ دے سکے اور جواب دیا تو یہ دیا حضرت عمر اور دیگر صحابہ کی اصطلاح میں تو معنی میں بولا جاتا تھا ایک تو صرف قرآن مجید دوم قرآن و حدیث یعنی شریعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہو مسلمان صفحہ ۳۳۲ مورخہ ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۸۷ لکھے کیا خوب جواب دیا کہ حدیث بھی کتاب اللہ بنیادی لمبی جس سے اور بھی مصیبت تیر ہو گئی کہ یہ اتفاق الہست ہزار ہا حدیثیں موضوع ہیں تو اب اور بھی مطلع صاف ہو گیا کہ کتاب اللہ میں صرف تحریف ہی نہیں ہوئی بلکہ ہزاروں موضوعات اوس میں بھرے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقصد میں تو بہانہ تک کامیابی حاصل کی کہ پڑت جگت پر شاد صاحب کے سامنے بحث تو پہلے چھڑی ایمان خلفائے ثلاثہ کی اور بحث کو کاٹ کر تحریف قرآن کی بحث نکالی جس میں اچھی طرح اپنے اوس ہندو پیڑت کے سامنے ثابت کر دیا مولوی عبد الشکور صاحب نے فرمایا کہ الہست یہ تو ملتے ہیں کہ یہ قرآن جس قدر ادا تھا وہ کل نہیں ملاحظہ ہو ص ۲۱ کارروائی مباحثہ سنی و شیعہ پھر قرآن کی کیا حالت ہوئی اور اوس مخالف اسلام نے کیا نتیجہ نکالا ہو گا کیونکہ ایک طرف تو اپنے عام طور سے فرمایا "اور قرآن شریف پر حضرات شیعہ ایمان نہیں رکھتے" ملاحظہ ہو ص ۲۱ دوسری طرف یہ ارشاد ہوا کہ الہست ملتے ہیں کہ یہ قرآن جس قدر ادا تھا وہ کل نہیں تیسری طرف یہ بھی ارشاد ہوا دوسرے لوگوں کے جمع کئے ہوئے قرآن کہ جن میں تفسیری الفاظ منسوخ آیتیں لکھی ہوئی تھیں اس خیال سے جلو ادا کیا کہ انکی وجہ سے آئندہ کوئی غلطی نہ پڑے ص ۲۱

جس سے اوس نے اچھی طرح سمجھ لیا ہو گا کہ اس قرآن کی کیا حالت ہے کہ صحابہ نے اس میں تفسیری الفاظ منسوخ آیتیں بھری دی تھیں۔ یہ قرآن اسی قابل تھا کہ خلفائے اوس کو جلو ادا کیا۔ اس سے برعکس کیا تا ئید اسلام ہو سکتی ہے اور اس سے بڑبڑا پی کیا کارروائی ہو سکتی ہے جس پر غور کریں۔

ڈاکٹر الشمس نے حتی الامکان آپکی فہمائش میں کوتاہی نہ کی اور زور دار لفظوں میں سمجھایا کہ چونکہ یہ زائد مخالفین اسلام کی شورش کا ہے عیسائی آریہ مخالفت قرآن پر خاص طور پر رتبہ ہیں لہذا قرآن کو مایہ نزع نہ قرار دینا چاہیے کہ اس مخالفت سے اونکو موقع ملے گا۔

اس فہمائش کا جواب کیا ملاحظہ ہو جلد ۵ مورخہ ۲۴ جمادی الاولیٰ میں لکھتے ہیں "الشمس جو



نہیں کرتا ۷

بس اصلی غصہ آپکا اسی پر ہے کہ چنے یہ کیوں لکھا کہ ایک لفظ بھی اسکا تحریف نہیں دلالت کرتا۔ اگر اسکا قائل ہو جائے گا کہ ہاں اس سے تحریف ثابت ہو تو آپ بہت خوش ہوتے کیونکہ اصلی غرض تو یہی تھی کہ قرآن کی تحریف ثابت ہو جس سے خود آپ خوش ہو گئے۔ بلکہ آریہ۔ اور عیسائی بھی کہ قرآن ایسا ہے کہ خود مسلمان بلکہ وہ مسلمان جو مومن پاک اور سچے وارث اسلام میں وہ بھی تحریف کے قائل ہیں۔

اڈیٹر صاحب اس خیال باطل کو اپنے دل سے نکال ڈالیں کہ کسی روایت شیعہ سے آپ اسکا اثبات کر سکیں یہ الزام تو قدیم الام سے آپکے عثمان پر چلا تھا کہ صحابہ نے اس تحریف عثمانی پر اعتراض کیا جیسا کہ ازالۃ الشک میں ہے قالوا انتقم عليك انك جعلت الحروف حروفاً واحداً امل۲۲ کہ صحابہ نے کہا ہمارا اعتراض تیر پر ہے کہ حروف (سب) قرآن کو ایک حرف کر دیا۔ پھر صحابہ قابضین نے جنکو خوارج کا لقب دیا اور وہ سب آپکے مقتدا ہیں خود عبداللہ بن زبیر کے سامنے کہا جیسا کہ تاریخ کامل میں ہے ص ۷۷ جلد ۲

ثم ان الناس استخلفوا عثمان بنی الاحماء واثوالقربی واستعمل الفی ورضع اللہ۱ و وضع السوط و مرق الكتاب

یعنی پھر لوگوں نے عثمان کو ظیف بنایا جسے چرگا ہونکو اپنے لئے خاص کیا۔ اور اپنے قرابت مند کو حاکم بنایا اور وہ بلند کیا اور کتاب کو پارہ پارہ کیا جسکا جواب کوئی بھی عبداللہ بن زبیر نہ دے سکے تو پھر آپ شیون کی روایتوں سے تحریف کہاں ثابت کر سکتے ہیں۔

آپکو لازم تھا کہ اشمس کی اس عبارت کو بنو ہریر سے اور اگر کسی طرح کی غلطی اوس میں دیکھتے تو اوسکو ظاہر کرتے کیونکہ چنے تو آپکے امام فرالدین رازی اور نیشاپوری کا قول لکھ دیا ہے کہ وہ لوگ اس سے یہ ثابت کیا چاہتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے تحریف کا اظہار کیا حالانکہ کہیں نام بھی تحریف کا نہیں ہے کسی لفظ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے بلکہ امام علیہ السلام نے ظان فلان کے مطلب کو بتایا ہے کہ اس سے اول مراد ہے اس سے ثانی مراد ہے ملاحظہ ہو ص ۳۰۵ جلد ۲

اس فقیر کا جواب اڈیٹ صاحب کو یہ دینا چاہیے کہ وہ کوئی حدیث ایسی پیش کرے جس میں امام نے فرمایا ہو کہ اصل قرآن میں ابو بکر و عمر و عثمان کا لایا گیا۔ یا یہ کہ امام نے فرمایا بیان تحریف ہوئی ہو اصل میں اس طرح تھا۔ یہ سب تو کچھ ہو انہیں۔ جواب میں فرماتے ہیں۔ کیا۔

”خیر اب ہم اڈیٹ ان شمس کی خاطر سے پھر اس معنوں کا احادہ کرتے ہیں جو اڈیٹ صاحب نے پیش کر کے چھپنے پر لکھا تھا جس کے جواب سے وہ ایسا عاجز ہوئے کہ بتا دیے بھی موقوف کر دیا اس معنوں میں بحث تحریف کا نہایت خلاصہ درج ہے جلد ۱۲، ورق ۷۷ ص ۳۲۸۔

اڈیٹ صاحب انجم ملاحظہ فرمائیں یہ کونسا جواب ہے بحث تو اس کی ہے کہ اس سورہ فرقان کی آیہ یوم بعض الظالمین علیہم میں تحریف ہوئی یا نہیں جبکہ دعویٰ غزازی و نیشاپوری نے کیا تھا کہ شیخہ تحریف کے قائل ہیں۔ اس کے جواب میں اسکا اثبات کرنا بتایا عام تحریف کی بحث کو پیش کرنا۔ حالانکہ اصول مسلمہ اہلسنت سے ہر لاوالہ للعالم علی انخاص عام سے خاص نہیں ثابت ہو سکتا۔

بعض محال اگر وہ سب روایتیں جو بمقابلہ اثنا عشری آپ کے گئے ہیں یہ دلیل تحریف قرآن بھی ہوں تو یہ خاص تحریف کو نظر ثابت ہوئی جس کا کہیں اوس میں ذکر ہی نہیں۔

اڈیٹ صاحب نے جو نکلا اس فقیر کا بیان ہر احادہ کیا جو جسکو پہلی جلد میں لکھ چکے ہیں پھر دوسری جلد میں جواب اثنا عشری پھر اڈیٹ صاحب اور لکھا۔ پھر بیان لکھا۔ اسلئے ہم اس بحث کو آئندہ جلد پر محمول کرتے ہیں۔ انشاء اللہ مسلسل فقیر اپنی حرفت و حرفت لکھی جائے اور جواب قبول ہو سکے گا اور انشاء اللہ علی کل شیء قدیر۔ اڈیٹ صاحب نے اپنی اس تحریر میں ان کو ہلکے سے شروع کیا اور شیعہ میں جا کر ختم کیا۔ خاتمہ فقیر میں کچھ اضافہ جدیدہ فرمایا ہے کہ چونکہ اسکا تعلق زیادہ حدیث سے ہے جس کے خاص طور پر جواب دیا جائیگا آئندہ اذیتہ بر محمول کیا جاتا ہے۔ کیونکہ انشاء اللہ اب اس کے بعد روایات شیعہ ہی کی بحث شروع ہوگی۔

المشمس جلد ۱۲ و ۱۳ جلد ۱۲

کی رسید ۱۲ جلد ۱۲ ورق ۷۷ جلد ۱۲ (الاولی) ۱۲ جلد ۱۲ میں لکھتے ہیں۔ الشمس جلد ۱۲ و ۱۳ جلد ۱۲  
لیج کی ڈاک سے ملا اگر ہم شمس کا ناقابل انتفاع ہوتا مگر ذلت سے زیادہ دکھا چکے ہیں اور اب اس امر کی بالکل حاجت باقی نہیں رہی کہ اس کے متعلق ایک حرف بھی لکھا جائے۔

اس عبارت سے یہ تو بخوبی معلوم ہو گا کہ شمس جلد ۱۲ و ۱۳ جلد ۱۲ میں لکھا ہے کہ اس کے متعلق ایک حرف بھی لکھا جائے۔

کوئی جواب اسکا نہ ہو سکا جسکو وہ لفظ ناقابل التفات سے ظاہر کر رہے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں ہم بھی آئینس کے ہرگز کے متعلق باوجود ضرورت ہونے کے کچھ لکھنا نہیں چاہتے۔ حال ہی باختصاص ناظرین پر واضح کی جاتی ہے مولوی ثناء اللہ صاحب کو تبلیغ سے پہلے آئینس کا یہ قطعہ قابل ملاحظہ کہ آئینس کے وجود پر رونق میں آپ مولوی ثناء اللہ صاحب انڈیا ٹریڈ جرنل کو اسلئے تحریف پر مجب کر کے لکھ چلیج دے رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

اسکے بعد دو تین آئینس کی نقل کی ہے اور فرماتے ہیں ”ایڈیٹر صاحب اصلح کو آگاہ کیا جائے کہ ایک تبلیغ منظور کیا گیا مولوی ثناء اللہ صاحب تیار ہیں اور آگاہ ہیں جو مقام آپ منظور کریں اور اس سے پہلے کو آپ تین فرمائیں اطلاع دیں انشاء اللہ تم مولوی ثناء اللہ صاحب اس مقام میں تاریخ موجود دیکھ لیتے۔ صفحہ آئینس کے دو سکا مجموعی نمبر ۹۰ صفحہ ۷۷ میں جس میں حدائق میں تحریف قرآن کی بحث ہو رہی ہے میں کشف الظلمات ۷۷ صفحہ میں رد الملاحدہ۔ لڑاؤ سکا کوئی خط کوئی حرف آئے نزدیک قابل حاشیہ جو صرف یہ ایک فقرہ قابل انتخاب تھا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی دعوت مناظرہ منظور کی تھی۔ اس ترکیب پر آپ فرماتے ہیں ہم بھی آئینس کے ہرگز کے متعلق باوجود ضرورت نہ ہونے کے کچھ لکھنا نہیں کرتے ہیں بلکہ اس سبب سے آئینس میں اب کوئی شخص بھی صاحب جس نہیں رہا جو اسے پوچھا کہ کیا اسی کا نام آئینس کے متعلق لکھ دینا ہے۔“

خدا رحم کرے اوس قوم پر جسے عوام الناس کی یہ حالت ہو اور علم کی یہ شان کہ نہ جھوٹ بولنے میں عذر نہ ہو نہ دعا میں نال جو با لکھنا یا جو با لکھنا۔

اس بندہ خدا تجھے شرم نہ آئی کہ کیا کر رہے ہو کبھی تو کہتے ہو۔ قابل التفات نہیں کبھی کہتے ہو ہرگز کے متعلق کچھ نہ لکھنا کہتے ہیں یہ کونسی انسانیت ہے کون سی شرافت۔

مناظرہ کی دعوت اعلیٰ مرتبہ نے دی تھی اور آپ جواب میں منظوری دی گئی اور کافرض تھا شراط میں کہ تاریخ و مقام مقرر کرتے۔ آپ کو وکالت و فتویٰ کا کوئی سناحق تھا۔

آپ کو تو بار بار لکھا گیا کہ اصلح چاہے مناظرہ کر لیجئے خواہ زبانی ہو خواہ قلمی کر لیجئے آپ گریبان ہی ہو تقریری مناظرہ میں آپ آئینس کو ناقابل التفات کہتے ہیں۔ تقریری مناظرہ میں نہ کوئی منٹ سے اجازت لینے کی ضرورت ملے ہیں نہ حفظ من کے سامان کو ضروری جانتے ہیں۔ پھر چارہ کیا ہو۔

زبانی مناظرہ کے کل مراحل اصلح ۱۱ جلد ۱۱ میں طے کر دئے گئے ہیں ملاحظہ ہو صفحہ ۷۷ لغات ۷۷ صفحہ ۷۷ جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور مولوی عبدالشکور صاحب دو دو صاحبوں سے مخاطب کیا گیا ہے کہ اگر آپ آج تک کوئی جواب اسکا نہیں دلا جس میں آخر میں یہ بھی لکھا گیا تھا۔

”ایڈیٹر انجم الدول سے مناظرہ پر آمادہ ہیں جسکا اختیار اعلان کیا اور ہر دفعہ اصلاح و التمس نے

مستعدی ظاہر کی گزروئے حیلہ کر کے روپوش ہو گئے تو براہ کرم ہیرہ مساوات ضلع مظفر ٹکڑے کے مناظرہ کا حال جو تاریخ ۲۷ ہجری ۱۲۹۵ مطابق ۱۳۱۵ عیسوی ہوتا تھا عصر قریب بولوی محمد طفیل صاحب مدرس مدرسہ دیوبند و بولوی محمد حسن صاحب لبر و جوی جو شاید اب مرزائی ہو گئے ہیں) شائع کریں معلوم ہو جناب فخر الحکام ادا مظلہ اوس مناظرہ میں تشریف لیکئے تھے اور اہلسنت نے اوس میں کیا نتیجہ پایا۔ اگر اس مناظرہ کی روکھاو آب مصدرہ علماء مذکورین شائع کرنے تو ہم سمجھنے کے آپ دل سے مناظرہ پر آمادہ ہیں ورنہ معلوم ہو گا صرف حوام کی تسکین کیلئے یہ مضامین شائع ہوتے ہیں ملاحظہ و اصلاح ملاحظہ جلد ۱۳ صفحہ ۵۵

اوپٹو صاحب النجم مذکور تائیں کہ جب تک اس تحریر کا کوئی جواب آپ نے شائع کیا جس سے معلوم ہوتا کہ آپ سے آباد کے مناظرہ اوپٹو صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر دم کیجئے تھی عامی علماء اہلسنت کو جمع کر کے ایک عام مناظرہ وسیع پیمانہ پر کر گزرنے کے آپ نے دیکھا و صلہ بھی نکل جای۔ ہم بھی لکھنؤ کی کاپیڈ کرتے ہیں جہاں آپکا دو تھانہ ہوا ورنہ از روں کو بڑے قضائی۔ آپ کے مددگار ہیں۔ وہاں آپ کے علماء بھی ہیں بولوی عین القضاہ صاحب بھی تشریف فرما ہیں جن سے ہم کلام ہو نیلوشیم طلبہ سے کوئی بھی اپنا ننگ و دھار نہ سمجھے گا۔

بولوی شہنا، امیر صاحب بلکہ اپنے جدیدی نبوت مرزا حیرت کو بھی بلا لیجئے اور ایک دفعہ دیکھا و صلہ نکال لیجئے یہ مناظرہ سید زہرہ روز رہیگا۔ آپ اپنے علماء کے اخراجات کے متعلق ہونے ہم اپنے علماء دین کی آمد و رفت کے اخراجات کے متعلق ٹورنٹ میں درخواست دیکر تاریخ مناظرہ مقرر کر کے دفعہ دعوت تقسیم کیجئے اور شرائط مناظرہ پہلے طے کر لیجئے کہ کوئی و صلہ آپ کے دل میں نہ رہے۔

یہاں تک تو اتنی خبر تھی کہ اوپٹو صاحب رسید دیتے تھے مگر اسکے بعد تو ایسا ہی ہو کر الشمس کی رسید بھی نہیں دیتے حالانکہ کل اگلے عروج کا زمانہ ہو۔ اوپٹو ایک طرف ہر مدعی ایک طرف جس سے عثمان غنی بنئے مگر اب الشمس کے نام لینے سے بھی ڈرتے ہیں کہ میں اپنی قوم سمجھتا رہتا ہوں اب دینے پر مجبور نہ رہے۔ کیونکہ اپنے اہل بیت جلد ۱۷ رمضان ۱۳۱۵ میں جو اب مسئلہ لطف حریر لکھ چکے ہیں۔

انجمن کو ایسے خرافات کی طرف بالکل تو نہیں کیجائی مگر بعض اوقات جب ناظرین کا اصرار ہوتا ہو کہ ظان مضمون کا جو آئینہ عروج و ناپائے استقامت لکھا جا رہا ہے چاہے حیرت انگیز ہو کہ جواب بھی بعض ناظرین ہی کے اصرار سے لکھا گیا اب ناظرین کا اصرار کہ مسئلہ لطف حریر کا جواب بھی لکھا جائے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو کچھ لکھے ہیں جنس خریدار ان انجم کے اصرار سے لہذا اب الشمس کا نام ہی لپٹا چھوڑ دیا کہ میں اس پر بھی خریدار ان انجم کا اصرار ہوا تو کیا کرینگے۔

اب ناظرین الشمس سے التماس ہو کہ وہ اپنی اس قوی کامیابی پر جس قدر ممکن ہو غور فرمائیں کہ الشمس نے کیا کام کیا ظلم کو کس طرح اس نے دور کیا کہ حریف زندہ ہو کر زندہ درگوند الشمس کا جواب دیکھتا ہو نہ نام نہ سکتا ہے۔

صدق قول اللہ تبارک و تعالیٰ ان اللہ یا قبا الشمس من الشمس، فقامت بہا من الغیب بہت الذی کف و اللہ لا یبدی الخلق من الظالمین کہ اللہ انبیا و الشمس انما کما کما (تکلم) کو لاشق و تو لا و کو مفرج پس بہوت ہو گیا وہ کافرا و رضا و تبارک و تعالیٰ

پراثر کرنا کو نہ مشکل ہے۔

دوسری دلیل میں ایمان کی نفی کرتا ہے حضرت سے کہ حضرت ایمان کو نہیں جانتے تھے تو آپ کے آبا و اجداد کہاں سے ایمان لاسکتے ہیں حالانکہ خدا فرماتا ہے وکذٰلک اوحینا الیک روحاً من امونا ما کنْتَ تدّٰری ما الکتّٰب ولا الایمان ولکن جعلنّٰ نورا ھدی بہ من یشاء من عبادہ وانا انک لم تھدی الی صراط مستقیم جس سے بدہمت معلوم ہوا کہ خدا نے اپنے امر سے روح کو رسول اللہ پر نازل کیا جس کے قبل درایت کتاب و ایمان کی نفی کرتا ہے۔

یہ ہے ایمان داری علماء اہلسنت کہ خود حضرت کے کفر کے قائل ہیں قبل بعثت حالانکہ یہ اجماعی اہل اسلام ہے کہ انبیا قبل بعثت بھی مومن تھے چنانچہ تفسیر کبیر میں ہے و اختلف العلماء فی ھذہ الایۃ مع الاجماع علی انہ لا یجوز ان یقال الرسل کانوا قبل الوحی علی الکفر و ذکر وہابی الجواب وجوہاً ص ۱۲۷ جلد ۱

یعنی علمائے اس آیین اختلاف کیا ہے حالانکہ سکا اجماع ہے اس پر کہ انبیا قبل وحی کافر نہ تھے اور نہ اون کو یہ کہا جاسکتا ہے کہ معاذ اللہ وہ کافر تھے۔ ایسوجہ سے جواب میں چند وجوہ ذکر کیا ہیں اس عبارت نے آپ کو بتا دیا کہ نفی ایمان حضرت سے قبل وحی خلاف اہل مسلمین ہو مگر یہ اعور صرف معاذت و مخالفت شیعہ میں اسکا مدعی ہے کہ معاذ اللہ آنحضرت قبل وحی اہلین سے بے بہرہ تھے۔

اب سنئے اون وجوہ کو جو امام رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں الاول ما کنْتَ تدّٰری ما الکتّٰب ای القرآن ولا الایمان ای الضلّٰۃ لھو لغو و ما کان اللہ لیضیع ایمانکم اوی صلاکم۔

الثانی ان حمل ھذا علی حذف المضاف ای ما کنْتَ تدّٰری ما الکتّٰب ومن اهل الایمان یعنی من الذی لا یؤمن من الذی لا یؤمن الثالث ما کنْتَ تدّٰری ما الکتّٰب ولا الایمان حین کنْتَ طفلاً فی المنجد + الرّاجع الایمان عبارتہ عن الاقرار جمیع ما کلف اللہ تعہ بہ و انہ قبل النبوءہ کان عارفاً جمیع کما

فی بیان  
رسول



اللہ تعالیٰ انہ کان عارفاً باللہ تع وذلک لا ینافی ما ذکرنا الخامس صفحا  
 اللہ تع علی قسین منها ما یمکن معرفۃ محض دلائل العقل ومنها ما لا یمکن معرفۃ  
 الا بالذلال علی السمعیۃ فی هذا القسم الثاني لو تیکن معرفۃ حاصلۃ قبل النبوة  
 پہلے یہ کہ ما کنت تدری من کتاب سے مراد قرآن ہے اور ایمان سے مراد نماز ہے کیونکہ  
 خدا نے آیہ ما کان اللہ یضیع ایمانکم من ایمان سے مراد نماز کو لیا ہے دوسری یہ کہ اسم  
 صفات محذوف ہے یعنی لفظ اہل کہ نہیں جانتے تھے کیا ہے کتاب اور کون ایمان لائیگا  
 اور کون نہیں -

تیسرے یہ کہ مراد اس سے حالت طفلی ہے جو تھے یہ کہ ایمان نام ہوا جمع اکیفیات الہی کا  
 اور ظاہر ہے کہ قبل نبوت حضرت اونکے عارف نہ تھے لہذا ما کنت تدری کہہ سکتے ہیں  
 اور اس سے عدم ایمان نہیں لازم آتا۔

چوتھیں یہ کہ صفات خدا دو قسم کے ہیں ایک وہ جو معمولی دلائل عقلی سے معلوم ہوسکتی ہیں  
 اور دوسرے وہ ہیں کہ دلائل عقلی کافی نہیں جب تک کہ دلائل سمعی نہ ہوں تو قبل نبوت  
 حضرت اون صفات کے عارف نہ تھے۔

اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ چونکہ ظاہر آیہ موہم تھا عقیدہ فاسدہ کا اسلئے ان وجوہ سے  
 اسکی توضیح کی گئی۔

مگر غور کرو تو تاویل کی کوئی ضرورت ہی نہیں مطلب بالکل صاف ہے کیونکہ خداوند عالم  
 سورہ جمصق میں فرماتا ہے ما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا و من وراہ حجاب  
 اویرسل رسولا فیوحی باذنہ ما یشاء انہ علی حکیم وکذا لک اوحینا الیک روحا  
 من امرنا ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلنا نور احمدی  
 بہ من یشاء من عبادنا وانک لمتدی الی صراط مستقیم۔

یعنی کسی آدمی کو یہ بات نہیں ہے کہ خدا اوس سے کلام کرے گریبا وحی سے یا پس پردہ  
 سے یا کوئی رسول بھیجے جسکی طرف خدا اپنے اذن سے وحی کرتا ہے جس چیز کو چاہے کہ  
 وہ علی علم ہے۔

اس آیت میں خدا نے اپنے کلام کرنے کا تین طریقہ بتایا ہے جسکے سوا جو بھی کوئی صورت نہیں ہو سکتی یا فوجی ہو یا کسی پردہ سے یا بذریعہ رسول۔ اسی قاعدہ سے فرماتا ہے مجھے تیرے بھیجی کی۔ اگر روح القدس تیرے آئے تو تم اپنے ذاتی علم سے نہ کتاب کو جانتے نہ ایمان کو۔ اس سے نہ نفی علم لازم آتا ہے نہ نفی ایمان جو اس آیت کے لئے سمجھا ہے کیونکہ یہ تین صورتیں تو خدا کے کلام کرنے کی ہیں کہ اسطرح خدا کلام کرتا ہے۔

اور یہ بدیہی ہے کہ خدا ہر شخص سے نہیں کلام کرتا۔ بلکہ اپنے خاص رسولوں سے کلام کرتا ہے۔ جس سے رسول کا ابتداے فطرت سے اس قابل ہونا بدیہی ہے کہ اوسکی پیدائش ہی خاص تقدس و طہارت سے ہو کہ اس قابل ہو سکے کہ خدا اوس سے کلام کرے جسکے لئے ایمان و علم ہونا ابتداے فطرت سے لازم ہے۔

اسی لئے خداوند عالم نے حضرت کے اور آئے آثار میں بن کے اسلام و طہارت کو آیت و قلبک فی الساجدین میں ایسا واضح کیا کہ پھر کسی کو شک ہی نہیں رہ سکتا کہ حضرت اور آپ کے آثار طہرین ہمیشہ سے مومن تھے چنانچہ مواہب لدینیہ میں ہے نقل ابو حبان فی البحر عند مفسرہ لقہ تم و قلبک فی الساجدین ان الرافضۃ هو القائلون ان ابناء الانبیاء کا فواہد مومنین مستدلین بقولہ تم و قلبک فی الساجدین و بقولہ لم ازل انقل من اصحاب الطاہرین الحدیث

یعنی امام ابو حبان نے تفسیر آیت و قلبک فی الساجدین میں لکھا ہے کہ روافض ہی اسکے قائل ہیں کہ آباء رسول اللہ مومن تھے۔ اور انکا استدلال اس آیت سے ہے اور نیز حضرت کی حدیث لم ازل انقل من اصحاب الطاہرین سے ہے۔

جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ آیت نص ہے حضرت کے آباء طہرین کے ایمان میں تو احوار کا استدلال آیت و ما کنتم تدعی سے عدم ایمان پر خود بخود لغو ہو گیا۔

کیونکہ اگر اس آیت سے عدم ایمان ثابت ہو تو لازم آتا ہے آیت و قلبک فی الساجدین اسکے معارض ہو حالانکہ کلام خدا انقراض و اختلاف سے ہمراہ ہے ولو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافاً کثیراً۔

لہذا معلوم ہوا کہ اس آیت سے کسی طرح لفظی ایمان نہیں ثابت ہو سکتا۔  
 ابن حجر مکی کو یہاں بہت غصہ آیا ہے کہ ابوجہان نے اس استدلال کو شیون ہی کی طرف  
 کیوں منسوب کیا جس سے علماء اہلسنت پر الزام آتا ہے کہ وہ ایمان آباء رسول اللہ کے  
 قائل نہ تھے چنانچہ منہ مکملہ شرح قصیدہ ہمزہ میں فرماتے ہیں و قول ابی جہان ان الرافضة  
 هم القائلون بان اباہ النبی مومنون غیر معذبین۔ استدلالین بقولہ نعم  
 و تقلبک فی الساجدین فلک ردہ بان مثل ابی جہان انما یرجع الیہ فی علم  
 الخو وما یتعلق بہ و اما المسائل الاصولیہ فہو سہما معزل کیف والاشاعرہ  
 ومن ذکر معہم فہما مترا نفا علی انہم مومنون نسبتہ ذلک للرافضة  
 و حدہم مع ان ہولاء الذی ہم ائمۃ اہل السنۃ قائلون بہ قصور وای  
 قصور سناہل ای سناہل کما فی الاستقصا ص ۳۷

یعنی ابوجہان کا قول کہ صرف رافضیہ ہی اسکے قائل ہیں کہ آباء رسول مومن تھے بائیں لیل  
 کہ خدا فرماتا ہے و تقلبک فی الساجدین پس تم اس طرح رد کر سکتے ہو کہ ابوجہان صرف  
 علم نحو کا امام ہے مسائل اصول میں امام نہیں۔ تو یہ نسبت صرف رافضیہ کی طرف باصفیکہ  
 علماء اشاعرہ وغیرہ بھی اسکے قائل ہیں اور وہ ائمہ اہلسنت سے ٹھے قصور پہ نہایت عظیم  
 اور تساہل ہے نہایت عظیم۔

جس سے معلوم ہوا کہ صرف شیعہ ہی اسکے نہیں قائل ہیں بلکہ علماء اہلسنت بھی قائل  
 ہیں تو قول اعمرو اور بھی اچھی طرح باطل ہوا۔

ابن حجر کے اس قول سے ہلکو چند ان بحث نہیں کہ اس نے قول ابوجہان کو یہ  
 اختصار شیعہ باطل کیا ہے مگر یہ تو بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ علماء شیعہ اسکے قدیم  
 و مدتی قائل تھے اور اہلسنت نے بھی اس عقیدہ کو قبول کیا جسکی تائید اس سے  
 بھی ہوتی ہے کہ امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں قالت الشیعۃ ان احداً  
 من اباہ الرسول و اجدادہ ما کان کافراً۔

یعنی شیعہ اسکے قائل ہیں کہ آبا و اجداد رسول اللہ سے کوئی بھی کافر نہ تھا۔

پھر لکھتے ہیں واما اصحابنا فرسموا ان والد رسول اللہ کان کافراً و ذکرنا  
ان نص الکتاب فی هذه الآية يدل علی ان ازما کان کافراً۔

یعنی ہمارے اصحاب یعنی سنیوں نے یہ گمان کیا ہے کہ رسول اللہ کے والد کا فرقہ اور نص کتاب  
سے معلوم ہوتا ہے کہ آزر اعم حضرت ابراہیم خلیل سنت باب کہتے ہیں کافر تھے

تو اب یہی طور پر معلوم ہوا کہ عقیدہ الحق یعنی شیعہ ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ آبا و اجداد  
رسول پیشہ مومن تھے اور عقیدہ اہلسنت پہلے ہی تھا کہ آبا و اجداد رسول اللہ کافر تھے  
مگر شیعوں کے مناظرہ نے اب ان کو قبول حق پر مجبور کیا جس کے بعد پھر کسی دلیل لانے کی

ضرورت نہیں رہی

یہی وجہ ہے کہ مولوی عبد العلی صاحب جو بحر العلوم کہلاتے ہیں شرح مسلم الثبوت میں لکھتے

ہیں وفي بعض المعبرات ان الانبياء معصومون عن حقيقة الكفر وعن حكمه

بتبعية ابا نوح و علی هذا فلا بد من ان يكون تولد الانبياء بين ابوين مسلمين

او يكون مونة ما قبل تولد هو لكن الشق الثاني قد اوجد في الاباء ولا يمكن في

الامهات ومن ههنا بطل ما نسب بعضهم من الكفر الى ام سيد العالم مفتح

بنی آدم و لانه ح يفر من نسبة الكفر بالتبع وهو خلاف الاجماع بل المحقق

الراجح هو الاول

یعنی بعض معبرات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں حقیقتہ کفر اور حکم کفر سے تبعیت

آپ نے آبا و اجداد کے لہذا ضرور ہے کہ اولی ولادت ابویں مسلمین سے ہو۔ یا مان باب کو

قبل تولد مر جانا چاہیے۔ مگر یہ دوسری شق کتر پائی جاتی ہے باپ میں اور مان کے بار میں

تو ممکن ہی نہیں۔ یہیں سے ظاہر ہوا بطلان اس قول کا کہ بعض نے مادر رسول اللہ

کی طرف کفر کی نسبت کی ہے جس سے لازم آتا ہے نسبت کفر خود رسول اللہ کی بہ نسبت

حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے اور راجح وہی اول ہے کہ والدین رسول اللہ کو مومن

ہونا ضروری ہے۔

اِس احمد ثند کہ جہاں نسبت کفر و شرک حضرت ابوطالب کی طرف باطل ہوئی وہاں یہی

باطل ہو کر والدہ ماجدہ رسول اللہؐ کا فرہون جیسا کہ روایات المسند سے ظاہر ہے جو پہلے تبصرے مذکور ہوئیں۔

اگر اس سے زیادہ آپ کو شوق تفصیل بحث ہو تو کتاب مستطاب استقصار الافہام جلد اول صفحہ ۶۵۵ تا ۶۸۵ ملاحظہ ہو۔

ایمان حضرت ابو طالبؑ

اور ایمان حضرت ابو طالبؑ کو کتاب اسنی المطالب فی نجاتہ ابی طالبؑ میں ملاحظہ کیجئے جو تصنیفات شیخ الاسلام سید احمد زینی دحلان مفتی مکرمہ سے ہے جسکے صفحہ ۶۸۵ میں لکھتے ہیں۔

تواترت الاخبار ان ابا طالبؑ کان یحب النبیؐ و یحوطہ و ینصوہ و ینصیہ علی تبلیغ دینہ و یصدقہ فیما یقول و یمراؤا لادہ کجعفر و علیؑ باتباعہ و نصوۃ و کان یمدحہ فی اشعاعہ بما یدل علی تصدیقہ و کان ینطق بآء دینہ حق فمن

کلامہ المعروف ہ و لقد علمت بان دین محمدؐ من خیر ادیان البریۃ دینا و من شعریہ قولہ ہ المرء یقلو انا وجدنا محمداً رسولاً کم رسولی ص ذلک

فی اللہ ۰۰

یعنی یہ اہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے کہ حضرت ابو طالبؑ رسول اللہؐ کو دوست رکھنے اور انکی حفاظت سے ہمہ اہل بیتؑ کی اور تبلیغ دین اسلام پر ان کی تائید کرتے۔ اور جو کچھ حضرت فرماتے اور انکی تصدیق کرتے تھے اور اپنی اولاد حضرت علیؑ و جعفرؑ کو حکم دیتے کہ آپکا اتباع کریں اور نصرت کرو اور خود حضرت ابو طالبؑ اپنے انصار میں حضرت کی بیعت کرتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت کی تصدیق کرتے والے تھے اور صاف صاف کہتے کہ حضرت کا دین حق ہے چنانچہ ایک شعر اویا گایہ ہے ترجمہ مجھے بخونی جان لیا کہ بزئد نامی ادیان سے بہتر ہے پھر یہ بھی کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ مجھے محمدؐ کو دیسا ہی رسول یا یا جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کو جو کتابوں میں بطور صحیح ثابت ہے۔

آخر میں لکھتے ہیں ملاحظہ ہو

وقد صرح ان العباس سأل رسول اللہؐ فقال یا رسول اللہؐ ان رجلاً یطی

خیرا قال کل الخیر ارجوا من ربی و هذا الحدیث رواہ ابن سعد فی الطبقات  
 بسند صحیح و سراجاء محقق و لا یرجوا کل الخیر الامم من و لا یجوز ان  
 یراد بحد ما حصل له من تخفیف العذاب فانه لیس خیرا فضلا ان یكون  
 کل الخیر و اما تخفیف العذاب تخفیف الشر و بعض الشر هو من بعض  
 و حصول کل الخیر اما یكون بدخول الجنة قال بعض العارفين انه ثبت  
 عند اهل الکشف ایمان ابی طالب بثبوت الاشکال و علی السبب  
 فی ان الله ابرهم امره بحسب ظاهر الشرع لتطیب قلوب اصحاب النبی  
 الذین کان اباؤه کفار لانهم لو صرح بهم بایمان ابی طالب و هو یرون  
 کافرا بحسب الظاهر مثل ابا نفص و تنفر قلوبهم و تنوع صدقهم و یقولون  
 انه لا فرق بنسب و بین اباؤنا خلیف یكون ناجیا و دهره مذبذبون و هذا یكون  
 منهم بحسب مقتضی الطبیعة البشریة فبان انهم سوا النبیین و غیره  
 علیها کم تقدم نظیر ذلک فی الذی قال ابن ابی عمیر ان ابی طالب یأمن  
 لغات ما قصده من نصرة انبیاء و حماة عرفی ربنا الله ما کثر کثرة  
 لا اطلاع لنا علیها و یجب علینا التسلیم لامر الله و ان نفیاً دحلک و انما  
 به و حفظ الادب مع رسول الله و اهلیتیه و صحابته و تحسین لظن بهم  
 حق لا یطالبن احد منهم بسلامة و نسأل الله التوفیق معہ

یعنی بطریق صحیح ثابت ہے کہ حضرت عباس نے رسول اللہ سے سوال کیا کہ یا  
 حضرت کچھ ابوطالب کے لئے بھی خیر کی امید ہے حضرت نے فرمایا ہم اپنے خدا سے پورے  
 خیر کے امیدوار ہیں اس حدیث کو ابن سعد نے اپنے طبقات میں صحیح سند سے روایت  
 کیا ہے۔ اور حضرت کی امید یقینی پوری ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ حضرت خیر کی امید  
 صرف مومن ہی کے لئے کر سکتے ہیں نہ غیر کیلئے۔ رہا یہ امر کہ اس سے مراد تخفیف  
 عذاب ہو۔ تو یہ محض لغو ہے کیونکہ تخفیف عذاب خیر نہیں ہے۔ بلکہ شر ہے بعض شر  
 آسان ہے دوسرے سے۔ اور حصول کل خیر تو اسی وقت ممکن ہے جب دخول

جنت ہو۔

بعض عارفین نے کہا کہ حضرت ابوطالب کا ایمان ازراہ کشف ایسا ثابت ہے کہ کسی طرح اوسمین شک ہی نہیں اور شاید مصلحت خدا ایہام امر ایمان ابوطالب میں (مطابق عقاید اہلسنت) یہ ہو کہ خدا نے بحسب ظاہر شرع اسکو اسلئے ظاہر کیا کہ اور صحابہ کادل خوش ہو چکے آباد اجداد کا فرشتے (یہی اصلی راز ہے اہلسنت کے اس ایجاد عقیدہ کا) چاہا حضرت کو بھی اپنے شیخین کے مساوی کرین جسکے لئے بخاری نے وہ وضعی روایتیں داخل صحیح بخاری کیں، کیونکہ اگر حضرت تصریح کر دیتے ایمان ابوطالب کا حالانکہ صحابہ بظاہر اولو کا فرستہ تھے مثل اسنے آبا کھتو اونکے دل نفرت کر جاتے اسلام سے اور سینہ اونکا جوش مارنے لگتا اور کہنے لگتے کہ پھر سے باپ دادا اور ابوطالب میں تو کوئی فرق نہ تھا۔ پھر وہ کیوں کراچی ہو گئے اور یہ معذب رہے (یہ خیال اہل سنت ہے ورنہ صحابہ کو بالیقین معلوم تھا کہ آبا و اجداد رسول اللہ ہمیشہ سے مومن تھے۔ یہ جوش و خروش علیاے اہلسنت بعد کو پیدا ہوا تاکہ معویہ کی خوشامد میں آبا رجناب امیر کو آبا و اجداد شیخین کے مساوی کرین) صحابہ کا یہ خیال بمقتضائے طبیعت بشریہ پیدا ہوتا (محض غلط ہے کیونکہ جو امر ثابت ہوتا ہو اوس سے کیسکو انکار نہیں ہو سکتا) کیونکہ طبائع بشریہ ہمیشہ غیروں کی فضیلت سے متفرق ہوتے ہیں کیا خوب ایامنداری صحابہ ظاہر رہی ہے) جیسا کہ اسکی نظیر پہلے گذر چکی کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی نسبت سوال کیا تو حضرت نے فرمایا وہ دو بیٹے میں ہر (یہ بھی روایات اہلسنت سے ہے کہ حضرت نے اپنے پدر بزرگوار کی نسبت بھی یہی فرمایا حالانکہ محض غلط ہے۔ سائل اس سوال کے حضرت عمر تھے اور اونہیں کے لئے یہ روایت بھی بنائی گئی کہ معاذ اللہ حضرت نے اپنے پدر بزرگوار کی نسبت بھی یہی فرمایا) اور اگر حضرت ابوطالب اوسوقت اپنا ایمان ظاہر کرتے تو وہ عرض موت ہونی جو حضرت کی حمایت و نصرت کا اونہوں نے ارادہ کیا تھا۔ اسلئے علاوہ بہت سی طعین ہیں خدا کی جسے وہی جانتا ہو، ہکو تو صرف علم خدا کی اطاعت لازم ہے

مع حفاظت ادب رسول اللہ و اہلبیت طاہرین و صحابہ کہ کوئی مطالبہ ہے مظلم نہ کرے۔  
اب اس سے زیادہ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیونکہ یہ مسئلہ ایمان حضرت ابوطالب  
و آبا و اجداد رسول اللہ پر بیان فرمنا لایا تھا۔ صرف اس مینا ویر کہ علماء اہلسنت نے  
بر بنا روایات صحیح بخاری یہ دعویٰ کیا تھا کہ جو آیہ تیرہ برس قبل نازل ہوا تھا، جو  
بر اہل بیت داخل کر دیا گیا جسے صحابہ نے بطور خود ترتیب دیا تھا (ملاحظہ ہو صفحہ ۷۷ رسالہ  
نبرا) حالانکہ اس تحریر سے آپکو بخوبی معلوم ہوا کہ یہ سارا حصہ محض وضعی و جعلی ہے۔  
نہ وہ آیہ اس مابین نازل ہوا نہ حضرت ابوطالب کسی وقت میں بھی مشرک تھے  
چنانچہ اپنے دلکھا کہ اس روایت کی بدولت خود صحیح بخاری کی کیا حالت ہوئی کہ  
وضعی روایت کے راوی ٹھہرے جس سے بڑا کر دینا میں کوئی عیب نہیں ہو سکتا۔  
رجوع طرف اصل بحث۔ اڈیر انجم نے دعویٰ کیا تھا کہ سورہ انفال و سورہ برات  
کی ترتیب صحابہ نے بطور خود کی تھی بلا تعلیم رسول اللہ۔ اسی کے متعلق اسعد بن عقیق  
کی گئی کہ بہت سی آیتیں۔ مدینہ کے سوروں میں داخل ہوئیں اور بہت سی یہ  
کی آیتیں مکی سوروں میں۔

سورہ برات کے متعلق اتقان میں صرف دو ہی آیہ کی نسبت دعویٰ کیا تھا  
کہ یہ مکی آیتیں ہیں۔ حالانکہ تفسیر درمشور سیوطی سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سی  
آیتوں میں اسی قسم کی خرابی ہوئی لہذا اہم تفصیلی نظر کرنا چاہئے ہیں۔ حالانکہ  
یہ وہ سورہ ہے کہ تفسیر درمشور میں ہے عن البراء رضی اللہ عنہ قال اخراہ نزولت  
مستفونك قل الله يفتيكو و کلالہ و احسن سورہ نزولت تامہ براءۃ مستفونك  
یعنی براء بن عازب صحابی بیان کرتے ہیں کہ آخر جو نازل ہوا وہ آیہ استفونك  
ہے اور سب سے آخر میں جو پورا سورہ نازل ہوا وہ سورہ برات ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ سورہ برات پورا ایک دفعہ نازل ہوا تھا اور سب آخر میں  
مگر صحابہ نے اسکو اسطرح غارت کیا کہ مکی آیتیں جو تیرہ برس قبل نازل ہوئی  
تھیں اس میں ملا دیتا۔

۹  
آیتیں جو تیرہ برس  
قبل نازل ہوئی تھیں  
اس میں ملا دیتا



وقت نزول عن ابن عباس قال نزلت براءة بعد فتح مکہ ص ۵۷ یعنی سورہ براءت فتح مکہ کے بعد نازل ہوا۔ جو ششہ کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد دو برس کچھ اوپر رسول اللہ زندہ رہے مگر حضرت نے اسکو ترتیب نہیں دیا۔ ترتیب دینا کیسیا یہ تو مرتب نازل ہوا تھا کیونکہ ایک دفعہ نازل ہوا تھا۔

کمی سورہ براءت عن حذیفہ قال التی لستمون سورۃ التوبہ ہی سورۃ العذاب واللہ ما ترک احد الا کالت منہ ولا تقرن منہا بما کانت مقارنہا الا بعدھا ص ۵۷ یعنی جسکو تم سورہ توبہ کہتے ہو اسکا نام سورہ عذاب ہے (یہ پہلا انقلاب ہے کہ نام ہی بدل گیا) قسم خدا کی اس سورہ نے کسیکو نہ چھوڑا مگر سبکی مذمت کی۔ تم جو اسوقت پڑھتے ہو یہ جو تھا کی حصہ ہے اور اسکا جسکو ہم لوگ پڑھا کرتے تھے۔

یاد رہے کہ ششہ کے بعد پورہ نازل ہوا اور دو برس بعد رسول اللہ نے استعفیٰ کیا اور اس کے بعد صحابہ نے تین حصہ اس سورہ کا غائب کر دیا کیا ایماندار صحابہ تھے ؟

قال عمر لما فرغ من تزیل براءة حق ظننا انہ لو یبق منا احد الا سینزل فیہ وکانا یسمی الفاحصہ وعن زید بن اسلم ان رجلا قال لعبد اللہ سورۃ التوبہ فقال ابن عمر وایقین سورۃ التوبہ فقال براءة فقال ابن عمر وهل فعل بالناس الا فاعیل الاهی ما کانت یسموها الا الممشقہ ص ۵۷

یعنی عمر کہتے ہیں کہ سورہ براءت پہلے نازل ہوا کہ پہلو گون نے گمان کیا کسیکو یہ سورہ نہ چھوڑے گا مگر اس کے بار میں ضرور نازل ہوگا اسکا نام تو فاحصہ تھا۔ ابن عمر سے کسی نے سورہ توبہ کو پوچھا تو ابن عمر نے کہا سورہ توبہ کون ہے۔ کہا کہ سورہ براءت تو ابن عمر نے کہا جو کچھ کیا آدیوئے ساتھ اسی سورہ نے پہلو گون کو اسکو مشفقہ کہتے تھے۔

اب کہاں ہیں وہ حضرات اہلسنت جو مدعی ہیں کہ قرآن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تاہم ان روایات کے مطلب کہ عمر کہتے ہیں مکالم فاحصہ ہے جس نے سبکو ضعیف کر دیا۔ آخر وہ ضعیف تان اب کیا ہوں۔ ابن عمر اسکا نام سورہ توبہ متکرر کیا گھر اس کے پوچھنے کے سورہ توبہ کون ہے۔ کیا اسکا نام مرتب نہیں ہے کہ جو سورہ عذاب و مشفقہ

وفا صخر ہوا و سکا نام سورہ توبہ رکھنا چاہے عن حذیفہ قال ما قرؤن ثلثها یعنی سورۃ التوبہ حذیفہ کہتے ہیں ابوتکم ایک نکتہ بھی سورہ برات کا نہیں پڑھتے۔

(۱) یعنی عبد اللہ بن احمد بن حنبل نے

روایت کی ہے کہ جب یہ دس آیتیں ہوو  
برأت کی نازل ہوئیں تو ابو بکر کو بھیجا  
کہ جا کر اہل مکہ کو سنائیں۔ پھر حضرت علیؓ  
کو بلایا اور کہا جلد جا کر ابو بکر سے لو۔

جہاں ملاقات ہو۔ کتاب اون سے  
لے لو۔ ابو بکر پھر آئے اور کہا یا رسول  
اللہ کیا چارے بارہن کچھ نازل ہوا  
ہے فرمایا نہیں لیکن جبریل نے آکر کہا کہ  
نخاری طرف سے دوسرا کوئی نہیں  
پہونچا سکتا۔ مگر تم باوہ شخص جو تیسے ہو۔

(۲) ابن ابی شیبہ۔ احمد ترمذی نے

بسنہ حسن روایت کیا ہے کہ حضرت  
نے ابو بکر کو بھیجا پھر انہیں واپس

بلایا اور کہا چاری طرف سے وہی شخص

تبلیغ کر سکتا جو چارے اہل سے ہو۔

پھر حضرت علیؓ کو وہ آیتیں دیکر روانہ  
کیا۔

(۳) ابن مردویہ سعد بن ابی وقاص

سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت نے

ابو بکر کو بھیجا پھر ان کی پشت پر

عزل ابو بکر و اخرج عبد اللہ بن

احمد بن حنبل فی زوائد المسند

والواشیم وابن مردویہ عن علی

رضی اللہ عنہ قال لما نزلت عشر آیات

من براءۃ علی النبی صلی اللہ علیہ

وسلم دعا ابابکر رضی اللہ عنہ

لیقرأہا علی اہل مکہ ثم دعا فی فقا

لی ادھر ابابکر خیمۃ القیتہ فخذ الکتاب

منہ ورجع ابو بکر رضی اللہ عنہ

فقال یا رسول اللہ نزل فی شیء

قال لا وکن جبریل جاء فی فقال

لن یودی عنک الاوت اور جل

منک ۷۶) و اخرج ابن ابی شیبہ

واحمد والترمذی وحسنہ وابوالک

وابن مردویہ عن انس رضی اللہ

عنه قال بعث النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ببراءۃ مع ابی بکر رضی اللہ

عنه ثم دعا فقال لا ینفی لاحد

مبلغ هذا الا ارجل من اہلی فدعا

علیفا فاعطاه ایاہ (۷۳) و اخرج

ابن مردویہ عن سعد بن ابی وقاص

حضرت علیؑ کو بھیجا جنہوں نے جا کر ابوبکر سے لے لیا۔ ابوبکر اسوجہ سے بہت غصہ ہوئے۔ حضرت نے کہا اے ابوبکر ہماری طرف سے یا ہم خود ادا کر سکتے ہیں یا وہ شخص جو ہم سے ہو۔

(۴) سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے چار حکم کی تبلیغ کی تھی (۱) کہ کوئی برہنہ طواف نہ کرے (۲) مسلمین و مشرکین۔ اس سال کے بعد ایجا جمع نہ ہوں۔ (۳) حضرت کا جس سے عہد و پیمان ہے وہ اس مدت تک باقی ہے۔

(۴) خدا شکر کیں سے بری ہے۔ اسی مضمون کی تین روایتیں اور لکھی ہیں۔

اب اس کے مقابل میں اہلسنت کی وہ روایتیں ملاحظہ ہوں جنہیں ابوبکر کو امیر اعلان بنایا ہے حالانکہ روایت مے و مین آپ دیکھ چکے ہیں کہ ابوبکر وہاں سے واپس آئے اور دلمین کیلئے بھرا ہوا تھا۔

پھر اسی درمثور میں ہے عن علیؑ قال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی الیمین ببراءۃ فقلت یا رسول اللہ ﷺ تعبتنی وانا عاقل محدیث المسن واسبال عن القضاء وادری ما اجیب قال ما بد من ان تذهب وادھب بما قلت ان کان لا بد انا اذهب قال اطلق فان اللہ یثبت لسانک

رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث ابابکر رضی اللہ عنہ بیوۃ الی اہل مکہ ثبعت علیہم علی اثرہ فاحذہا منہ فکان ابابکر رضی اللہ عنہ فی نفسہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابابکر انہ لا یوحدی عنی الا انا وراجل منی (۴) وخرج ابن ابی حاتم عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث علیہ اہل بارع لا یطوف بالیت عمیان و لا یجتمع السنون و المشوکون بعد عامہم و من کان بینہ و بین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عہد فهو فی عہدہ و ان اللہ ورسولہ بری من المشرکین بر صحتہ

تبلیغ برادۃ  
بینین

و بعدی قلبك ثم قال اطلق فاقروا على الناس -

یعنی حضرت علیؑ سے روایت ہو کہ حضرت نے جناب میں بھی سورہ برات لیکر بھیجا تو نے عن میں کیا یا حضرت آپ مجھے بھیجتے ہیں حالانکہ ہم ابھی کس میں لوگوں کے مقدمات آنے کے تو ہم کیا جواب دیئے حضرت نے فرمایا ضرور ہے کہ یا ہم جائیں یا تم جاؤ میں نے عرض کیا اگر ضرور ہے تو میں جاتا ہوں حضرت نے فرمایا جاؤ خدا تمہاری زبان کو بکارت کرے اور قلب کو ہدایت دے جاؤ اور لوگوں کو سناؤ۔

اب اہلسنت غور کریں کہ حضرت تو یہ فرماتے ہیں کہ یا ہم جا کر تبلیغ کریں یا تم۔ اور اہلسنت خلافت کے لئے دوسرے کو قبول کریں۔

آیہ فان تابوا کی تفسیر میں لکھتے ہیں اخراج المحاکم و صحیحہ عن مصعب بن عبد الرحمن عن ابيه روى قال افتتح رسول الله مكة ثم انصرف الى الطائف خاصه ثم ثمانية اوسبعة ثم ارتحل غدوة وروحہ ثم نزل ثم هجرهم قال ايها الناس اني لكم فرط واني اوصيكم بعترتي خيرا موعدا لكم الخوض في الذي ففسو، بیده لتقمين الصلوة ولتؤمن الزكوة ولاجهن عليكم رجلا مني او كنفسى فليضربن اعناق مقاتلهم وليستبين ذرايعهم فترى الناس انه يعني ابا ليكر او عمر رضى فاخذ بيد علي رضى فقال هذا مسئلة وثرى جلد ۳

یعنی حضرت نے بعد فتح مکہ طائف کا محاصرہ کیا سات یا آٹھ روز پھر کوچ فرمایا اور کہا ایہا الناس تمہارے پیش رو ہیں ہم تم کو وصیت کرتے ہیں اپنے اہلبیت کے بائیں خیر کے ساتھ اور وعدہ گاہ تم کو گون کا حوض کوثر ہے قسم او سکی جسکے قبضہ قدرت میں ہماری جان ہے تم نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ کو ادا کرو۔ انہیں تو ہم ایسے شخص کو پتھر پھینکتے جو جیسے ہو گا یا مثل ہماری نفس کے ہو گا کہ تم کو قتل کرے گا اور تمہاری ذریت کو اسیر۔ لوگوں نے گمان کیا کہ ابو کریم مراد ہیں۔ تو حضرت نے جناب امیرؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا وہ شخص یہ ہے۔



جناب امیر کے کب مقابل ہو سکتے ہیں جو ایمان لائے اور جہاد کرتے ہیں راہ خدا میں  
سیوطی نے دس بارہ حدیثیں اس کے متعلق لکھی ہیں جس سے اہلسنت سمجھ سکتے ہیں کہ  
جب خدا نے حضرت عباس کے دعویٰ مقابلہ کو قبول نہ کیا حالانکہ وہ عم رسول تھے۔  
تو یہ منافقین کب برابری کر سکتے ہیں اور خدا اس سے راہنی ہو سکتا ہے۔

۲۰۔ بیشمار ہود بھوطلح بن مصرف بیشمار ہود بھوطلح کرتے تھے باہودہ کے  
تو کیا یہ تکلیف نہیں ہوئی۔

۲۱۔ یا ایہذا الذین امنوا یعنی اے ایمان والو تم باپ بہائی بہن سے دوستی نہ  
رکھو اگر کفر کو وہ ایمان پر پسند کریں اور جو اون سے دوستی رکھے تو وہ ظالم ہے۔  
اخرج احمد والبخاری عن عبد اللہ بن ہشام رز قال کنا مع رسول اللہ ۲  
وہو اخذ بيد عمر بن الخطاب فقال واللہ لانت یا رسول اللہ ۲ احب الی  
من کل شیء الا من نفسی فقال النبی لا یومن احد کو حتی اکون احب الیہ  
من نفسہ ۲۲

یعنی عمر نے کہا یا حضرت آپ ہمارے نزدیک سب چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ مگر خود  
اپنی نفس سے زیادہ نہیں دوست رکھتا حضرت نے فرمایا ابھی تم سے کوئی شخص نہیں  
نہیں ہو سکتا جتنک اپنی نفس سے زیادہ نہ ہو دوست رکھے۔ اب اہل سنت  
فرمایا کہ رسول اللہ صادق ہیں یا آپ حضرات جو دعویٰ ایمان عمر ہیں۔

۲۴۔ لقد نصی کو اللہ یعنی خدا نے بہت سی جہون میں تمہاری مدد کی اور بروز  
خین جب تم کو اپنی کثرت پر غور تھا تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور تنگ ہو  
تجربہ زمین وسیع پھر بھال گئے تم سب۔

اخرج الترمذی عن مجاہد فی قولہ لقد نصی کو اللہ فی موطن کثیرۃ قال  
ہی اول ما انزل اللہ تم من براءۃ و اخرج ابن ابی شیبہ وسنید و ابن  
حرب و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن مجاہد قال اول ما انزل من براءۃ  
لقد نصی کو اللہ فی موطن کثیرۃ میر فتح نصرہ و یوطنہ و یفر و یبولک ۲۳

اول سورہ  
براءت

فریابی۔ ابن ابی شیبہ۔ سید۔ ابن حرب۔ ابن منذر۔ وابن ابی حاتم نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ یہ پہلا آیہ ہے سورہ براءت کا جسے خدا نے نازل کیا۔  
اب اہلسنت فرماتے ہیں کہ اس پہلے آیہ کو جو جو مسیوان آیہ صحابہ نے قرار دیا مصلحت سے اور کیا اس سے تحریف و تغیر قرآن میں نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ تو خود مطاب کا بھی مسئلہ ہے کہ اس کی ترتیب خود صحابہ نے دی اور یہ بھی سابقاً مذکور ہوا کہ یہ سورہ پورا ایک دفعہ نازل ہوا۔ تو پھر اس طرح ترتیب کا بدلنا کیا بلا قصد ہو سکتا ہے۔ اگر اون روایات پر غور کیجئے جو سابقاً مذکور ہویں جن میں اسکی تصریح ہے کہ اس سورہ نے تمامی صحابہ کو ضیعت کر دیا یہاں تک کہ عمر کہتے ہیں ہلو تو خوف تھا کہ یہ سورہ کیسکو نہ چھوڑیگا۔

تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ محض اسلئے یہ ترتیب اولیٰ گئی کہ جو آیت خاص خلفائے ثلاثہ اور انکے ہمراہیوں کی خدمت میں تھی جس میں بوری طح او نکی قلعی کھولی گئی ہے اونکا قرار دکھایا گیا ہے۔ وہ پہلا آیہ نہ رہے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے جوشی پہلے نظر پڑتی ہے اونکی طرف نفس کو زیادہ توجہ ہوتی ہے اسی لئے ہر مصنف مقدمہ کتاب میں اوس بات کو لکھتا ہے جس سے زیادہ ضروری اور اہم ہوتا ہے۔

اسلئے صحابہ نے نہیں بلکہ خاص عثمان نے اس ترتیب کو اسطرح اولٹ دیا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہو۔ اصلی عتاب خدا کا کفار پر ہے براءۃ من اللہ ورسولہ حالانکہ اصلی غرض خداوند عالم کی اس سورہ سے منافقین صحابہ کی تنبیہ و تادیب تھی۔ اور یہی سیاق قرآن ہے کہ پہلے آیات رحمت و شفقت سے ابتدا ہوتی ہو اور آخر میں آیات عتاب نازل ہوتی ہیں چنانچہ اس آیہ لقد ضمیر کو اللہ میں بھی خدا نے پہلے اپنی شفقت و رحمت کا ذکر کیا ہے اوسکے بعد ان صحابہ کی یوفائی اور نفاق کو ذکر کیا ہے۔ مگر عثمان نے بنا بر روایات مذکورہ ان آیات کو موخر کر دیا تاکہ اصلی غرض خدا کا عتاب منافقین صحابہ پر پھنی ہو جائے اور ابتدا سے سورہ سے لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ یہ عتاب کفار پر ہے۔

اتقان میں ہے قال الفریابی حدیثاً و رقاعن ابن ابی صخ عن مجاهد فی قوله لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرة قال ہی اول ما نزل اللہ من سورۃ

براءۃ ص ۱۲

کہ فریابی نے کہا جاہل کتے ہیں سب سے پہلے آیہ لقد نصرکم اللہ نازل ہوا سورہ ہارات کو تو اب بتائے اسکو ص ۱۲ میں رکھنا کیونکر بلا غرض خاص ہو سکتا ہے۔

دوسری روایت اتقان میں یہ لکھی ہے قال اول ما نزل من براءۃ انھو و ا

خفافاً و ثقلاً یعنی پہلے یہ آیہ نازل ہوا انھو و اخفافاً و ثقلاً

یہ آیہ اب قرآن میں شمار ہے۔ اور آیہ لقد نصرکم اللہ ص ۱۲ پر ہی مگر ربط دیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر یہ دونو آیتیں ایک ملا دی جائیں تو پورا ربط قائم ہو جائے کیونکہ آیہ ص ۱۲ لقد نصرکم اللہ میں خدا فرماتا ہے۔ خدا نے بہت سی جگہوں میں تمھاری مدد کی۔ مگر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے ص ۱۴ انھو و اخفافاً و ثقلاً کو پچھلے جادو پر برابر سبکبار ہوا گران بار اور جہاد کرو اپنے مال اور جان سے خدا کی راہ میں یہ بہتر ہے تم لوگوں کے لئے اگر تم جانتے ہو۔

تو اب معلوم ہوا کہ جن لوگوں نے انھو و اخفافاً و ثقلاً کو پہلا آیہ بیان کیا ہے اور لفظ مقصود یہ ہے کہ یہی دونو آیتیں پہلے نازل ہوئیں۔ نہ یہ کہ صرف انھو و اخفافاً و ثقلاً کو پہلا آیہ کہا ہو کیونکہ سیاق قرآن کے بالکل خلاف ہوتا ہے۔

بہر حال چاہے کوئی غرض ہو۔ یہ تو ان روایات سے یقیناً معلوم ہوا کہ براءۃ من اللہ و رسوله سے ابتداء سورہ نہیں ہو بلکہ بالقد نصرکم اللہ سے ہے یا انھو و اخفافاً و ثقلاً تو اب حضرات اہلسنت بتائیں کہ پھر کیونکر دعویٰ قرآنی قرآن کو قطع کر سکتے ہیں جب اس قسم کی روایتیں اذکار کے بیان موجود ہیں۔

اب دیکھئے جامع قرآن نے کیا کیا ہے کہ اس آیہ انھو و اخفافاً و ثقلاً کو آیہ انھو و اخفافاً و ثقلاً کے بعد لکھ دیا جس سے ربط قائم ہو کیونکہ اس آیہ میں خدا حضرت کے حق پر غاڑا پاؤ کر رہا ہے کہ اگر تم نے مدد کی تو خدا نے مدد کی۔ بتائے اس سے انھو و اخفافاً و ثقلاً کو



کیا ربط ہے۔

اگر لفظی ربط کا بھی خیال کیا جاتا تو آیہ ۳۱ یا ایہا الذین امنوا مالکم اذا قیل  
یعنی اے مومنین تم کو کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ خدا کی راہ میں جہاد کیلئے کوچ کرو  
تو تم زمین پر بوجھل کی طرح گرے پڑتے ہو۔ کیا تم دنیاوی زندگی پر خوش ہو۔ بہ نسبت  
آخرت کے حالانکہ دنیاوی فائدے آخرت کے مقابل میں بہت ہی کم ہیں۔ اگر تم  
جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو خدا تم پر عذاب الیم کرے گا۔

افسوس کہ خیال اختصار ملنے ہے ورنہ اب بھی ممکن ہے کہ تفاسیر المصنف سے  
ان آیات میں ایسی ترتیب دی جائے جس سے معلوم ہو کہ جامعین قرآن نے کیا کیا  
غرضیں اس میں مضمون رکھی تھیں جس سے ان آیات کی ترتیب کو بدلا ہے۔ کیونکہ جن  
جن آیات میں صریح اور واضح مذمت صحابہ وارد ہے اس کو کچھ اس طرح بدل پھر  
رکھا ہے کہ بہت کچھ اون جرائم میں خفت اور نرمی معلوم ہوتی ہے۔ حالانکہ خدا  
نے اس طرح اون کی مذمت کی تھی کہ اگر یہ سورہ اپنی اصلی حالت پر رہتا تو ضلیفہ  
دوم کے کلام کی تصدیق بخوبی ظاہر ہو جاتی جو فرماتے تھے ہکو یہ خوف تھا کہ یہ سورہ  
کسی کو نہ چھوڑے گا۔

آیہ لقد مضى کم اللہ جسکی نسبت مجاہد کا بیان ہے کہ یہی ابتدائی سورہ برائت ہے۔  
ایسا صریح آیہ ہے کفر و نفاق خلفائے ثلاثہ میں کہ پہر کسی کو شک ہی نہیں رہ سکتا۔  
کیونکہ اس میں حال فرار خلفاء اس تصریح سے بیان ہوا ہے کہ پہر کسی طرح اد نکا ایمان  
ثابت ہی نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ آیہ کریمہ اما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ اذا کانوا  
معہ علی امر جامع لم یذہبوا حتی یستأذنوا ان الذین یستأذنونک  
اولئک الذین یؤمنون باللہ ورسولہ سورہ نور نے حصری طور پر بتا دیا  
کہ وہی لوگ مومن ہو سکتے ہیں جو جہاد وغیرہ میں بلا اذن نہ جائیں کیونکہ خدا  
فرماتا ہے۔

مومن وہی ہیں (اسکے خلاف نہیں) جو خدا اور رسول پر ایمان لائے۔ اور جب کسی ایسے کام کے لئے جو جمع کر کے کر نیکا ہو تو پیغمبر سے بے اجازت لئے نہ جائیں جو لوگ تم سے (اے پیغمبر) اجازت لیتے ہیں وہی تو ایمان لانے والے ہیں خدا و رسول پر۔

جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے بتا کید و تکرار فرمایا کہ وہی مومن ہیں جو بلا اجازت نہ جائیں اور جو لوگ اجازت لیکر جاتے ہیں وہ مومن ہیں۔ جس سے یہی طور پر فرار یوں لگا عدم ایمان ثابت ہوا کیونکہ جب بلا اجازت خلاف ایمان تو فرار کرنا بدرجہ اولیٰ موجب کفر ہوگا۔

اسی لئے خدا نے سورہ انفام میں فرمایا فلا تلوہم الا دبار و من یوئسح یومئذ دبرہ الامتحر فالقتال اذ متحیزا الی فئۃ فقد باع بغضب من اللہ وما واکھن و بئس المصیر۔

یعنی اے مومنو جب کافرون سے (جہاد میں) ملاقات ہو تو پیٹھ نہ پھیرو جو اور روز پیٹھ پھیر لگا تو وہ مستحق غضب خدا ہے اور جگہ اوسکی جہنم میں ہے مگر یہ کہ لڑائی کے لئے فرمایا اپنی جماعت کی طرف جانے کے لئے۔ اب نہیں سمجھتے کس مسلمان کا دل و گردہ ایسا ہو سکتا ہے جو قرآن پر ایمان رکھتا ہو اور پھر اسکا قاتل ہو کہ یہ فراری مسلمان تھے۔

اس آیت لقد نصرکم اللہ میں خدا نے عام صحابہ کے فرار کو نہایت صریح لفظوں میں فرمایا ثم ولیم مدبرین کہ تم سب بھاگ لئے جس سے فرار یوں لگا کفر و نفاق بیہی طور پر ظاہر ہوا۔ اسی لئے تو یہ سورہ فاصحہ کہلاتا ہے کہ سب کو اس نے فضیحت کر دیا ہاں چونکہ قرآن میں مومن و منافق صحابہ کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا ہے منکم من یرید الدینا و منکم من یرید الاخرۃ کہ کچھ لوگ تم سے دیندار اور کچھ دیندار ہیں۔ اور دیندار کی تعریف میں فرماتا ہو ینصرون اللہ ورسولہ اولئک ہم الصادقون کہ جو لوگ خدا اور رسول کی نصرت کرتے ہیں وہی حق

ہیں۔ لہذا ضرور ہے کہ ہم تو ایچ و تقاسیر سے پتہ لگائیں کہ وہ کون لوگ تھے جنکی  
خدا نے مذمت کی ہے اور وہ کون تھے جنکی خدا نے بیج کی۔ کیونکہ بعض کا مدوح۔  
بعض کا مذموم ہونا تو یقینی طور پر معلوم ہوا۔

ہم طول دینا نہیں چاہتے صرف اسی جنگ جنیں کو لیتے ہیں جسکے بار میں خدا نے  
صحابہ کی مذمت کی شر و لیتیم مدبوہین

یہ واقعہ شہرِ عری کا ہے بعض فتح کہ کہ حضرت ابھی کہ ہی میں قیام فرما ہیں اقامہ  
الفتح نصف شہر در مشورہ ۲۲۔ کل پندرہ روز کہ میں رہنے پائے ہیں حتی جاو  
ہو امن و ثقیف نزولوا بحنین و حنین و ادالی حب ذی الحجاز کہ قبیلہ  
ہو ازن و ثقیف نے چڑھائی کی اور حنین میں آکر اوترے جو ایک وادی  
ہے طرف ذی الحجاز کے مقام کا نام ہے۔

حضرت نے اونکے دقل کے لئے کوچ فرمایا قال الربیع وکانوا اثنا عشر الفا معھم  
الفان من اهل مکہ حضرت کا لشکر بارہ ہزار تھا و ہزار اہل مکہ تھے۔

سیوطی لکھتے ہیں ان رجلا قال یوم حنین لن تغلب من قلة فشق ذلك  
علی رسول اللہ فانزل اللہ و یوم حنین اذ اعجبتکم لکثرتمو یعنی ایک  
شخص نے کہا کہ آج تو ہلوگ بوجہ قلت لشکر کسی طرح مغلوب نہیں ہو سکتے۔ یہ کلمہ  
حضرت پر نہایت شان گذرا اور خدا نے اسی کے بار میں فرمایا ہے کہ تمہاری کثرت  
تے بروز حنین تمکو مغرور کیا۔ جس سے معلوم ہوا کہ لشکر اسلام کی ہزیمت اسی کلمہ منحور  
سے ہوئی جس میں اوسکو اپنی کثرت پر غرہ تھا اور خدا سے قطع امید کا پورا اجمال۔  
اسی وجہ سے حضرت بھی ناراض ہوئے اور خدا نے بھی اوسکی مذمت کی۔

سیوطی غلامِ تواریخ کے چہا دیا؟ مگر بہانہ کے اندازے کے راز سے کڑواؤ  
مخلفاء ہزاروں آدمی کے سامنے واقعہ تھا کیونکہ چھپ سکتا تھا راوی اور مصنف  
ہر خیال و مذاق کے ہوتے ہیں۔ آخر کھول ہی دیا یہ غرور اور تکبر کا کلمہ کسے منہ سے نکلا  
تاریخ خمس میں ہے فی روایۃ قال ان ابابکو قال للنبی او مسئلہ میں مسئلہ

بن وقت و قبل قال علیہ فکرہ رسول اللہ کلامہ خو کلوا الی کلمۃ الرجل  
 خاخریۃ عجیبیۃ الاسلام فی اول الحال کانت بسببہ ملا جلد مطلوب مصر  
 یعنی ایک روایت میں ہے کہ ابو بکر نے یہ کلمہ خود حضرت یاسلمہ بن سلام سے کہا اور حضرت  
 کو یہ کلام مکروہ معلوم ہوا لشکر اسلام کو جو ہزرت ابتداءے حال میں ہوئی اسبوجہ سے۔  
 ابو قرینہ آپ کو صاف بتا رہا ہے کہ یہ آیہ جو بنا بر روایات اہلسنت سے پہلے نازل ہوا  
 تھا شروع سورہ اسی سے تھا کیون جو بیسواں آیہ قرار پایا۔ اسی لئے کہ ضمن آیات میں  
 یہ آیہ کر دیا جائے کہ زیادہ تحقیقات کی نوبت نہ آئے۔

اگرچہ عام قاعدہ یہی ہے کہ اگر بادشاہ یا سردار کے سامنے لشکر کے کثرت کی تعریف کی جاتی ہے  
 تو وہ خوش ہوتا ہے اور اس کے قلب کی قوت بڑھ جاتی ہے اسی اصول پر ابو بکر  
 نے بھی یہ کلمہ خوشامدانہ کہا ہوگا۔ مگر جو لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں وہ ان کلمات  
 سے بجائے خوش ہونے کے رنجیدہ اور کبیدہ ہوتے ہیں کیونکہ اس طرح کے کلام سے  
 ایک طرح کا عجب اور خود پسندی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کو یہ کلام  
 ناپسند ہوا اور خدا نے تو اسکو صاف لفظوں میں فرمایا اجمعتکم کو کثرت کہ تمہاری  
 کثرت نے تمکو مغرور کر دیا۔

تو اس سے اس کلام خداوند عالم کی بھی تصدیق ہوئی جو خداوند عالم سورہ بقرہ  
 میں فرماتا ہے ومن الناس من یھبک قولہ فی الحیوة الدنیا ویشہد اللہ  
 علی مافی قلبہ وہو والد الخضار۔

اور بعض آدمیوں سے ایسے ہیں جسکا قورحمت دینا میں تمکو مغرور کرتا اور گواہ کرتا  
 ہے خدا کو اس پر بیجا اوسکے دل میں ہے حالانکہ وہ بڑا جھلڑا لو ہے۔  
 جس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کی مذمت خدا نے یہاں کی ہے وہی وہاں  
 بھی مراد ہے۔

اسکی تحقیقات واقعی اگر آپ کو مطلوب ہے تو پہلی ملا جلد الاحظہ فرمائیے جس میں بمقام  
 انڈیا ایجوکیشنل اسکی پوری تحقیقات کی گئی ہے۔



کیون اس طرح یح میں ڈال دیا گیا۔

۲۷ یا ایہا الذین آمنوا انما المشرکون نجس یعنی اے ایمان والو مشرکین نجس ہیں چاہیے کہ قریب مسجد احرام اس سال کے بعد نہ آنے پائیں اور اگر تم کو مفلسی کا خوف ہو تو خدا اپنے فضل سے غنی کرو لگا اگر چاہے کہ اللہ علیم و حکیم ہے۔

اس آیت کو اگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہو کہ یہاں کوئی ربط ہی نہیں اس لئے کہ خدا نے آیت لہذا منکم اللہ میں مسلمانوں کے فراق کو بیان کیا۔ پھر آیت ثما نزل اللہ سکینۃ میں اپنے سکینہ کے نازل کرنے کو بیان فرمایا۔ پھر آیت ثمتوب اللہ میں قبول تو بہ کو بیان کیا۔ اس کے بعد انما المشرکون نجس کا کوئی موقع نہیں معلوم ہوتا بخلاف اس کے اگر اس آیت کو ہم بے میں مجملہ دین تو سب کلام مربوط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے آیت براءۃ من اللہ میں خدا اپنی بیزاری کفار سے ظاہر کرتا ہے۔ (۲) ضیحوا میں اونکو چار مہینہ کی مہلت دیتا ہے۔ پھر میں خدا کی ندامت ہے کہ اللہ بری ہے مشرکین سے۔ پھر میں الا الذین عاہدوا میں اونکو گوشتنی کرتا ہے جسے معاہدہ تھا۔ اس کے بعد اگر یہ ہو کہ مشرکین نجس ہیں اس کے بعد یہ حکم جواب میں ہے کہ جب ماہ حرام تمام ہو جائیں تو مشرکین کو قتل کرو تو اس صورت میں پورا ربط پیدا ہوتا ہے۔

چونکہ یہ امر مسلمات الہست سے ہے اور اڈیٹر صاحب النجم نے یقینی طور پر تسلیم کر لیا ہے کہ سورہ براءت کی ترتیب صحابہ کی رائے سے ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ آیت لہذا منکم اللہ جو جو مبسوط آیت ہے۔ پہلا آیت تھا لہذا حضرات الہست کو بھی کسی طرح اس میں حذر نہیں ہو سکتا کہ غالباً فی الواقع یونہی ترتیب تھی جسکی تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ کہ آیت انما المشرکون نجس کی تفسیر میں درمنور میں ہے فہذا الایۃ من اول براءۃ فی القراءۃ فی آخرھا التاویل۔ یعنی یہ آیت شروع سورہ براءت سے ہے جس کے آخر میں اسکی تفسیر ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی قراءت یونہی تھی اور عثمان کے زمانہ میں شاید یہ انقلاب ہوا۔

سب سے واضح قرینہ اسکا یہ ہے کہ خدا نے اس تشدد اور سختی سے مشرکین کی نجاست کو

بیان کیا کہ وہ ایسے شخص ہیں کہ اب مسجد الحرام کے قریب بھی اونکو نہ آنا چاہئے۔ مگر اہل سنت نے نہیں بلکہ خود اونکے صحابہ نے اس حکم کو ایسا معطل کیا کہ نہ اسوقت اسکی تعمیل ہوئی نہ آج تک ہوتی ہے۔

آپ اگر تمام عالم میں دیکھ آئیں اور ۷۲ مذہب کی کتابیں جو سب پیروان صحابہ سے ہیں دیکھ ڈالیں۔ تو بجز فرقہ مشیعہ اثنا عشریہ۔ آپ کسی کو بھی اس آیت کا عامل نہ پائیں گے جو مشرکین کو نجس العین جانتے ہوں۔ بلکہ تمامی مدعیان اسلام مشرکین کو مثل مسلمانوں کے پاک و طاهر جانتے ہیں۔ اسی لئے یہ آیت بھی اپنی جگہ سے ہٹا دیا گیا ہو گا کہ حکم معمولی قرار پائے۔

اب اسکو دیکھئے کہ اس آیت کی میرج مخالفت اہلسنت میں کیسی رائج ہوئی؟ اسی وقت سے جسوقت سے یہ آیت نازل ہو یعنی خود صحابہ نے اسکی مخالفت کا تخم بویا جو آج تک بارور ہے درمنثور میں ہے ص ۲۲

فلما نفى الله تعالى المشركين عن المسجد الحرام شق ذلك على المسلمين فانزل الله وان خفتم عيلة فسنوف يغنيكم الله من فضله۔

یعنی جب خدا نے مشرکین کو مسجد حرام سے نکال دیا تو یہ امر مسلمانوں پر نہایت سخت گذرنا تب خدا نے آیت وان خفتم عيلة نازل کیا کہ اگر تم کو مفلسی کا خوف ہے تو خدا مہربانی کر دیگا۔ مگر کون مسلمان تھا جو اس وعدہ خدا پر اعتماد کرتا۔ ۹

عن ابن عباس رضي الله عنهما قال كان المشركون يهيئون الى البيت ويحيئون معه بالطعام يخرجون فيه فلما اذاع عن ان ياتوا البيت قال المسلمون فمن اين لنا الطعام فانزل الله وان خفتم عيلة +

عن سعيد بن جبیر قال لما نزلت انما المشركون نجس شق على اصحاب النبي وقالوا من ياتيهمنا بطعامنا وبالمتاع فنزلت وان خفتم عيلة + عن ابن عباس لما نفى الله المشركين عن المسجد الحرام اتى الشيطان فوقف على المؤمنين فقال من اين تأكلون وقد نفى المشركون واشتعلت

عنہم العی

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ پہلے مشرکین آیا کرتے تھے خانہ کعبہ میں تو غسل وغیرہ بغرض تجارت لاتے تھے جب خدا نے یہ حکم نازل کیا تو مسلمانوں نے کہا اب کھانا کہاں سے ملیگا۔ ابن جبر کہتے ہیں یہ حکم صحابہ رسول پر بہت شاق ہوا کہ اب غلہ وغیرہ کہاں سے ملیگا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ شیطان نے مومنوں صحابہ کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اب تم کہاں سے کھاؤ گے حالانکہ خدا نے مشرکین کو خانہ کعبہ سے نکال دیا۔ جس سے یہی طور پر معلوم ہوا کہ یہ حکم جسوقت نازل ہوا تھا اوسیوقت یہ حکم صحابہ کو ناگوار گذرا اور اس سے ناراض ہوئے کہ اب کھانا مینا غلہ وغیرہ کہاں سے ملیگا۔ تو اب یقینی معلوم ہوا کہ اس آیہ پر عمل کرنا اوسیوقت نا واجب التعمیل سمجھا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک اہلسنت میں یہ حکم معطل ہے اور ایک فرد بشر بھی اون میں سے نجاست مشرکین کا قائل نہیں بلکہ کہتے ہیں دل اونکا نجس ہے۔ حالانکہ دل کی نجاست تو بالکل مہل ہے۔

نجاست ظاہری کا ثبوت حالانکہ اوسی درنثور میں یہ بھی موجود ہے۔ و اخبر ابو الشیخ عن الحسن بن ائمنہ المشرکون نجس فمن صاغهم فلیتوضأ و اخرج ابو الشیخ وابن مردویہ عن ابن عباس قال قال رسول اللہ من صام مشوکاً فلیتوضأ و لیغسل کفیه و اخرج ابن مردویہ عن هشام بن عوف عن ابیہ عن جدہ قال استقبل رسول اللہ جبریل فنا ولہ یدہ فابی ان یتناولہا فقال یا جبریل ما منعک ان تاخذ یدہی فقال انت اخذت یدہی فکرت ان تمس یدہی فک مسہا یدہ کا فرق خدا رسول اللہ جماع فتوضأ فنا ولہ یدہ فتناولہا مشہد

یعنی حسن بصری سے روایت ہے کہ مشرکون نجس ہیں جو اون سے مصافحہ کریں اور کھوڑو والا جائیے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص مصافحہ کرے مشرکین سے چاہے کہ دشمن کرے یا کف دست و صورت



ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت جبریل آئے تو رسول اللہ نے اونکا ہاتھ پکڑنا چاہا جبریل نے کھینچ لیا حضرت نے وجہ پوچھی تو کہا ابھی آپ نے ایک یہودی کا ساتھ پکڑا تھا تو مجھے چاہا اوس ہاتھ کو نہ مس کریں جس نے کافر کا ہاتھ مس کیا ہو پھر نے اوسکے بعد دست مبارک کو دھویا تب حضرت جبریل نے ہاتھ دیا۔

اللہ اللہ کہاں تو یہ تعلیم خدا تعالیٰ اور اسطرح کے احکام حضرت نے فرمائے اوسکی تعمیل یوں ہو رہی ہے کہ امام المسلمون کون طالعو مسلمانوں کے ہاتھ کا پانی تو اہلسنت کے بیان نہیں ہو جائے اگر ذرا سا پی لین اور یہود و مشرکین سے یہ لعنت ہے کہ اونکا کھانا پینا۔ پانی و دودھ کھنی سب ظاہر ہے۔

خدا نے جن مصلوح سے یہ احکام فرمائے تھے اگر اوسپر عمل کیا جاتا تو آج دنیا میں نہ کوئی کافر دکھائی دیتا نہ مسلمان تو کو یہ افلاس ہوتا مگر خدا سمجھے اوس مسلمانوں سے جنہوں نے محض اس لالچ میں کہ بہرغلہ وغیرہ کہاں سے لینگا اگر ہندوؤں سے لین دین ترک کر دیں۔ اس آیہ کے معنی و مطلب کو بالکل بدل دیا ہے

۳۳۔ یا ایہذا الذین امنوا ان کثیرا من الاجبار والوہبان لیا کلون مع الالباس بالباطل ویصدون عن سبیل اللہ والذین یکمزون الذہب والفضۃ ولا ینفقون فی سبیل اللہ فبشرہم راجعنا اب الیم۔

یعنی اسے مومنوں سے زیادہ کثیر اجبار و رہبان لوگ کھاتے ہیں مال آدمیوں کا ساتھ باطل کے اور روکتے ہیں راہ خدا سے۔ اور وہ لوگ کہ خزانہ بناتے ہیں سونے اور چاندی کو اور نہیں خرچ کرتے ہیں خدا کی راہ میں ان سب کو بشارت دو ساتھ عذاب الیم کی۔

تفسیر درنور سیوطی میں ہے اخراج ابن الضویس عن علیاء بن احمد ان عثمان بن عفان قال لما اراد ان یکتب المصاحف اراد ان یرفعوا الیہ والی فی

۳۴ اس حکم کے اسرار و حکمت آگے اصلاح جلد پنجم کے اوس مضمون میں بہت تفصیل سے لکھی جسکی سرخی ہے ”مسلمانوں کی کمائی کی تقسیم“ ملاحظہ ہو صفحہ ۴۱ جلد ۲

بیت نبوی  
ماہنامہ

براءۃ والذین یکنزون الذہب والفضۃ قال لہما فی ربہ لتحقہما اولیٰ  
سبیفی علی عاتقی فالحقوہا ص ۲۳

یعنی جب عثمان نے قرآن کو لکھوانا چاہا تو چاہا کہ حرف واد کو جو سورہ براءۃ  
میں آیہ والذین یکنزون میں ہے اس کو نکال ڈالیں۔ ابی بن کعب (یہ بھی  
جامع قرآن تھے) نے کہا اس واد کو رہنے دو ورنہ ہم تلوار اپنے دوش  
پر رکھینگے تب لوگوں نے اس واد کو آیہ میں رہنے دیا۔

دیکھیے حضرات اہل سنت اسکی کیا تاویل کرتے ہیں اور اسکا کیا جواب  
دیتے ہیں کیونکہ اس سے صریحی بدعتی و بددیانتی جامعین قرآن کی ظاہر ہے اور  
اس سے ہماری سابق تقریروں کی ایسی تائید ہوتی ہے کہ اگر تمام دینا کے  
اہلسنت جمع ہوں تو اسکا جواب لیا کسی کا جواب نہیں دے سکتے۔

کیونکہ خدائے اس آیہ میں دو قسم کے لوگوں کو جہنم کی بشارت دی ہے ایک اہل  
کتاب کو جو لوگوں کا مال ناحق کھاتے ہیں دوسرے اون مسلمانوں کو جو مال  
جمع کرتے ہیں اور راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔

یہ بات کہ بشارت جہنم دونوں سے متعلق ہے اوسوقت معلوم ہو سکتی ہے  
کنج میں حرف واد ہے جو عطف کے لئے ہے کہ اہل کتاب اور جامعین مال  
سے یہ حکم متعلق ہے۔

عثمان اور انکے ساتھیوں نے یہ چاہا تھا کہ حرف عطف واد کو نکال دیں جس  
کی یہ غرض تھی کہ الذین یکنزون الذہب والفضۃ صفت پڑ جائے اہل  
کتاب کی تاکہ معلوم ہو یہ کل صفتیں اہل کتاب سے متعلق ہیں کہ یہی ناحق لوگوں کا  
مال بھی کھاتے ہیں خدا کی راہ سے بھی روکتے ہیں۔ یہی لوگ مال بھی جمع کر  
ہیں اور خرچ نہیں کرتے لہذا حکم فلیشرہو بعد اب الیم انہیں سے متعلق ہے  
چونکہ ابی بن کعب بھی اوسوقت اتفاقاً وہاں موجود تھے۔ اور اسکو  
صریحی تحریف قرآن سمجھتے تھے کہ بالکل غرض ہی خداوند عالم کی فوت ہوتی ہے

لہذا وہ نہایت جرات سے اوطح کھڑے ہوئے کہ اگر تم اس واو کو نکالو گے تو ہم  
 ٹھوکر لکیرتے جہاد کریں گے جس سے وہ مجبور ہوئے کہ واو کو انہوں نے رہنے دیا۔  
 اس واقعہ نے جہان جامعین قرآن کی بددیانتی و بدبستی کو واضح طور سے بتایا  
 وہاں آپکو یہ بھی معلوم ہوگا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابی بن کعب جنہوں نے  
 خود عبداللہ بن مسعود سے قرآن کو جمع کیا تھا۔ کیونکہ شریک لکے گئے کہ خوب  
 جانتے تھے انکے رہتے ہوئے بھی ایسی کامیابی نہیں ہو سکتی تھی۔ کیونکہ پھر بھی  
 وہ خدا ترس و خدا شناس تھے۔

آہ آہ یہی وہ آہ ہے جس نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ وہ مظالم توڑے کہ دنیا  
 کبھی اس واقعہ کو بھول نہیں سکتی ورنہ تو میں ہے اخرج ابن سعد  
 وابن ابی شیبہ والبخاری وابن ابی حاتم و ابوالشیخ وابن مردويه  
 عن زید بن وہب قال مررت علی ابی ذر بالوبڈہ فقلت ما انزلک  
 بهذا الارض قال کنا بالشام ففرمت والذین یکنزون الذهب و  
 الفضة ولا یفقدون فی سبیل اللہ فبشروهم بعذاب الیم فقال معویہ  
 ما هذا فینا هذا فی اهل الکتاب قلت انما فینا و فیہم ص ۲۲۲  
 ابن سعد ابن ابی شیبہ بخاری ابن ابی حاتم ابوالشیخ ابن مردويه زید بن  
 وہب سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا کذاب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ہوا۔ جبکہ وہ مقام ربذہ  
 میں تھے تو ہم نے کہا یہاں کیسے قیام ہے کہا کہ ہم ملک شام میں تھے اس آہ کی  
 تلاوت کی والذین یکنزون الذهب و الفضة تو معویہ نے کہا یہ کیا۔ کیا یہ  
 آہ ہلوکوں کے بار میں ہے۔ یہ تو اہل کتاب کے بار میں ہے جس نے کہا کہ ہلوک اور  
 اہل کتاب سب کے بار میں ہے۔

ابو اجمی طرح معلوم ہو گیا کہ کس غرض سے یہ واو اڑایا جاتا تھا کہ اسکو اہل  
 کتاب سے متعلق کر دیں خیر ابی ابن کعب نے اس طرح جواب دیا کہ اہل کتاب کی  
 کسی بھی طرح رہنے دیا۔ مگر اپنے طرفداروں میں یہ مشہور کر دیا کہ یہ اہل کتاب سے

متعلق ہے۔ جب حضرت ابوذرؓ نے اسکو واو کے ساتھ تلاوت کی تو اونکو یہ نتیجہ ملا کہ مدینہ سے خارج البلد کر کے ربذہ کے میدان میں نچائے گئے جہاں اوس تنہائی اور بیکسی میں اوہوں نے انتقال کیا کہ خدا کسی پر یہ مصیبت نہ ڈالے یہ میں خوش نیتیاں جامعین قرآن کی کہ کس طرح نصرت کرنا چاہا اور نہ معلوم کیا کیا کیونکہ یہاں تو ابی بن کعب موجود تھے جس سے واو نہ نکل سکا اور قرآن میں رہ گیا۔ پھر جہاں ایسے صحابہ نہ تھے انکو کون نے کیا کیا ہو گا۔ قیاس کن زرگستان من بہار مرا۔

اب دیکھئے کہ یہ آیہ جو قتل نازل ہوا ہے اوسوقت صحابہ کی کیا حالت ہوئی اوسی در مشورین ہے عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما نزلت هذه الآية والذین یکتزون الذہب والفضة کبر ذلک علی المسلمین وقالوا اما یستطیع احدنا لولده ما لا یبقی بعدہ فقال عمر افا فرج عنکم فانطلق عمر واتبعہ ثوبان فاتی النبی فقال یا بنی اللہ انہ قد کبر علی اصحابک هذه الآية فقال ان اللہ لم یفرض الزکوة الا لیطیب ما بقی من اموالکم واما فرض الموارث من اموال یبقی بعدکم فکبر عمر ثم قال لا النبی الا اخبرکم بخیر ما یکنز المرء المرأة الصالحة التي اذا نظر الیها سامت واذا امرها اطاعة واذا خاب عند حفظہ <sup>۲۳۳</sup>

یعنی جب یہ آیہ نازل ہوا تو صحابہ پر بہت سخت گذرا اور کہا کیونکر ممکن ہے کہ ہم اپنی اولاد کے لئے کچھ نہ جمع کریں۔ عمر نے کہا ہم اس عقدہ کو حل کر دیتے ہیں۔ رسول اللہؐ کے پاس گئے حضرت نے فرمایا خدا نے زکوٰۃ کو اسلئے فرض کیا ہے کہ جو کچھ مال بچے وہ پاک اور طیب ہو۔ اور میراث کو اسلئے فرض کیا ہے کہ جو مال تمھارے بعلبچ رہے <sup>۲۳۴</sup> عمر نے اس پر کبیر کہا پھر حضرت نے فرمایا بہترین خزانہ مرد کے لئے عورت صاف ہے کہ جب اوس طرف نظر کرے تو خوش ہو۔ جب مرد علم کرے تو وہ اطاعت کرے اور غائب ہو تو وہ حفاظت کرے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب یہ آیہ نازل ہوا تھا تو اس وقت بھی صحابہ پر بہت ناگوار ہوا تھا جس میں عمر بھی تھے جو دوڑے ہوئے رسول اللہ کے پاس گئے کہ کچھ ان کے حسب خواہ فرمائیں گے جب وہاں سے وہ جواب ملا تو خوشامدین اللہ اکبر کہا۔

تو اب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ عثمان وغیرہ نے جو اس واو کو نکالنا چاہا تھا محض اسی غرض سے کہ قرآن میں اس طرح کی تریف کر کے مال و دولت کو جمع کرنے کے جواز کی راہ نکالیں تاکہ یہ پورا آیہ اہل کتاب سے متعلق رہے۔

دوسری روایت اوسمیں یہ ہے عن برید قال لما نزلت والذین یکتزون الذہب والفضة قال اصحاب رسول اللہ نزل اللہ فی

الکثر ما نزل فقال ابو بکر یرسل رسول اللہ ما ذا انکثر الیوم قال لسانا ذاکرا وقلبا ساکرا وتر وجة صالحة تعین احدکم علی ایمانہ <sup>۳۳</sup> کہ اس آیہ پر صحابہ نے کہا کہ خزانہ جمع کرنے کے بارے میں یہ آیہ نازل ہوا تو ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ پھر ہلوگ کیا جمع کریں حضرت نے فرمایا زبان جو ذکر خدا کرے۔ قلب جو شکر کرے۔ روجہ صالحہ جو ایمان پر مبنی ہو۔

چونکہ یہ مسلمات اہلسنت سے ہے کہ صحابہ سے وہ لوگ صرف شیخین کو مراد لیتے ہیں اگرچہ لفظ صحابہ کہتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ اصل مخالفین آیہ مذکورہ سے ہی لوگ تھے۔ اور جب ان دونوں بزرگوں کا نام تبصریح تمام روایات میں آگیا ہے۔ تو اور بھی یقین ہوا کہ یہی لوگ مراد ہیں۔ تو اب ہر عامل اسکو سمجھ سکتا ہے کہ جیل نزل آیہ کے وقت اون لوگوں کو اس قدر ناگوار اور جبرگذاڑا تو اب بوقت جمع اس واو کو نکالنا ضرور بدینتی اور بددیانتی سے تھا کہ خداوند عالم کی ممانعت پادروا ہوا ہو جائے اور یہ لوگ بے روک ٹوک خزانہ قارونی جمع کریں۔ چنانچہ آنے دیکھا کہ ابی بن کعب نے جب تلوار سنبھالنے کی دھمکی دی ہے تب جا کر یہ واو رکھا گیا۔ رکھا بھی کیا تو معویہ نے اپنی چالاکی سے یہ مشہور کرنا چاہا کہ اسکو بھی

اہل کتاب قرار دیں جسپر حضرت ابو ذر کے ساتھ وہ کارروائی کی گئی کہ دنیا کو مٹا دیا ہے۔

دعویٰ نسخ جب کوئی کارروائی نہ چلی نہ توثیق ہی کر سکے نہ معنی ہی بدل سکے تو علماء اہلسنت نے یہ اضافہ کیا اخراج ابن ابی حاتم و ابوالشیخ عن علی بن مالک و عمر بن عبد العزیز انما قالوا فی قول اللہ والذین یلکون الذہب والفضة قالوا نسختها الایة الاخری خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزکيهم بهام۳۳۳

یعنی عراک بن مالک و عمر بن عبد العزیز کہتے تھے کہ یہ آیہ نسخ ہے جسکو آیہ خذ من اموالہم نے نسخ کر دیا۔

کھئے اب کس کے نام رویا جائے ابوبکر و عمرو دیگر صحابہ پر جنسیر حکم اسد رجبہ ناگوار ہوا کہ خود حضرت کے سامنے اسپرانی ناراضی ظاہر کی۔ یاعثمان کے نام پر جنہوں نے قرآن میں توثیق کر کے داد عاطفہ کو نکال کر چاہا کہ اس حکم کو اہل کتاب سے متعلق کر دیں۔ جسکے بعد مسلمان آزاد ہو جائیں کہ جسقدر چاہیں مال و دولت جائزو ناجائز جمع کریں کوئی اولکا پوچھنے والا اور روکنے والا نہ ہو۔ یا اون صحابہ پر جنہوں نے اسپر بھی دعویٰ کیا کہ آیہ اہل کتاب کے باریں ہیں جیسا کہ معالم النبی میں ہے وقال بعض الصحابة هذه الآية في اهل الكتاب مثلاً۔ یا عراک بن مالک و عمر بن عبد العزیز پر رویا جائے جنہوں نے چاہا کہ اگر وہ گیسٹ نوالہ اسکو نسخ قرار دیں کہ پھر وہی مطلب حاصل ہو جسکے لئے عثمان و اد نکلنا جاتے تھے۔

جس باکر دی سے ابی بن کعب نے یہاں تلوار نکالنے کی وحکی دی جس سے قرآن کا ایک واؤ نکلنے سے بچ گیا۔ اگر تمامی انصار اس کام کو پہلے ہی دفعہ کئے ہوتے جب خلافت نکلتی تھی یا اسوقت جب قرآن کے جمع کرنے سے ابی بن عبد اللہ بن مسعود نکالے گئے تھے۔ تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن کس حالت پر

رحمت کرتا ہم تمام مسلمانوں کو شکر گزار ہونا چاہیے کہ انکے ہر دولت ایک واجب کیا۔  
مگر حضرت ابو ذر غفاری کا فکر یہ کسی طرح نہیں ادا ہو سکتا جو صرف اس جرم پر  
اس بے رحمی سے ہلاک کئے گئے کہ انہوں نے ساری مصیبتوں کو قبول کر کے  
بتا دیا یہ آپ صرف اہل کتاب کے باریہین نہیں ہے۔ بلکہ مسلمان و اہل کتاب  
سب سے خطاب ہے کہ جو آل ناجائز یا جائز جمع کر لگا اور خدا کی راہ میں نہ خرچ کر لگا  
سب کا ایک حکم ہے۔

دیکھئے اس طرح دین خدا کی حفاظت ہوتی ہے جسکی ابتدا جناب سیدہ صلوات  
اللہ وسلامہ علیہا سے ہوئی کہ آنے محض اس غرض سے کہ دین خدا قائم ہو ان سب  
صعوبات کو اختیار کیا کہ وصیت کر گئیں یہ لوگ کوئی شریک جنازہ نہ پڑھا اور خاتم  
اسکا جناب سید الشہداء نے کہ بلا میں کر دیا کہ تمام دنیا کو معلوم ہو گیا اسلام کس کا نام  
تفسیر طبری میں ہے کہ ایک شخص صحابہ سے جو اصحاب سفہ سے تھا (یعنی فقراء)۔  
اصحاب سے تھا جنگی اوقات بسری محض رسول اللہ کے عطیہ نہ تھی) مراوا و سکی  
چادر میں ایک دینار ملا حضرت نے فرمایا کہ یہ جہنم کا ایک داغ ہے دوسرے صحابی  
کی چادر میں دو دینار تھا تو حضرت نے فرمایا یہ دو داغ ہر مسئلہ جلد ۱۰

اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ رسول اللہ کو اتنا مال بھی رہنا گوارا نہ تھا۔ اور  
صحابہ کی اس کے مقابلہ میں یہ کوشش تھی کہ کسی طرح مال و دولت جمع کرنے کی  
اجازت مل جائے جسکے لئے یہ سب سامان کیا گیا کہ خود قرآن میں تحریف کرنے کے  
افسوس کہ پوجہ اختصار اس سے زیادہ ہم نہیں کہہ سکتے ورنہ ہزاروں فواید  
تھے اور صد ہا اوقات جس سے کلام خدا و منکوم من یزید الدینا کی بخوبی تصدیق  
ہو جاتی کہ یہ صحابہ کیسے حریص تھے دنیا پر اور مال و دولت کے کد رہے طرح تھے  
اوسے ورنہ شور میں ہے و اخراج البجادی و مسلو عن الاحنف بن قیس قال  
جلسنا معی ملاہن قریش فجاء رجل حشش الشعر والیثاب والہیحد حتی  
قام علیہم فسلم ثم قال بشرا انکم انزین برصف یحیی علیہ فی نار جہنم ثم

یوضع علی حملہ ثدی احدہم حتی یرج من کتفہ ویوضع علی فخذ کتفہ  
 حتی یرج من حملہ فیستدلل ثم ولی وجلس الی ساریہ وبتبعہ وجلس  
 الیہ وانکادری من ہو فقلت لا اری القوم الا قد کرہوا ما قلت قال  
 انہم لا یعقلون شیئا قال لی خلیلی قلت من خلیک قال النبیؐ ابصر احدا  
 قلت نعم قال ما احب ان یکون لی مثل احد ذہبا الفقه کلہ الاثلثہ وانا ید  
 وان هو لا یعقلون انما یجمعون للدنیا واللہ لا اسألہم ولا استقلیہم  
 عن دین حتی الحق اللہ عز وجل ص ۳۳۳

یعنی بخاری مسلم نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے کہ ہم گروہ قریش میں  
 بیٹھے تھے کہ ایک شخص بال کا کڑہ پھنچے ہوئے آیا اور کہا کہ بشارت دو خزانہ جمع  
 کر نیوالوں کو کہ بروز قیامت آتش جہنم اوسکے سینہ پر رکھی جائیگی جو پشت سے  
 نکلیں گی اور پشت پر رکھی جائیگی جو سینہ سے نکلیں گی۔ اسکے بعد وہ شخص جا کر ایک  
 ستون کے پاس بیٹھ گیا ہم بھی اوسکے پاس جا کر بیٹھے اور نہ پہچانتے تھے کہ یہ  
 کون ہے پھر ہم نے کہا کہ قوم نے تمہارے کلام کو کر وہ جانا۔ اوسنے کہا یہ سب یعقل  
 ہیں ہمارے خلیل نے ہر کوئی خبر دی ہے پوچھا تمہارا خلیل کون تھا کہا رسول اللہ  
 ہمارے غرض اس روایت صرف اس قدر ہے کہ ہزاروں صحابہ کا مجمع ہے  
 اوسکے سامنے حضرت ابوذرؓ حدیث رسول اللہ بیان کر رہے ہیں مگر کچھ اس کے  
 کہ دل لگا کر سنتے اوس کلام سے نفرت کر رہے ہیں اور کوئی سننے کا روادار  
 نہیں ہے۔ پھر بتائے ایسے صحابہ کیونکر ہادی قوم ہو سکتے ہیں اور اونی ہدایت بخیر  
 اسکے کیلو سکتی ہو کہ جہاں تک ہو سکے مال دنیا جمع کر دے یہی دنیا ہے جو کچھ ہے۔  
 اب تو آپ کو ابھی طرح معلوم ہو گیا کہ ان صحابہ نے جو کچھ مخالفت رسول اللہ کی دربارہ  
 خلافت یا بھیز لشکر اسامہ وہ سب اسی غرض سے کہ دینا ہاتھ لگے کیونکہ جب اس  
 مال دنیا کے لئے ادھون نے صریح حکم خدا و رسول میں ایسی مخالفت کی کہ پہلے  
 تحریف کرنا چاہا کہ واو لگا لیں جب اوسمیں کامیابی نہ ہوئی تو معنی میں تحریف



کیا جسکے لئے حضرت ابو ذر کی وہ نوبت ہوئی اور آخر کو مسخ قرار دیا تو انکی نسبت  
اسمیں کب شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ معاندانہ و عائدانہ کارروائی تھی۔

دوسرا او اب یہاں آپ کو ہم دوسرے واو کی حالت بھی دکھاتے ہیں کیونکہ اس  
سورہ برات کے متناہین یہ آیت ہے وَالشَّاقِقُونَ الْاُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ فِي

الْاَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَاَعَدَّ اللَّهُ  
جَنَّةً تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا اَبَدَ ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔

یعنی جو لوگ مہاجرین و انصار میں سبقت کرنے والے ہیں۔ اور جنہوں نے ایک دوسرے  
سے انکی پیروی کی خداون سے راضی ہے اور وہ خدا سے خوش ہیں اور ان  
لئے بہشت طیار کی ہیں جنکے نیچے نہرین جاری ہیں کہ ہمیشہ رہیں گے ان میں یہ  
فوز عظیم ہے۔

اس آیت میں خدا نے سابقین مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے اور اولوں کو  
کی جو انکی پیروی کریں انکی میں۔ عمر صاحب نے اس میں سے واو (والذین)

کا اور انا چاہا جسکی غرض یہ تھی کہ یہ آیت بھی صفت ہو مہاجرین و انصار کی تابعین  
معلوم ہو کہ وہی لوگ اتباع بہ احسان کرنے والے ہیں۔ اسمیں بھی ابی بن کعب  
کو بڑی سختی سے کام لینا پڑا۔

چنانچہ درثور میں ہے ان عمر بن الخطاب قرء وَالشَّاقِقُونَ الْاُولُونَ مِنَ  
الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ فَرَفَعَ الْاَنْصَارُ وَلَمْ يَلْحَقْ  
الْوَاوِي الذِّينَ فَقَالَ زَيْدٌ ثَابِتٌ وَالَّذِينَ فَقَالَ عُمَرُ الذِّينَ فَقَالَ زَيْدٌ  
امِيرُ الْمُؤْمِنِينَ اَحْلَمَ فَقَالَ عُمَرُ وَاسْتَوَى بَابِي بَنَ كَعْبٍ فَاتَاهُ فَسَالَهُ عَنْ ذَلِكَ  
فَقَالَ ابِي وَالَّذِينَ فَقَالَ عُمَرُ لَنَعْمَ اَذُنَ قَتَابِعَ اَبِيَا۔

واخرج ابو الشَّيْخِ عَنْ اسامه و محمد بن ابراهيم الليثي قال عمر بن الخطاب  
برجل وهو يقرء وَالشَّاقِقُونَ الْاُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِينَ  
اتَّبَعُوهُمْ بِاِحْسَانٍ فَوُفِّتَ عُمَرُ فَلَمَّا اَضْرَفَ الرَّجُلُ قَالُ مِنْ اَقْرَعِ لِهَذَا

قال اقرع بنہابی بن کعب قال فالطلق الیہ فالطلقنا الیہ فقال یا ابا المنذر  
 اخبرنی ہذا انک اقرعہ ہذہ الایۃ قال صدق تلقیتہا من فی رسول  
 اللہ قال عمر انت تلقیتہا من فی رسول اللہ فقال فی الثلثۃ وہو  
 غضبان نعم واللہ لقد انزلہا اللہ علی جبریل وانزلہا جبریل علی قلب  
 محمدؐ ولم یستامر فیہا الخطاب ولا ابنہ فخرج عمر رافعا یدہ وہو یقول  
 اللہ اکبر اللہ اکبر ص ۲۷۹

یعنی عمر اس آیہ کو و او نکال کر پڑھتے تھے و السابقون الاولون من  
 المهاجرین والانصار الذین اتبعوہم باحسان تاکہ یہ ساری صفتیں مجاہدین  
 و انصار کی قرار یابن (اور و او کو الذین میں نہیں ملاتے تھے۔ زید نے کہا و  
 الذین پڑھو عمر نے کہا انہیں الذین زید نے کہا امیر المؤمنین زیادہ عالم ہیں۔ عمر نے  
 ابی کو بلا بھیجا تو ابی نے آکر کہا و الذین صحیح ہے۔

اسامہ و محمد بن ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ عمر نے جب و الذین اتبعوہم  
 کو پڑھتے سنا تو پوچھا کس نے اسطرح پڑھایا ہے کہا ابی بن کعب نے عمر ابی کے  
 بیان گئے اور پوچھا ابی نے کہا ہاں یونہی ہی رسول اللہ کے منہ سے سنا۔ عمر نے  
 کہا خود تھے حضرت کے منہ سے سنا ابی نے دو مرتبہ کہا ہاں تیسری مرتبہ کہا قسم خدا کی خدا نے  
 اسی طرح جبریل پر نازل کیا۔ اور جبریل نے اسی طرح رسول اللہ کے قلب پر نازل کیا۔  
 اس میں نہ خطاب سے اس سے مشورہ لیا نہ اس سے بیٹے (عمر) سے پس نکلے وہاں سے  
 عمر اللہ اکبر اللہ اکبر کہتے ہوئے۔

یہ دو نور وایتین جو صرف ایک حرف و او سے متعلق ہیں انکو بتا دیگی کہ قرآن  
 میں تحریف کرنا کیسا آسان تھا کہ ہر جاہل نے جو قرآن کو کبھی پڑھا بھی نہ تھا جب چاہا  
 تحریف کر دیا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک حرف کے نکال دینے سے معنی میں کیا خرابی پڑ سکتی ہو۔  
 اور پھر دیکھنے میں نہ وضاحت و بلاغت جاتی ہے نہ کسی طرح کی بے ربطی پیدا ہوتی ہے۔

ہجیرت بھی معلوم ہوا کہ ابی بن کعب وغیرہ جو مسلم قاری و حافظ قرآن تھے۔ کیوں اس مجمع سے علیحدہ کیے گئے کیونکہ آپ نے دیکھ لیا انہوں نے عمر سے کس طرح سختی سے کلام کیا اور عثمان کے مقابلہ میں تو کوار ہی نکالنے کی ضرورت پڑی تھی۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ زید بن ثابت کیسے خوشامدی تھے جو کہدیا کرتے امیرالمومنین علی اب آپ ہی نتیجہ نکال لیجئے کہ ابی بن کعب ابن مسعود کو نکال کر زید بن ثابت سے لکھو انا اور اون کی ماتحتی میں چند لوگوں کو جو بنی امیہ کے لکھنے کے لئے دینا کس غرض سے تھا۔ کیونکہ آپ نے ان روایات میں دیکھ لیا ہے نہ کبھی باقاعدہ قرآن کی صحت کی گئی نہ اسکا کوئی انتظام تھا۔ بلکہ اتفاقاً عمر نے سن لیا اور ابی کو بلا کر اون سے کج بحثی شروع کی۔ اسی طرح عہد عثمان میں اتفاقاً ابی آگئے تھے جو الذین یکنزوا الذہب والفضة کا واقعہ ہوا۔ ورنہ عثمان وغیرہ نے تو اس آیت کو پوری طور سے متعلق بہ اہل کتاب کر دیا تھا۔

عمر نے بھی جس واوکوز راہ بددیانتی نکالنا چاہا اوس میں ابی سے سخت مناظرہ ہوا کیونکہ اوسی درمنور میں ہے قال عمر انت اقرب ت حد اھذہ کلا یتھلکذا قال نعم قال سمعتہا من رسول اللہ قال نعم قال لقد کنت اری انا رضعنا سبعة لایبلغنا احدنا بعد فاقال ابی تصدیق ذلک فی اول سورۃ الجمعۃ واخرین منهم لما یلحقوا بہم و فی سورۃ الحشر والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان و فی الانفال واللہ امنوا وھاجروا وجاهدوا معکم فاللک منکم ص ۲۷۹

کہ عمر نے پوچھا کیا تھے اس آیت کو اس طرح پڑھایا ہے کیا تھے اسی طرح سنا ہے رسول اللہ سے تو ابی نے کہا ہاں۔ عمر نے کہا ہم جانتے تھے کہ خدا نے ہمارے لئے جو چیزیں دی ہیں وہ لوگ جو بعد ان کے آئے اور کہتے ہیں کہ خدا یا بخشدے ہمارے اور ہمارے اون بہائیوں کو

جنہوں نے ہمہ سبقت کی بہ ایمان اور سورہ انفال میں ہے والذین آمنوا وجاهدوا  
وجاہدوا معکم فاللک منکم۔

ابو اجمعی طرح معلوم ہوا کہ عمر صاحب نے جو اس واد کو لگا لاکھ تو صرف اس غرض سے  
کہ سابقین مہاجرین و انصار کی فضیلت ثابت ہو کہ دوسرا کوئی انکی ہمسری نہ کر سکے۔  
مگر آپ نے نہ صرف قرأت رسول سے اسکو باطل کیا۔ بلکہ کئی آیتیں پڑھ کر اسکے سنا کر  
جن سے عمر صاحب ناواقف بلکہ جاہل مطلق تھے۔

جس خیال سے عمر صاحب نے یہ کارروائی کی تھی۔ اسکو یہ نہ سمجھے گا کہ وہ مٹ گئی  
ہو۔ بلکہ الحسن بن علی نے وہ خیال اسی طرح قائم ہے چنانچہ اسی درشتور میں ہر عن  
ابی صخر حمید بن زیاد قال قلت لعمد بن کعب القرطبی اخبرنی عن اصحاب  
رسول اللہؐ واما رید الفتن۔ فقال ان اللہ قد عفر لجمع اصحاب النبیؐ  
واجب لہم الجنة فی کتابہ حسنہم و مسیئہم قلت له فی اہی موضع  
واجب اللہ لہم الجنة فی کتابہ قال الا تفرء والسابقون الاولون الایہ  
واجب لجمع اصحاب النبیؐ الجنة والرضوان و شرط علی التابعین شرط  
لم یشرطہ منہم قلت وما اشرط علیہم قال اشرط علیہم ان یتبعوہم  
باحسان یقول یتقدواہم فی اعمالہم الحسنۃ ولا یتقدون جہم فی غیر  
ذلک قال ابو صخر فواللہ لکافی لہما قرءہا قبل ذلک وما عرفت تفسیرہا

حتی قرء علی محمد بن کعب ۲۷

یعنی ابو صخر نے محمد بن کعب سے پوچھا کہ ہکو اصحاب رسول سے خبر دو۔ مقصود میرا  
زمانہ فتنہ سے تھا محمد بن کعب نے کہا کہ خدا نے تمامی اصحاب رسول کی مغفرت کی اور  
جنت کو اونکے لئے واجب کیا خواہ نیکو کار ہوں یا بدکار۔ میں نے پوچھا کہ کہاں خدا نے  
سب کی مغفرت کا وعدہ کیا ہے تو محمد بن کعب نے کہا آیہ والسابقون الاولون  
کو نہیں پڑھتا کہ خدا نے کل صحابہ کے لئے جنت و رضوان کو واجب کیا ہے اور تابعین پر  
وہ شرط لگائی ہے جو صحابہ پر نہیں ہے میں نے پوچھا کہ وہ کون سی شرط ہے کہا کہ صحابہ کی تقلید

اعمالِ حسنہ میں۔ ابو صفحہ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر سن کر ہلکے یہ معلوم ہوا کہ کبھی اس آیت کو پہنچنے پر پہلی نہیں تھا۔

اب ناظرین! انصاف غور کریں کہ کہاں تو وہ بیان ہوتا ہے کہ یہ سورہ عذاب کا نام سورہ فافضہ ہے جسے کسی کو بے فضیحت کے چھوڑا نہیں۔ اور کہاں یہ دعویٰ کہ اس آیت نے تمامی صحابہ کے معفرت کی ضمانت کر لی ہے خواہ نیکو کار ہوں خواہ بدکار۔ یعنی مومن منافی سب بخشدے گئے۔ کہئے اس سے بڑھ کر قرآن کی کیا مخالفت ہو سکتی ہے؟ کہ خدا تو اس سورہ کے ذریعہ سے تمامی صحابہ کو فضیحت کرے اور محمد بن کعب قرطبی یہ دعویٰ کریں کہ سب صحابہ بخشدے گئے خواہ وہ نیک ہوں یا بد۔

خدا تو سابقوں اور لوں مہاجرین سے وعدہ معفرت کرتا ہے جس میں بحرِ جناب آئیں و نہشت خدیجہ کوئی داخل ہی نہیں۔ کیونکہ یہی دو بزرگ ایسے ہیں جو سب سے پہلے مشرف بہ ایمان ہوئے۔

اور محمد بن کعب سب صحابہ کو اسمین داخل کرتے ہیں خواہ نیک ہوں یا بد جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکی اصطلاح نہیں بلکہ لغت میں صحابہ و سابقوں اور لوں مہاجرین الفاظ مترادف سے ہیں۔ حالانکہ سب جانتے ہیں سابقوں کے معنی مسبقیت کرنے والے اور اولوں کے معنی اول لوگ یعنی جنہوں نے مسبقیت میں بھی شرف اولیت حاصل کیا اونکے بخشنے کا خدا نے وعدہ کیا ہے اب انکے نزدیک جتنے صحابہ تھے خواہ مومن ہوں یا منافق سب ہی سابقین اولین مہاجرین تھری خدا رحم کرے ایسے فہم پر جو اس طرح قرآن کو غارت کرتے ہیں۔

۳۵۔ ان عدد الشہور عند اللہ اثنتی شہرا۔ یعنی مہینوں کا شمار خدا کے نزدیک بارہ ہے کتاب خدا میں جبر و زید کیا خدا نے آسمان و زمین کو حسین چار مہینہ حرام میں (یعنی تعظیم کے) یہی دینِ قیم ہے۔ اسمین تم ظلم نہ کرو اپنی نفسونیر۔ اور تم سب مشرکوں سے طوطی جیسا کہ وہ تم سے سب لڑتے ہیں اور جان رکھو کہ خدا متقین کے ساتھ ہے۔



منسوخ وكان عطا يحلف بالله ما يحل القتال في الشهر الحرام ولا تنقض من غريم

شئ من قبله اول مطبوع مصر

یعنی اسمین تو اختلاف نہیں کہ اگر کفار لڑنا شروع کر دیں تو اون سے لڑنا جائز ہے اختلاف اسمین ہے کہ اون سے ابتداء جنگ کرنا جائز ہے یا نہیں چھوہ نے اسکو جائز کہا ہے اور کہتے ہیں کہ حرمت قتال منسوخ ہے یہی مذہب آلہ اربعہ ہے مگر عطا وغیرہ اسکے قائل ہیں کہ یہ آیہ ثابت ہے اور منسوخ نہیں ہے اور عطا تو اس پر حلف لیتے تھے کہ ماہ حرام میں جنگ کرنا حرام ہے کسی طرح جائز نہیں اور نہ یہ آیہ کسی طرح منسوخ ہوا۔

اس سے آپکو معلوم ہو گیا کہ ایسا حکم صحیح قرآن میں موجود ہے۔ مگر اس پر بھی اس قدر اختلاف کیا گیا۔ بلکہ میری مخالفت کہ جمہور اور آلہ اربعہ اسی کے قائل ہیں کہ یہ آیہ منسوخ ہے جہاد کرنا جائز ہے۔

تو اب آپ ہی کہیے کہ اس عرکین کی غرض کیا ہو سکتی ہے بجز اسکے کہ اس حکم کو ایک اشتباہی حالت میں ڈال دیں۔

خود ابن القيم اس طرح فیصلہ کرتے ہیں وقال الله قتل في سورة المائدة وهي من اخرا القرآن نزولا وليس فيها منسوخ يا ايها الذين امنوا لا تحلوا شعائر الله ولا الشهر الحرام ولا الهدى ولا القلائد وقال في سورة البقرة لیساً للذين عن الشهر الحرام قتال فيه قتال فيه كبير وصد عن سبيل الله فها هنا ايتان مدنيان بينهما في النزول نحو ثمانية اعوام ومن استدل على نسخته بقوله قتل وقتلوا المشركين كافة ونحوها من العمومات فقد استدل على النسخ على الشئ بما لا يدل عليه ومن استدل عليه بان النبي بعث ابا عامر في سرية او طاس في ذي القعدة فقد استدل بغير دليل لان ذلك كان من تمام العروة التي بدا فيها المشركون بالقتال ولم يكن ابتداء منه لقتالهم في الشهر الحرام منسوخ

یعنی خداوند عالم سورہ بقرہ میں فرماتا ہے جو قرآن کا سورہ سب سے آخر میں نازل ہوا

کہ حلال کرو شکار خدا کو اور نہ ماہ حرام کو اور ہدی و قلابہ کو۔ اور سورہ بقرہ میں فرماتا ہے کہ لوگ ماہ حرام کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دو کہ اس میں قتال کرنا گناہ کبیرہ ہے اور روکنا ہے راہ خدا سے۔

یہ دو آیتیں مدنی ہیں جنہیں قریب آٹھ برس کے فرق ہے اور جو شخص آیت لکھوا المشرکین سے نسخ آیت پر استدلال کرتا ہے۔ وہ عموم آیات سے استدلال کرتا ہے حالانکہ وہ کسی طرح نسخ پر دلالت نہیں کرتا۔ اسی طرح جس نے یہ دلیل دیا کہ حضرت نے جنگ اوطاس کیلئے ابا عامر کا لشکر روانہ کیا۔ تو اسکا یہ استدلال بھی لغو ہے کیونکہ وہاں تو لڑائی پہلے سے شروع تھی۔ حضرت نے ابتدا نہیں کیا تھا۔

اب آئے سیرت صحابہ و خلفاء کو دیکھ جائے تو کہیں تکوید نہ معلوم ہوگا کہ کسی نے بھی اسکا خیال کیا ہو حالانکہ کیسے مرجع احکام اسکی حرمت کے موجود ہیں۔

مگر صرف جناب امیرؓ کیلئے جنہوں نے اسکا پورا خیال کیا اور جب تک ماہ حرام ختم نہ ہوا آپ جنگ کو روکے رہے۔ تاریخ کامل میں ہے ثودخلت سنة سبع و ثلاثين ذكرتمنا مرصفين في هذه السنة في الحرم من اجرت مواد عہ بین علی ومعوية تواد عا علی ترك الحرب بيننا حتى ينقضي الحرم طمعا في الصلح صلحا جلد ۳

یعنی سترہ کے ماہ محرم میں حضرت علیؓ ومعویہؓ میں اسکا مودعہ ہوا کہ تا ماہ محرم لڑائی موقوف رہے اس امید پر کہ شاید صلح ہو جائے۔

فلما انسح الحرم امر علی مناديا فنادی یا اهل الشام یقول لکم امیر المؤمنین قد استند متکم لتراجعوا الحق وتبیلوا الیه فلم تتموا عن طغیانکم ولوجوب الی الحق وانی قد بذلت الیکم علی سواء واللہ لا یحب الخائنین۔ فاجتمع اهل الشام الی امراءهم وروسائهم وخرج معویہ وعمر ویکتبان الکتاب ویتعیان الناس وکذا لک امیر المؤمنین وقال للناس لا تقتلوا هم حتی یتأمنوا فأتکم فأنتم حیدر اللہ علی حجة وترکم قتالهم حجة اخرى فاذا هم مقهور



فَلَا تَقْتُلُوا مَن دَبَّرَ الْأَمْرَ وَأَعْلَىٰ جَمْعٍ وَلَا تَكْتُمُوا عَمْرُؤَهُ وَلَا تَقْتُلُوا نَفْسَهُ  
وَأَذَا وَصَلْتُمْ إِلَىٰ سِرِّهِمْ فَلَا تَهْتَكُوا سِرَّهُمْ وَلَا تَدْرُسُوا خُلُوفَهُمْ وَلَا تَأْخُذُوا  
شَيْئًا مِنْ أَمْوَالِهِمْ وَلَا تَقْبِضُوا مَرْءَهُمْ شَتْمًا أَوْ عَرَصًا كَمَا وَسَّيْنَا لَكُمْ  
وَصَلَحًا كَمَا هُمْ مِنْ صُنْعِ الْقَوَىٰ وَلَا فَنَسْ وَكَانَ يَهْتَلُ هَذَا الْمَعْلَىٰ لَمَعًا  
فِي كُلِّ مَوْطَلٍ مَّثَلًا

یہی جب ہینہ حرم کا تم پہا تو حضرت نے منادی کو حکم دیا کہ اہل شام کو ندا دے کہ امیر المؤمنین  
کہتے ہیں مجھے تمکو اسی لئے کہلت دی کہ حق کو پہچانو اور اوسکی طرف رجوع کرو۔ مگر تم اپنی سرکشی  
و طعنان سے نہ باز آئے اور پینے تلگو گون کی طرف ڈالا برابر اور خدا نہیں دوست رکھتا  
خائنوں کو اسکے بعد جمع ہوئے اہل شام اپنے امر اور وسائی طرف اور عویہ و عمر عامس  
اپنا لشکر درست کرنے لگے ادھر حضرت نے بھی اپنا لشکر مرتب کیا اور فرماتے تھے کہ دیکھو  
جنگ وہ لوگ ابتداً جنگ نہ کریں تم پیش قدمی نہ کرنا کیونکہ مجھ اور تم حق پر ہو اور تمہارے  
ترک قتال نے اور بھی حجت کو تمام کیا۔ جب تم اونکو بیزیت دو تو بھانسنے والے کا عقاب  
نکرا۔ زخمی پر تلوار نہ اوٹھانا۔ کوئی اگر کنارہ ٹیٹا ہو یا خلوت میں ہو تو اوپر حملہ نہ کرنا۔  
کسی مقتول کا مثلہ نہ کرنا۔ اگر تم انکے مال و اسباب تک پہنچو تو پرہیز نہ اوٹھانا۔ کسی  
گھر میں نہ جانا۔ کسی کا مال نہ لینا۔ کسی عورت پر ہاتھ نہ اوٹھانا اگرچہ وہ گالی دین تلگو  
یا تمہاری امر اور وساکو کیونکہ وہ قوی اور نفس کی راہ سے ضعیف ہیں۔ حضرت جس  
طرف تشریف لیا تے ہی کلمات اپنے اصحاب سے فرماتے۔

ہماری عمر صرف اس جملہ سے ہے کہ بحال ماہ حرم حضرت نے جنگ کو موقوف کر دیا  
تھا حالانکہ جنگ پہلے سے قائم تھی اور جب جہاد کا حکم بھی دیا تو یہ فرمایا کبھی تم ابتداً جنگ  
نہ کرنا۔ جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اسلام میں اگر اس حکم حکم قرآن کی تعمیل کی گئی تو صرف  
جناب امیر کی بدولت ورنہ صحابہ المسنت نے تو اس حکم کو اس طرح شایا تھا کہ باوجودیکہ  
قرآن میں مکرر تاکید اسکی موجود ہے مگر کل صحابہ نے بلکہ اللہ ارہمہ نے اوسکو متروک بلکہ نسخ  
قرار دیا۔ تو اب کسکو اس میں شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح سے اس آیت کو ایسی طرح پرکھا

کہ حکم حکم اسکا مستحب ہو جائے۔

اب جناب امیر نے جو قواعد جنگ سکھائے ہیں اونکے مقابلہ میں خلیفہ اول کے فرمان کو بھی سنیجے جس سے معلوم ہو کہ درجہ کی رقم دلی اونکے دل میں بھری تھی۔

تاریخ خمیس میں ہے کہ ابو بکر نے خالد بن ولید کو خط لکھا تھا ان اطعوا الله باهل البیت  
فایاک والابناء علیہم اجمعہ علی جریحہم واطلب مدبرہم وامل اسیرہم علی

السیف وھول فیھو القتل و اھرقھو بالنار و ایاک ان تحالف امری ص ۲۲۲ ج ۲  
یعنی اگر خدا تجھے ظفر دے اہل بیت پر تو ہرگز اون میں سے کسی کو نہ چھوڑنا نہ جو کو قتل  
کرنا بھاگے ہو وں کی تلاش کرنا قیدیوں کو قتل کرنا اور آگ سے جلادینا خبردار  
میرے حکم کے خلاف نہ کرنا پھر اسی تاریخ خمیس میں ہے خان اطہر علیہ السلام  
اقتداء اللہ و اسکنہ منہم خلیفہ کلہم بالسناح و لیجرحھو بالنار و لا یستبق منہم

احد ام ۲۲۵ جلد ۲

یعنی اگر خالد کو اون پر ظفر حاصل ہو تو قتل عام کریں۔ سکو آگ سے جلاؤں کیسکو زندہ  
نہ چھوڑیں۔ اگر اس سے زیادہ تفصیل درکار ہو تو تنقید بخاری حصہ دوم میں احادیث  
ص ۳۲۷ ملاحظہ فرمائیں۔

(دعا) یا ایھذا الذین امنوا یعنی اسے مومنوں کو کیا ہوا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا  
خدا کی راہ میں جہاد کے لئے نکلو تو تم زمین پر بوجھل ہوئے جاؤ گے جو کیا تم آخرت کی  
منعتو کو چھوڑ کر دنیا کی زندگی پر خوش ہو بیٹھے ہو دنیا کی زندگی کے فائدے تو آخرت  
کے مقابلہ میں بہت کم ہیں۔

(۳۹) لا تقنوا و ایضا بکوعد ابنا الیما اگر تم جہاد کے لئے نہ نکلو گے تو خدا اترے مذاہب  
کرے گا اور دوسری قوم کو تم سے بدلے دیگا اور تم خدا کا کچھ ضرر نہیں کر سکتے خدا ہر شے  
پر قادر ہے۔

اس آیت کو مٹا سے ملا و مہین مہینہ کی گھٹ بڑھ کو ترقی کھڑتا ہے تو تم خود سچہ  
لوگے کہ کسی طرح کار بطنین بخلات اسے اگر مٹا و ۳۹ و ۳۰ و ۳۱ و ۳۲ و ۳۳ و ۳۴ و ۳۵ و ۳۶ و ۳۷ و ۳۸ و ۳۹ و ۴۰ و ۴۱ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۴۵ و ۴۶ و ۴۷ و ۴۸ و ۴۹ و ۵۰ و ۵۱ و ۵۲ و ۵۳ و ۵۴ و ۵۵ و ۵۶ و ۵۷ و ۵۸ و ۵۹ و ۶۰ و ۶۱ و ۶۲ و ۶۳ و ۶۴ و ۶۵ و ۶۶ و ۶۷ و ۶۸ و ۶۹ و ۷۰ و ۷۱ و ۷۲ و ۷۳ و ۷۴ و ۷۵ و ۷۶ و ۷۷ و ۷۸ و ۷۹ و ۸۰ و ۸۱ و ۸۲ و ۸۳ و ۸۴ و ۸۵ و ۸۶ و ۸۷ و ۸۸ و ۸۹ و ۹۰ و ۹۱ و ۹۲ و ۹۳ و ۹۴ و ۹۵ و ۹۶ و ۹۷ و ۹۸ و ۹۹ و ۱۰۰ و ۱۰۱ و ۱۰۲ و ۱۰۳ و ۱۰۴ و ۱۰۵ و ۱۰۶ و ۱۰۷ و ۱۰۸ و ۱۰۹ و ۱۱۰ و ۱۱۱ و ۱۱۲ و ۱۱۳ و ۱۱۴ و ۱۱۵ و ۱۱۶ و ۱۱۷ و ۱۱۸ و ۱۱۹ و ۱۲۰ و ۱۲۱ و ۱۲۲ و ۱۲۳ و ۱۲۴ و ۱۲۵ و ۱۲۶ و ۱۲۷ و ۱۲۸ و ۱۲۹ و ۱۳۰ و ۱۳۱ و ۱۳۲ و ۱۳۳ و ۱۳۴ و ۱۳۵ و ۱۳۶ و ۱۳۷ و ۱۳۸ و ۱۳۹ و ۱۴۰ و ۱۴۱ و ۱۴۲ و ۱۴۳ و ۱۴۴ و ۱۴۵ و ۱۴۶ و ۱۴۷ و ۱۴۸ و ۱۴۹ و ۱۵۰ و ۱۵۱ و ۱۵۲ و ۱۵۳ و ۱۵۴ و ۱۵۵ و ۱۵۶ و ۱۵۷ و ۱۵۸ و ۱۵۹ و ۱۶۰ و ۱۶۱ و ۱۶۲ و ۱۶۳ و ۱۶۴ و ۱۶۵ و ۱۶۶ و ۱۶۷ و ۱۶۸ و ۱۶۹ و ۱۷۰ و ۱۷۱ و ۱۷۲ و ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ و ۱۷۶ و ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹ و ۱۸۰ و ۱۸۱ و ۱۸۲ و ۱۸۳ و ۱۸۴ و ۱۸۵ و ۱۸۶ و ۱۸۷ و ۱۸۸ و ۱۸۹ و ۱۹۰ و ۱۹۱ و ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۴ و ۱۹۵ و ۱۹۶ و ۱۹۷ و ۱۹۸ و ۱۹۹ و ۲۰۰ و ۲۰۱ و ۲۰۲ و ۲۰۳ و ۲۰۴ و ۲۰۵ و ۲۰۶ و ۲۰۷ و ۲۰۸ و ۲۰۹ و ۲۱۰ و ۲۱۱ و ۲۱۲ و ۲۱۳ و ۲۱۴ و ۲۱۵ و ۲۱۶ و ۲۱۷ و ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۰ و ۲۲۱ و ۲۲۲ و ۲۲۳ و ۲۲۴ و ۲۲۵ و ۲۲۶ و ۲۲۷ و ۲۲۸ و ۲۲۹ و ۲۳۰ و ۲۳۱ و ۲۳۲ و ۲۳۳ و ۲۳۴ و ۲۳۵ و ۲۳۶ و ۲۳۷ و ۲۳۸ و ۲۳۹ و ۲۴۰ و ۲۴۱ و ۲۴۲ و ۲۴۳ و ۲۴۴ و ۲۴۵ و ۲۴۶ و ۲۴۷ و ۲۴۸ و ۲۴۹ و ۲۵۰ و ۲۵۱ و ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۵۴ و ۲۵۵ و ۲۵۶ و ۲۵۷ و ۲۵۸ و ۲۵۹ و ۲۶۰ و ۲۶۱ و ۲۶۲ و ۲۶۳ و ۲۶۴ و ۲۶۵ و ۲۶۶ و ۲۶۷ و ۲۶۸ و ۲۶۹ و ۲۷۰ و ۲۷۱ و ۲۷۲ و ۲۷۳ و ۲۷۴ و ۲۷۵ و ۲۷۶ و ۲۷۷ و ۲۷۸ و ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲ و ۲۸۳ و ۲۸۴ و ۲۸۵ و ۲۸۶ و ۲۸۷ و ۲۸۸ و ۲۸۹ و ۲۹۰ و ۲۹۱ و ۲۹۲ و ۲۹۳ و ۲۹۴ و ۲۹۵ و ۲۹۶ و ۲۹۷ و ۲۹۸ و ۲۹۹ و ۳۰۰ و ۳۰۱ و ۳۰۲ و ۳۰۳ و ۳۰۴ و ۳۰۵ و ۳۰۶ و ۳۰۷ و ۳۰۸ و ۳۰۹ و ۳۱۰ و ۳۱۱ و ۳۱۲ و ۳۱۳ و ۳۱۴ و ۳۱۵ و ۳۱۶ و ۳۱۷ و ۳۱۸ و ۳۱۹ و ۳۲۰ و ۳۲۱ و ۳۲۲ و ۳۲۳ و ۳۲۴ و ۳۲۵ و ۳۲۶ و ۳۲۷ و ۳۲۸ و ۳۲۹ و ۳۳۰ و ۳۳۱ و ۳۳۲ و ۳۳۳ و ۳۳۴ و ۳۳۵ و ۳۳۶ و ۳۳۷ و ۳۳۸ و ۳۳۹ و ۳۴۰ و ۳۴۱ و ۳۴۲ و ۳۴۳ و ۳۴۴ و ۳۴۵ و ۳۴۶ و ۳۴۷ و ۳۴۸ و ۳۴۹ و ۳۵۰ و ۳۵۱ و ۳۵۲ و ۳۵۳ و ۳۵۴ و ۳۵۵ و ۳۵۶ و ۳۵۷ و ۳۵۸ و ۳۵۹ و ۳۶۰ و ۳۶۱ و ۳۶۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴ و ۳۶۵ و ۳۶۶ و ۳۶۷ و ۳۶۸ و ۳۶۹ و ۳۷۰ و ۳۷۱ و ۳۷۲ و ۳۷۳ و ۳۷۴ و ۳۷۵ و ۳۷۶ و ۳۷۷ و ۳۷۸ و ۳۷۹ و ۳۸۰ و ۳۸۱ و ۳۸۲ و ۳۸۳ و ۳۸۴ و ۳۸۵ و ۳۸۶ و ۳۸۷ و ۳۸۸ و ۳۸۹ و ۳۹۰ و ۳۹۱ و ۳۹۲ و ۳۹۳ و ۳۹۴ و ۳۹۵ و ۳۹۶ و ۳۹۷ و ۳۹۸ و ۳۹۹ و ۴۰۰ و ۴۰۱ و ۴۰۲ و ۴۰۳ و ۴۰۴ و ۴۰۵ و ۴۰۶ و ۴۰۷ و ۴۰۸ و ۴۰۹ و ۴۱۰ و ۴۱۱ و ۴۱۲ و ۴۱۳ و ۴۱۴ و ۴۱۵ و ۴۱۶ و ۴۱۷ و ۴۱۸ و ۴۱۹ و ۴۲۰ و ۴۲۱ و ۴۲۲ و ۴۲۳ و ۴۲۴ و ۴۲۵ و ۴۲۶ و ۴۲۷ و ۴۲۸ و ۴۲۹ و ۴۳۰ و ۴۳۱ و ۴۳۲ و ۴۳۳ و ۴۳۴ و ۴۳۵ و ۴۳۶ و ۴۳۷ و ۴۳۸ و ۴۳۹ و ۴۴۰ و ۴۴۱ و ۴۴۲ و ۴۴۳ و ۴۴۴ و ۴۴۵ و ۴۴۶ و ۴۴۷ و ۴۴۸ و ۴۴۹ و ۴۵۰ و ۴۵۱ و ۴۵۲ و ۴۵۳ و ۴۵۴ و ۴۵۵ و ۴۵۶ و ۴۵۷ و ۴۵۸ و ۴۵۹ و ۴۶۰ و ۴۶۱ و ۴۶۲ و ۴۶۳ و ۴۶۴ و ۴۶۵ و ۴۶۶ و ۴۶۷ و ۴۶۸ و ۴۶۹ و ۴۷۰ و ۴۷۱ و ۴۷۲ و ۴۷۳ و ۴۷۴ و ۴۷۵ و ۴۷۶ و ۴۷۷ و ۴۷۸ و ۴۷۹ و ۴۸۰ و ۴۸۱ و ۴۸۲ و ۴۸۳ و ۴۸۴ و ۴۸۵ و ۴۸۶ و ۴۸۷ و ۴۸۸ و ۴۸۹ و ۴۹۰ و ۴۹۱ و ۴۹۲ و ۴۹۳ و ۴۹۴ و ۴۹۵ و ۴۹۶ و ۴۹۷ و ۴۹۸ و ۴۹۹ و ۵۰۰ و ۵۰۱ و ۵۰۲ و ۵۰۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵ و ۵۰۶ و ۵۰۷ و ۵۰۸ و ۵۰۹ و ۵۱۰ و ۵۱۱ و ۵۱۲ و ۵۱۳ و ۵۱۴ و ۵۱۵ و ۵۱۶ و ۵۱۷ و ۵۱۸ و ۵۱۹ و ۵۲۰ و ۵۲۱ و ۵۲۲ و ۵۲۳ و ۵۲۴ و ۵۲۵ و ۵۲۶ و ۵۲۷ و ۵۲۸ و ۵۲۹ و ۵۳۰ و ۵۳۱ و ۵۳۲ و ۵۳۳ و ۵۳۴ و ۵۳۵ و ۵۳۶ و ۵۳۷ و ۵۳۸ و ۵۳۹ و ۵۴۰ و ۵۴۱ و ۵۴۲ و ۵۴۳ و ۵۴۴ و ۵۴۵ و ۵۴۶ و ۵۴۷ و ۵۴۸ و ۵۴۹ و ۵۵۰ و ۵۵۱ و ۵۵۲ و ۵۵۳ و ۵۵۴ و ۵۵۵ و ۵۵۶ و ۵۵۷ و ۵۵۸ و ۵۵۹ و ۵۶۰ و ۵۶۱ و ۵۶۲ و ۵۶۳ و ۵۶۴ و ۵۶۵ و ۵۶۶ و ۵۶۷ و ۵۶۸ و ۵۶۹ و ۵۷۰ و ۵۷۱ و ۵۷۲ و ۵۷۳ و ۵۷۴ و ۵۷۵ و ۵۷۶ و ۵۷۷ و ۵۷۸ و ۵۷۹ و ۵۸۰ و ۵۸۱ و ۵۸۲ و ۵۸۳ و ۵۸۴ و ۵۸۵ و ۵۸۶ و ۵۸۷ و ۵۸۸ و ۵۸۹ و ۵۹۰ و ۵۹۱ و ۵۹۲ و ۵۹۳ و ۵۹۴ و ۵۹۵ و ۵۹۶ و ۵۹۷ و ۵۹۸ و ۵۹۹ و ۶۰۰ و ۶۰۱ و ۶۰۲ و ۶۰۳ و ۶۰۴ و ۶۰۵ و ۶۰۶ و ۶۰۷ و ۶۰۸ و ۶۰۹ و ۶۱۰ و ۶۱۱ و ۶۱۲ و ۶۱۳ و ۶۱۴ و ۶۱۵ و ۶۱۶ و ۶۱۷ و ۶۱۸ و ۶۱۹ و ۶۲۰ و ۶۲۱ و ۶۲۲ و ۶۲۳ و ۶۲۴ و ۶۲۵ و ۶۲۶ و ۶۲۷ و ۶۲۸ و ۶۲۹ و ۶۳۰ و ۶۳۱ و ۶۳۲ و ۶۳۳ و ۶۳۴ و ۶۳۵ و ۶۳۶ و ۶۳۷ و ۶۳۸ و ۶۳۹ و ۶۴۰ و ۶۴۱ و ۶۴۲ و ۶۴۳ و ۶۴۴ و ۶۴۵ و ۶۴۶ و ۶۴۷ و ۶۴۸ و ۶۴۹ و ۶۵۰ و ۶۵۱ و ۶۵۲ و ۶۵۳ و ۶۵۴ و ۶۵۵ و ۶۵۶ و ۶۵۷ و ۶۵۸ و ۶۵۹ و ۶۶۰ و ۶۶۱ و ۶۶۲ و ۶۶۳ و ۶۶۴ و ۶۶۵ و ۶۶۶ و ۶۶۷ و ۶۶۸ و ۶۶۹ و ۶۷۰ و ۶۷۱ و ۶۷۲ و ۶۷۳ و ۶۷۴ و ۶۷۵ و ۶۷۶ و ۶۷۷ و ۶۷۸ و ۶۷۹ و ۶۸۰ و ۶۸۱ و ۶۸۲ و ۶۸۳ و ۶۸۴ و ۶۸۵ و ۶۸۶ و ۶۸۷ و ۶۸۸ و ۶۸۹ و ۶۹۰ و ۶۹۱ و ۶۹۲ و ۶۹۳ و ۶۹۴ و ۶۹۵ و ۶۹۶ و ۶۹۷ و ۶۹۸ و ۶۹۹ و ۷۰۰ و ۷۰۱ و ۷۰۲ و ۷۰۳ و ۷۰۴ و ۷۰۵ و ۷۰۶ و ۷۰۷ و ۷۰۸ و ۷۰۹ و ۷۱۰ و ۷۱۱ و ۷۱۲ و ۷۱۳ و ۷۱۴ و ۷۱۵ و ۷۱۶ و ۷۱۷ و ۷۱۸ و ۷۱۹ و ۷۲۰ و ۷۲۱ و ۷۲۲ و ۷۲۳ و ۷۲۴ و ۷۲۵ و ۷۲۶ و ۷۲۷ و ۷۲۸ و ۷۲۹ و ۷۳۰ و ۷۳۱ و ۷۳۲ و ۷۳۳ و ۷۳۴ و ۷۳۵ و ۷۳۶ و ۷۳۷ و ۷۳۸ و ۷۳۹ و ۷۴۰ و ۷۴۱ و ۷۴۲ و ۷۴۳ و ۷۴۴ و ۷۴۵ و ۷۴۶ و ۷۴۷ و ۷۴۸ و ۷۴۹ و ۷۵۰ و ۷۵۱ و ۷۵۲ و ۷۵۳ و ۷۵۴ و ۷۵۵ و ۷۵۶ و ۷۵۷ و ۷۵۸ و ۷۵۹ و ۷۶۰ و ۷۶۱ و ۷۶۲ و ۷۶۳ و ۷۶۴ و ۷۶۵ و ۷۶۶ و ۷۶۷ و ۷۶۸ و ۷۶۹ و ۷۷۰ و ۷۷۱ و ۷۷۲ و ۷۷۳ و ۷۷۴ و ۷۷۵ و ۷۷۶ و ۷۷۷ و ۷۷۸ و ۷۷۹ و ۷۸۰ و ۷۸۱ و ۷۸۲ و ۷۸۳ و ۷۸۴ و ۷۸۵ و ۷۸۶ و ۷۸۷ و ۷۸۸ و ۷۸۹ و ۷۹۰ و ۷۹۱ و ۷۹۲ و ۷۹۳ و ۷۹۴ و ۷۹۵ و ۷۹۶ و ۷۹۷ و ۷۹۸ و ۷۹۹ و ۸۰۰ و ۸۰۱ و ۸۰۲ و ۸۰۳ و ۸۰۴ و ۸۰۵ و ۸۰۶ و ۸۰۷ و ۸۰۸ و ۸۰۹ و ۸۱۰ و ۸۱۱ و ۸۱۲ و ۸۱۳ و ۸۱۴ و ۸۱۵ و ۸۱۶ و ۸۱۷ و ۸۱۸ و ۸۱۹ و ۸۲۰ و ۸۲۱ و ۸۲۲ و ۸۲۳ و ۸۲۴ و ۸۲۵ و ۸۲۶ و ۸۲۷ و ۸۲۸ و ۸۲۹ و ۸۳۰ و ۸۳۱ و ۸۳۲ و ۸۳۳ و ۸۳۴ و ۸۳۵ و ۸۳۶ و ۸۳۷ و ۸۳۸ و ۸۳۹ و ۸۴۰ و ۸۴۱ و ۸۴۲ و ۸۴۳ و ۸۴۴ و ۸۴۵ و ۸۴۶ و ۸۴۷ و ۸۴۸ و ۸۴۹ و ۸۵۰ و ۸۵۱ و ۸۵۲ و ۸۵۳ و ۸۵۴ و ۸۵۵ و ۸۵۶ و ۸۵۷ و ۸۵۸ و ۸۵۹ و ۸۶۰ و ۸۶۱ و ۸۶۲ و ۸۶۳ و ۸۶۴ و ۸۶۵ و ۸۶۶ و ۸۶۷ و ۸۶۸ و ۸۶۹ و ۸۷۰ و ۸۷۱ و ۸۷۲ و ۸۷۳ و ۸۷۴ و ۸۷۵ و ۸۷۶ و ۸۷۷ و ۸۷۸ و ۸۷۹ و ۸۸۰ و ۸۸۱ و ۸۸۲ و ۸۸۳ و ۸۸۴ و ۸۸۵ و ۸۸۶ و ۸۸۷ و ۸۸۸ و ۸۸۹ و ۸۹۰ و ۸۹۱ و ۸۹۲ و ۸۹۳ و ۸۹۴ و ۸۹۵ و ۸۹۶ و ۸۹۷ و ۸۹۸ و ۸۹۹ و ۹۰۰ و ۹۰۱ و ۹۰۲ و ۹۰۳ و ۹۰۴ و ۹۰۵ و ۹۰۶ و ۹۰۷ و ۹۰۸ و ۹۰۹ و ۹۱۰ و ۹۱۱ و ۹۱۲ و ۹۱۳ و ۹۱۴ و ۹۱۵ و ۹۱۶ و ۹۱۷ و ۹۱۸ و ۹۱۹ و ۹۲۰ و ۹۲۱ و ۹۲۲ و ۹۲۳ و ۹۲۴ و ۹۲۵ و ۹۲۶ و ۹۲۷ و ۹۲۸ و ۹۲۹ و ۹۳۰ و ۹۳۱ و ۹۳۲ و ۹۳۳ و ۹۳۴ و ۹۳۵ و ۹۳۶ و ۹۳۷ و ۹۳۸ و ۹۳۹ و ۹۴۰ و ۹۴۱ و ۹۴۲ و ۹۴۳ و ۹۴۴ و ۹۴۵ و ۹۴۶ و ۹۴۷ و ۹۴۸ و ۹۴۹ و ۹۵۰ و ۹۵۱ و ۹۵۲ و ۹۵۳ و ۹۵۴ و ۹۵۵ و ۹۵۶ و ۹۵۷ و ۹۵۸ و ۹۵۹ و ۹۶۰ و ۹۶۱ و ۹۶۲ و ۹۶۳ و ۹۶۴ و ۹۶۵ و ۹۶۶ و ۹۶۷ و ۹۶۸ و ۹۶۹ و ۹۷۰ و ۹۷۱ و ۹۷۲ و ۹۷۳ و ۹۷۴ و ۹۷۵ و ۹۷۶ و ۹۷۷ و ۹۷۸ و ۹۷۹ و ۹۸۰ و ۹۸۱ و ۹۸۲ و ۹۸۳ و ۹۸۴ و ۹۸۵ و ۹۸۶ و ۹۸۷ و ۹۸۸ و ۹۸۹ و ۹۹۰ و ۹۹۱ و ۹۹۲ و ۹۹۳ و ۹۹۴ و ۹۹۵ و ۹۹۶ و ۹۹۷ و ۹۹۸ و ۹۹۹ و ۱۰۰۰

ملا دی جائیں تو ہر طرح مربوط ہو سکتا ہے۔

(۴۰) الا تضوۃ فقد مضیۃ اللہ۔ اگر تم رسول کی مدد نہ کرو گے تو اس کو خدا نے مدد دیا ہے جسوقت اس کو کافروں نے نکال دیا (جو) دوسرا اتحاد و کما۔ جسوقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جبکہ وہ ایڑی ساتھی سے کہتا کہ تم نہ کھاؤ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ تو خدا نے اپنا سکینہ اپنا اوسپر نازل کیا اور اسکی مدد کی ایسے لشکر سے جسکو تلوگوں نے نہیں دیکھا اور کافروں کے کلمہ کیست کیا اور خدا کا کلمہ ہمیشہ بلند رہتا ہے اللہ عز و حکیم ہے۔ اس آیت کو اگر مفسر الف و اخفا و ثقلا سے جو اسکے پہلے ہے ملاؤ تو معلوم ہو وہ برابر بھی ربط نہیں کہاں تو وہ حکم کہ جہاد کے لئے جس طرح بنے چلے چلو اور کہاں یہ بیان کہ اگر نہ مدد کرو گے تو خدا نے اسکی مدد کی ہے۔ دونوں میں کوئی واسطہ ہی نہیں۔

بخلاف اسکے اگر آیت ۴۱ لفظ مضیۃ کہ اللہ کو شروع سورہ قرار دوجیسا کہ روایات اہلسنت میں ہے اور ۴۲ نثر انزل اللہ سکینتہ کو دوسرا۔ اور اس آیت کو تیسرا تو سب مربوط ہو جاتا ہے جس کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ صحابہ کی یوفائی۔ خدا ہی خدا و رسول کی مدد نہ کرنا۔ جہاد سے فرار کرنا سب ایک کلمہ ہوتا ہے کہ پھر کسی طرح کا شبہ ہی اس میں نہیں رہتا یہ صحابہ کیسے تھے کیونکہ عام قاعدہ ہے واقعات اگر مسلسل ملتے ہیں تو تسکین ہو جاتی ہے۔

صحابہ نے اس ضمن سے اس سورہ کو اس طرح پاشان کیا کہ اول کو آخر۔ آخر کو اول گردیا کہ مقصود باری جسکی وجہ سے اسکا نام فائزہ رکھا گیا تحافت ہو جائے۔ جسکی صریحی دلیل یہ ہے کہ جو آیت انتہائی مذمت ابو بکر میں وارد ہے اسکو اہلسنت انتہائی فضیلت میں بیان کرتے ہیں حالانکہ معمولی عقل والا آدمی بھی سمجھتا ہے کہ خدا نے اس میں کسی مذمت ابو بکر کی کی ہے۔

کیونکہ خدا نے تصریح صریح فرمایا ہے الا تضوۃ اگر تم نے اسکی مدد کی جس سے بصراحت تمام معلوم ہوا کہ خدا اولی نہ مدد کرنے کی مذمت کر رہا ہے کہ تم نے مدد نہیں کی۔ تو

اگر کوئی اسکا قائل ہو کہ ابوبکر نے کسی طرح مدد کی۔ یا حضرت کی مرضی سے ساتھ رہا ہے تو لازم آتا ہے کہ قول خدا غلط ہو۔ لہذا دو ہی احتمال ہو سکتا ہے ایک یہ کہ ابوبکر کی معیت حضرت کی مرضی و حکم سے نہ تھی۔ دوسرے یہ کہ اگر حضرت کے حکم سے بھی مانا جائے تو یہ حضرت کے متعین و ناصر نہ تھے بلکہ انکی معیت اور بھی کاہش جان کی باعث ہوئی۔

احتمال اول کی تائید اس سے ہوتی ہو کہ تمامی محدثین و مورخین نے اس واقعہ کو بڑی آب و تاب سے لکھا ہے کہ حضرت اسطح دو پھر کو تشریف لائے اور اسطح ابوبکر سے کہا اور ساتھ لیا اور غار کی طرف تشریف لیکئے۔ حالانکہ خود اہلسنت کے یہاں ایسی بھی روایتیں موجود ہیں جس سے اس وضعی روایات کی بھجائی قلمی کھل جاتی ہے۔

رومنہ مذیہ شرح علویہ میں ہے وفی مسند احمد بن حنبل من حدیث ابن عباس فی حدیث طویل لعنایاتی انشاء اللہ وشرا علی نفسہ لبس ثوب رسول اللہ ونام مکانہ قال فکان المشرکون یتوہمون انہ رسول اللہ فجاء ابو بکر رزہ وعلی قائم فقال ابو بکر بحسب انہ بنی اللہ قال فقال یا بنی اللہ فقال لہ علی ان بنی اللہ قد اطلق بخویر میمونہ فادسکہ فانطلق ابو بکر فدخل معہ الغار قال وجعل علی یرمی بالجارۃ لما کان یرمی رسول اللہ وھو یتصور قد لفت راسہ فی الثوب لایخرجه حتی اصبح فکشف راسہ فقالوا انک لیمم کان صاحبک نرمیہ فلا یتصور و قد استکبرنا ذلک الحدیث قوله یتصور بالصناد المہجۃ والراء المہملۃ یتوی من بیح الضرب والجوع قالہ القاموس۔

یعنی حدیث طولانی میں ہو جو مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت علی نے اپنی جان راہ خدا میں سح ڈالی رسول اللہ کا کپڑہ اوڑھ کر حضرت کی حکم سے سورہ شریون امان کرتے تھے کہ رسول اللہ ہی سوے ہوے ہیں اس کے بعد ابوبکر آئے اور مکان

کیا کہ حضرت ہی سوے ہیں کہا یا بنی اللہ حضرت علیؑ نے کہا کہ بنی اللہ ہر بیویہ کی طرف تشریف لگے ہیں چلے جاؤ۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ روانہ ہوئے اور حضرت کے ساتھ داخل غار ہوئے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ پر پتھر برسائے جاتے تھے حبشہ رسول اللہؐ پر پتھر پڑتا تھا۔ حضرت علیؑ اس کے عہدہ سے ادھر ادھر ہوتے جاتے تھے اور سر اپنا چادر سے چھپا رہتے۔ جب جمع ہوئی اور حضرت نے اپنا سر کھولا تو مشرکوں نے کہا تم لیثم ہو کیونکہ تمہارا سر صاحب (رسول اللہؐ) پر جب ہم پتھر پھیلتے تھے تو وہ ادھر ادھر نہیں ہوتا اور تم کو اسی سے شبہ بھی ہوا۔

اس روایت نے ان کو بتا دیا کہ نہ رسول اللہؐ ان کو اپنے ساتھ لگے تھے نہ حضرت کی مرضی سے وہ ساتھ ہوئے تھے۔ بلکہ جب وہ حضرت علیؑ کے پاس آئے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ حضرت ہی لپٹے ہوئے ہیں یا بنی اللہ کہا ہے۔ تو حضرت نے بتایا ہے کہ رسول اللہؐ فلان جگہ تشریف لے گئے۔ تو وہ روایتیں سب ہواہوین جنہن وہ سب قصہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت دوپہر کو تشریف لائے تھے اور صلاں ہوئی تھی اور ساتھ گئے تھے۔ کیونکہ اس سے تو ابو بکرؓ کی ایسی بیخبری ظاہر ہوئی کہ ان کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کج حضرت تشریف لجا چکے ہیں یا نہ لگے ساتھ ہوں۔

اس روایت میں ایک تہہ بھی رکھی گئی ہے کہ جناب امیرؓ نے ان کو حضرت کے تشریف لیجانے اور سمت و راہی سے خبر دی کہ فلان طرف تشریف لگے ہیں جس سے وہ روتا تو یقینی غلط ہوئی جس میں حضرت کے ساتھ جانا مذکور ہے اور پھر ایک منہ نہ بتایا گیا ہے اب دوسری روایت سنئے تفسیر دشوار سوجھتی ہیں ہے مثلاً

اخرج ابن مردويه وابو نعیم فی الدلائل عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما خرج رسول اللہ من اللیل لحق بغار ثور قال وتبعہ ابو بکر رضی اللہ عنہما سمع ذلك رسول اللہ من خلفہ خاف ان يكون الطلب فلما رأى ذلك ابو بکر رضی اللہ عنہما سمع ذلك رسول اللہ عز وجل فقام ليرجى تبعه فأتيا المغارقا أصبحت

قریش فی طلبہ فبعثوا الی رجل من قاذہ بنی مدیح فتبع الاثر حتی انتقی الی  
 الغار وعلی بابها شجرة فبال فی اصلها القائف ثم قال ما جاء صاحبکم الذین  
 تطلبون هذا المكان قال فعند ذلك حزن ابوبکر رضی اللہ عنہ فقال لہ رسول اللہ  
 لا تحزن ان اللہ معنا قال فمکث هو و ابوبکر رضی اللہ عنہما فی الغار ثلاثۃ ایام مختلف  
 الیہم بالطعام عامر بن فہیزہ و علی یحضرہم فاضتوا ثلاثۃ ایام عن اہل  
 البعرین واستاجر لہم دلیلا فلما کان بعض اللیل من اللیلۃ الثالثۃ اتاہم  
 علی رضی اللہ عنہ والدلیل مرکب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکب ابوبکر اخری فتوجہوا  
 نحو المدینۃ وقد بعث قریش فی طلبہ۔

یعنی جب تک کہ وقت دولت سراسر برآمد ہو کر جانب غار روانہ ہوے۔ تو ابوبکر نے حضرت کا  
 تعاقب کیا۔ حضرت کو جب آہٹ انکی معلوم ہوئی تو انکو خوف ہوا کہ کوئی لوگ انکو نہ والا ہو ابوبکر نے  
 جب یہ سمجھا تو کھنکھار ا۔ حضرت نے پہچان لیا پھر گئے اور ساتھ لیکر طرف غار آئے قریش نے  
 حضرت کی جستجو شروع کی قبیلہ بنی مدیح سے ایک شخص کو بلوایا جو نشان قدم پہچانتا تھا او سزا  
 ابوبکر کے پیر کا نشان دیکھنا شروع کیا (کیونکہ رسول اللہ کے قدم کا نشان زمین پر نہیں پڑتا  
 تھا ایک یہ بھی مصلحت تھی جو حضرت نے ابوبکر کو قصداً ساتھ لیا) اور غار تک پہنچ کر وہ  
 کھڑا ہو گیا وہاں ایک درخت تھا اسکے سایہ میں بیٹھ کر اسنے پیشاب کیا اور کہا کہ یہاں سے  
 آگے نہیں گئے ہیں وہ لوگ جہنمیں تم تلاش کرتے ہو۔ اوس وقت ابوبکر پر حزن  
 طاری ہوا (کیونکہ انہیں کے پیر کا نشان ملتا تھا) حضرت نے فرمایا تم نہ کھاؤ اپنا رے سنا  
 ہے۔ حضرت اور ابوبکر تین روز تک غار میں رہے۔ عامر بن فہیزہ انکو گونے لے کھانا  
 لایا کرتا تھا۔ اور حضرت علی اوسکا سامان کرتے تھے۔ (یاد کو رہے دوایتیں جنہیں اسماء  
 بنت ابوبکر و عبدالرحمن بن ابوبکر کھانا لانا دکھایا گیا ہے) اسکے بعد تین اونٹ  
 خرید کیا جو بحرین کے اونٹوں سے تھا اور ایک راہ نما بھی کیا گیا۔ جب تیسری رات  
 ہوئی تو حضرت علی اونٹ اور راہ دکھانے والے کو ساتھ لائے ایک بھرت  
 سوار ہوے دوسرے پر ابوبکر اور جانب مدینہ روانہ ہوے اور قریش نے حضرت کی طلب

میں آدمی روانہ کئے۔

اس روایت کو سابق روایتوں سے ملا کر تو وہ سب فضلاء غلط ہوتا ہے جبکہ عائشہ اور اسماء نے بڑی رنگ آمیزی سے بیان کیا کہ یوں حضرت دو پہر کو تھکے اور رات کو ابو بکر کے ساتھ گئے۔ اور اسماء و عبد الرحمن سپرد و خراج ابو بکر کھانا لایا کرتے تھے اور ابو بکر نے دو اونٹ لیا تھا اور حضرت کی سواری کو عنایت کیا۔ بلکہ وہ اصل واقعہ ہی غلط ہو ہے کہ حضرت کی اطلاع و مرضی سے ابو بکر ساتھ ہوئے۔ کیونکہ اس میں تصریح مذکور ہے کہ حضرت نے ایک ایک کا فر کفار کندہ تصور فرمایا تھا جس سے خوف زدہ ہوئے۔ لہذا معلوم ہوا انکی معیت حضرت کے ساتھ ازراہ نصرت و معاونت نہ تھی ورنہ فلا تصور و لا کی تکذیب لازم آتی ہے جس میں خداوند عالم تصریح فرماتا ہے کہ تم نے اسکی نصرت نہ کی۔

اب احتمال ثانی کو کہ کسی طرح بھی رفق ہوئے ہوں۔ مگر ان کی رفاقت نہ بغیر نصرت تھی نہ کسی طرح نصرت کی بلکہ اور یہی انکی معیت تکلیف دہ ثابت ہوئی۔ کیونکہ روایت مرقومہ بالا سے تو آپ کو بخوبی معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین غارتگ جو پہونچے تو صرف نشا قدم ابو بکر کی بدولت ورنہ اگر حضرت تنہا ہوتے تو کسیکو پتہ بھی نہیں چلتا۔ کیونکہ حضرت کا نشان قدم زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ پس یہ پہلی معاہدت رسول ہوئی کہ انکی معیت سے کافروں کو اسکا موقع دیا کہ حضرت کی تالاش میں وہ لوگ روانہ ہوئے۔

دوسرے یہ کہ ابو بکر محزون ہوئے جبہر نفس قرآن شاہر ہے لا تحزن ان اللہ معنا اور وجہ حزن بھی آپ کو معلوم ہو چکی کہ انہیں کے پیروئے نشان پر کفار یہاں تک آئے تھے جبہر اس قیافہ شناس نے کہا یہاں سے آگے نہیں بڑھے ہیں۔ لہذا صریح طور پر معلوم ہوا کہ یہ حزن اوکا اپنی گرفتاری پر تھا کیونکہ نشان پاؤں انہیں کا ملتا تھا۔ تو اب آپ غور کیجئے کہ ایسی حالت میں اونکے حزن و غم نے حضرت پر کیا اثر ہوگا۔

جن لوگوں کو اسکا موقع ملا ہوگا کہ وہ والدین یا کسی بزرگ کے خوف سے غمی ہوئے ہوں تو وہ اسکو جان سکتے ہیں کہ ایسی حالت میں کیونکر بدن چرایا جاتا ہے۔ کس طرح سامنے روکی جاتی ہے کہ کہیں صدائے تنفس بھی نہ معلوم ہو۔ حالانکہ جانتے ہیں

کہ بزرگ ہمارا عزیز اور پی خواہ ہے جو جان سے نہیں مارے گا بجز اسکے کہ کچھ تینہ و تادیب کرے۔

آپ حضرت کے اوس خوف و حراس کو کہ پوکر تصور میں لا سکتے ہیں کہ ہزار ہا نہیں تو صد ہا ظالم جو خود دشمن جان گرفتاری کے لئے آئے ہیں وہ بھی اس طرح کہ کچھ تو خوار کے اوپر ہیں کچھ غار کے در پر پھر بتائے اوس حالت میں ایک رفیق کا جو بلا مرضی آپ کے آیا ہے اس طرح رونادھو نا حضرت کی نفس پر کیا اثر کرتا ہوگا۔ کیونکہ قرآن تو صاف کہہ رہا ہے حضرت نے اوسی حالت میں فرمایا لا تخزن ان الله معنا

تو اب یقینی طور پر معلوم ہوا کہ اگر بالفرض حضرت کی اجازت سے بھی ابو بکر ساتھ گئے ہوں تو اُن کے حالات نے حضرت کی نفس کو ایسا مستوش کر دیا تھا کہ بجائے آرام دہ ہونے کے وہ تکلیف دہ ہوئے۔ اسی لئے خدا نے فرمایا الاستغیروا کہ اگر تمہارے رسول کی مدد نہ کی تو کیا ہوا خدا نے اوسکی مدد کی۔

اب وجہ حزن ملاحظہ ہوں کہ ابو بکر کو یہ حزن کیوں ہوا۔ پہلی وجہ تو آپ سن حکم کہ جب اوس قیافہ شناس نے کہا کہ یہاں سے وہ آگے نہیں بڑھا ہے فغندد الحاج حزن ابو بکر اوس سے ابو بکر رونے لگے۔

دوسری وجہ یہ لکھی ان ابابکر اسی دجالا مو رجبہ الفار فقال یا رسول الله انه لرائنا قال كلوان الملائكة يسترحه الان باجتمها فلم ينشب الرجل ان فقد قبول مستقبل فقال رسول الله يا ابابکر لو كان يرا ما فعل هذا در مشورۃ ابو بکر نے ایک آدمی کو غار کی طرف آنے دیکھا تو کھایا حضرت آجھے دیکھ لیا۔ حضرت نے فرمایا ہرگز نہیں فرشتے اپنے پروں سے چھپا لینگے اسکے بعد وہ شخص ان لوگوں کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگا حضرت نے فرمایا اے ابو بکر اسے اگر دیکھا ہو تا تو ایسی حرکت نہ کرتا۔

اب آپ ہی بتائے کہ ایسی حالت میں جبکہ رفیق اس طرح بات بات پر رویے تو اصل شخص کی قلب کی کیا حالت ہوگی۔ ترا اذ دہا کر بودیا ر غار اذان بہ کہ جاہل بود غلسار

تیسری وجہ یہ لکھی ہے خالفہم قد مہ فجعلن بصرہ و تلمعہ الافاعی والجمہات و



وجعلت دموعہ متخذہ رسول اللہ یقول لہ یا ابابکر لا تحزن ان اللہ معنا یعنی ابو بکر نے اپنا قدم سوراخ میں دیدیا جس پر سائب اور کچھو ٹنگ مارتے تھے اور ابو بکر کے آنسو رخسار پر بہتے تھے۔ حضرت نے فرمایا اسے ابو بکر رحمہ اللہ کہ خدا ہمارے ساتھ ہو۔

اسمین ترقی تو خوب دکھائی گئی ہے۔ مگر اپنے توایح میں پڑھا ہو گا کہ ایک وزیر بادشاہ سے کچھ باتیں کر رہا تھا اوسکے کپڑے میں ایک بچھو تھا جو برابر ٹنگ مار رہا تھا۔ لیکن وہ وزیر اوسی مٹانت و تہذیب سے کھڑا رہا تھا یہاں تک کہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ مگر ابو بکر کا یہ ایمان تھا کہ اون سے ضبط نہ ہو سکا اور ایسی جانکاه حالت میں وہ اس طرح روتے کہ خود حضرت کو سمجھا نا پڑا۔ پر ان اللہ معنا کو ٹنگ رہیے کیا نسبت باللہ یشتیک فرماتے۔

پھر یہی وجہ ان الذین طلبوہم سعدوا النجیل فلم یبق الا ان یدخلوا فقال ابو بکر اتینا فقال رسول اللہ لا تحزن۔ یعنی کفاجب پہاڑ پر چڑھ گئے اور اب اسقدر باقی رہا کہ وہ لوگ غار میں آئین تو ابو بکر نے کہا اتوا آگئے۔ حضرت نے فرمایا ہم نہ تھا۔ ان اسباب غم پر اگر آپ غور فرمائیں تو معلوم ہو سکتا ہے کہ ان امور سے معنوم ہونا خود دلیل کمال بے ایمانی ہے کیونکہ ایک تو تیرہ برس انکے اسلام ظاہری کو گذر چکے ہیں جس پر ہزاروں معجزات و کرامات رسول اللہ دیکھ چکے تھے۔ اوپر ایسی بے اطمینانی خود دلیل بے ایمانی ہے۔

دوسرے یہ بھی دیکھ چکے کہ حضرت جب اس غار میں داخل ہوئے تو اوسکے منہ پر کمری جالاتن دیا درخت پر کبوتر نے انڈا دیا جس سے کفار تک کو یقین ہوا کہ یہاں حضرت نہیں تشریف لائے ان سب معجزات پر بھی انکو شک میں نہ ہوئی جو رو رہے ہیں۔ تیسرے یہ بھی معلوم تھا کہ رسول اللہ ساتھ میں پہلے جو آفت آئیگی حضرت ہی پر پھر انکو کیا غم تھا جسکے لئے اسقدر رو رہے ہیں۔

آپکو اگر سفر میں کسی رفیق کی رفاقت کا سابقہ پڑا ہو گا تو آپ جان سکتے ہیں کہ اگر وہ رفیق شریف ہے تو اگر کسی قسم کی رحمت یا تکلیف بھی اوسکو پہنچتی ہے تو وہ خوشی سے باین خیال برداشت کر لیتا ہے کہ ہمارے آقا کو ہمارے منظر پر و محسنی سے تکلیف

زیادہ نہ ہو۔ گریہ کیسا رفیق تھا جو محض وہی اور خیالی تکلیف سے کہ کفار کو دیکھ لینگے اس طرح رو رہا ہے کہ حضرت کے اطمینان قلب میں فتور پڑے اور بجائے اسکے کہ اپنی حفاظت کا خیال کرے۔ اس رفیق کے سمجھانے بھجانے میں اوسکو زحمت اوٹھانی پڑی۔  
ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ کارروائی ادنیٰ عمدی تھی یا محض ضعف ایمان سے مگر کلام خدا عالم الامتصوہ کہہ رہا ہے کہ یہ فعل او لگا خلاف مرضی خدا تھا۔ جس سے اونکو اس شرکت و سمیت پر بھی خدا نے لامتصوہ کا مصداق قرار دیا۔

ابو بکر کی سیاست۔ اب دیکھئے کہ ان سب حالات پر ابو بکر نے رو دھو کر حضرت کی نفس اقدس کو مشغول کیا۔ رو رو کر کفار کو دکھانا چاہا کہ آؤ اگر یہ پروہ نظر کرنا کر دیکھیں جب اس سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو پیاس کا بہانہ کیا کہ اب جو حضرت مجبوری اجازت دینے چنانچہ درمثور میں ہے عن ابن عباس قال کان ابو بکر مع رسول اللہ فی الغار فغطش فقال لہ رسول اللہ اذهب الی صدر الغار فاشرب فاظلق ابو بکر الی صدر الغار فاشرب منہ ماء احلی من العسل وابیض من اللبن وارجی راحئہ من المسک۔

یعنی ابو بکر حضرت کے ساتھ تھے غار میں کہ پیاس ہوئے حضرت نے فرمایا کہ جا کر صدر غار سے پانی پی آؤ۔ ابو بکر جو بان کئے تو شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید اور مسک سے زیادہ خوشبو پانی ملا۔

کیا جو شخص اس حالت میں ہو کہ سانس لینا بھی خلاف مسلمات ہو اوسکے ساتھی کی یہ سیاست بھی بلا علت ہو سکتی ہے۔ کیونکہ پیاس پیشاب کے بہانے تو ہکھواؤں لڑکوں کے معلوم ہیں جو میاں جی سے اسی غرض سے فرصت لیکر شرارت کرنے کو جاتے ہیں تو ابو بکر صاحب کی سیاست کب اس سے خالی ہو سکتی ہے۔

اب تو اور بھی کلام خدا لامتصوہ کی تصدیق ہوئی کہ یہ معیت ابو بکر کی بغرض نصرت رسول نہیں تھی بلکہ بغرض ایذا دہی۔ انہیں مصلح سے حضرت نے بالعقد وباللہ اپنے ساتھ نہیں لیا تھا۔

امام خزاہی رازی نقیسم لا تحزن من لکھن الوجہ التاسع ان قوله  
لا تحزن نای من الحزن مطلقاً والہنی یوجب الدوام والتکراس وذلک  
یقضی ان لا تحزن ابو بکر بعد ذلک البتہ قبل الموت وعند الموت و  
بعد الموت ۶۴۵ جلد ۳

یعنی لا تحزن میں نبی ہے حزن سے مطلقاً۔ اور نبی موجب دوام و تکرار ہے جسکا  
مقضی یہ ہے کہ ابو بکر اس کے بعد کبھی محزون نہ ہوں نہ قبل موت نہ وقت موت نہ بعد  
موت۔

مگر انسوس کہ اس نبی کا اثر دو تین روز بھی نہیں رہا کیونکہ جب حضرت غار سے  
نکل کر سوار ہوئے اور جانب مدینہ روانہ ہوئے فلیتمہم سراقة بن مالک بن جیشم  
اللاہجی فلحقہم وھو فی اسر من صلبہ فقال ابو بکر یا رسول اللہ ادر لنا  
الطلب فقال لا تحزن ان اللہ معنا و دعا علیہ رسول اللہ فارلظمت  
فرسہ الی بطنہا و نادر من تحتہا مثل الذخان۔ تاریخ کامل جلد ۲ ص ۳۰

تو سراقة بن مالک نے حضرت کا تعاقب کیا اور حضرت کو اس نے وہاں پایا جو زمین  
سخت تھی ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ گرفتار رہی تو پہنچی گئی حضرت نے فرمایا غم نہ کھا  
خدا ہمارے ساتھ ہے اس کے بعد حضرت نے بددعا کی جس سے اس کے گھوڑے کے پیر  
زمین میں دبسن گئے اور اس سے دھنواں نکلنے لگا۔

پہلے حضرت کی نبی لا تحزن نے کیا اثر کیا۔ خزاہی تو کہتے ہیں اسکا مقصدا  
یہ تھا کہ تیرا دم نہ کبھی نہ حزن ہو۔ ان رہبان یہ حالت تھی کہ ایک سراقة کو دیکھا کہ راج  
قتاؤنے لگی۔ حالانکہ دیکھ رہے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ شخص یکہ و تنہا ہے۔ اگر مقابلہ بھی  
ہو جاتا تو تیرے تین آدمی ہیں رسول اللہ ابو بکر۔ عامر بن نبیرہ۔ اور راہ نما جو قبیل  
بیل سے تھا۔ تیرے شخص دل کا بدوا ہو۔ ایمان اوسکا ضعیف بلکہ نہ ارد ہوا تو میں  
قوت قلب کہاں سے آسکتی ہوں۔ وہ ایسے وعدہ و نیکب ایمان لاسکتا ہے۔

نہیں نبیرہ یا غضب یہ تھا کہ جس طرح یہ سب کے حزن کو مرغوب کرے کہ کسی طرح حضرت

رعب میں آجائیں اور گرفتار ہوں چنانچہ درمثور میں ہے حتی اذا سمعت قراۃ رسول اللہ  
 وھو لا یلیق و ابوبکرؓ بیکثر الالتفات ۲۴۳  
 یعنی خود وہی سراقہ کہتا ہے کہ ہننے رسول کے قرات کی آواز سنی۔ اور وہ حضرت کسی طرف  
 مڑ کر نہیں دیکھتے تھے۔ اور ابوبکرؓ بار بار پھر کر دیکھا کرتے تھے۔  
 جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت کو کس طرح کا اطمینان تھا خدا کے وعدہ پر۔ اور ابوبکرؓ  
 کی کیا حالت تھی کہ اس فارین مدد مالک نہ رہا ہجرت دیکھ چکے تھے۔ مگر ایسا منفع ایمان  
 غالب تھا کہ مطلقاً نہ وعدہ خدا پر اطمینان تھا نہ حضرت کے اس قول پر کہ لا تحزن ان اللہ  
 معنا۔

یہاں آپ کو جناب امیر کی حالت بھی از خود یاد پڑ جائیگی کہ حضرت کے اطمینان قلب کی  
 کیا حالت تھی کہ جو جمع قتل رسول اللہؐ کیلئے مجتمع ہوا ہے اوس جمع میں رسول اللہ کے  
 عومض حضرت کی چادر سبز اور دھڑکڑوے ہیں۔ جنہر آرون تہر پڑ رہے ہیں مگر نہ کہہ سکتے  
 ہیں نہ کچھ بولتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہوئی اور کفار نے پھپھانا جیسے بعد وہ جس سلوک سے پیش  
 آئے ہونگے اوس کو خود آپ قیاس کر سکتے ہیں۔ کیونکہ تاریخ خمیس میں جو  
 ققام علی من الفراش فقالوا لہ این صاحب قال لا علوی قیل اھم منہ و اعلیٰ  
 و حبسوا ساعۃ ثم نکوہ و اقتصوا ۱۱ ترا لنبی ص ۳۶۷ جلد اول  
 یعنی حضرت علیؓ فرش خواب سے اٹھے تو پوچھا تمھارے صاحب کیا ہوئے حضرت علیؓ نے  
 کہا ہم نہیں جانتے سپر او نہوں نے حضرت کو مارا اور ایک ساعت تک قید رکھا پھر چھڑ دیا  
 اور حضرت کے حبس میں روانہ ہوئے۔

حضرات اہل سنت یہاں بھی حضرت کے تقیہ پر اعتراض کرینگے کیونکہ یہ تو یقینی ہے  
 کہ حضرت کو معلوم تھا رسول اللہؐ کہاں ہیں۔ پھر آپ کا انکار کرنا اپنے علم سے بجز تقیہ کس حکم  
 میں آسکتا ہے۔

اللہ اللہ دو نو کے مراتب میں کیا فوق ہے اس کو خود قرآن بتا رہا ہے کہ خداوند عالم ابوبکرؓ  
 صاحب کی اس معیت اور مشارکت کو سپر اہلسنت نازان ہیں۔ اس طرح یاد فرماتا ہے۔

الانصر وہ فقد نصرہ اللہ کرتے نہ نصرت کی تو کیا ہوا خدا نے اپنے رسول کی مدد کی ساور  
جنت ابتر کی نسبت یہ ارشاد ہوا ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله  
کہ آدمیوں سے وہ بھی ہے جو اپنی جان کو خدا کی خوشی کے لئے بیچ دیتا ہے۔

تایخ خمیس میں ہے قال الغزالی فی الاحیاء ان لیلۃ بات علی بن ابیطالب علی  
فرامش رسول اللہ اوحی اللہ تعالیٰ جبرئیل ومیکائیل انی احیت بینکما و  
جعلت عمر احدكما اطول من عمر اخر فایتکما یوتر صاحبہ بحیوۃ ما اختار کلاهما  
الحیاء واجباها فاحی اللہ الیہما اذلا کتما مثل علی ابن ابیطالب آحیت بینہ  
ومین محمد فبات علی علی فرامش لقد یہ بنفسہ ویوثرۃ بالحمیاء اھض الی  
الامر عن فاحفظاھ من عدوہ فکان جبرئیل عند راسہ ومیکائیل عند  
سرجلیہ ینادی فی صبح من مثلك یا بن ابیطالب بتاھى بائ المملکۃ فاتزل  
اللہ ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله واللہ رؤف  
بالعباد ص ۷۳

یعنی امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ جب حضرت علیؑ فرش رسول اللہؐ پر سوتے تو خدا نے  
جبرئیل ومیکائیل کی طرف وحی کی کہ تمہیں تم دونوں میں احوت قائم کی ادایا یک کی عمر کو دوسرے  
سے زیادہ کیا۔ تو اب تم دونوں سے کون ایسا ہے جو زندگی کو اختیار کرتا ہے۔ دونوں نے  
زندگی کی خواہش کی تو خدا نے وحی کیا کہ کون دونوں مثل علیؑ نہیں ہوئے کہ تمہیں اولو  
محمدؐ کا بھائی کیا۔ تو علیؑ فرش رسول پر سوتے اور اپنی جان کو رسول پر خدا کیا اور رسول  
کی زندگی کو اپنی زندگی پر مقدم سمجھا جاؤ تم دونوں علیؑ کی حفاظت کرو۔ جبرئیل حضرت علیؑ  
کے سرہانے بیٹھے اور میکائیل سر کی طرف اور کہتے تھے مبارک ہو مبارک ہو۔ کون جو  
تھا اس سے علیؑ کہ خدا تمہاری وجہ سے مہربان کرتا ہے ملکہ پر اس کے بعد آیہ ومن  
الناس من يشري نفسه نازل کیا۔

بان یان یہ نہ سمجھتے تھے کہ خدا نے معاذ اللہ نا انصافی کی جو حضرت کی غشست کو تو قرآن  
میں یاد کیا اور مابو بکر کو یہی چھوڑ دیا۔ نہیں دونوں کا تذکرہ ایک ہی جگہ ہے ملاحظہ ہو

سورہ بقرہ پارہ ۲ رکوع ۹

ومن الناس من يعجبك قولك في الحية الدنيا ويشهد الله على قلبه وهو  
الدهخام واذا تولى سعى في الارض ليفسد فيها ويهلك الحرث والنسل والله  
لا يحب الفساد واذا قيل له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم ولبس المها  
ومن الناس من يشري نفسه ابتغاء مرضات الله والله سؤف بالعباد۔

بعض ایسا شخص ہے جسکی گفتگو تم کو دنیا کی زندگی میں خوش معلوم ہوتی ہے اور وہ آخر  
مافی الغیہ پر خدا کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ بڑا جھگڑا ہو جو اور جب وہ عالم ہوتا ہے تو کسی کرتا ہے نہیں  
فساد میں کہ ہلاک کرے کھیتی اور نسل کو مٹا کر خدا نہیں دوست رکھتا فساد کو۔ اور جب  
اوس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے خوف کر۔ تو خود اپنی گناہ میں پھنسا ہے۔ ایسے کو جہنم  
کافی ہے اور وہ بہت برا شکا ہے۔ اور بعض شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی  
حاصل کرنے کو اپنی جان سے ڈالتا ہے اور خدا اپنے بندوں کے ساتھ مہربان ہے۔

دیکھا اپنے خدا نے کس طرح دونوں آدمیوں کا مذکر کیا ہے۔ اور دونوں کے حسن خدمات کا  
کیا نتیجہ دیا ہے جسکے بعد ہر کوئی کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

ہمراہی مال ابوبکر۔ اگر ابوبکر سمیرا تو وہ ہو کہ ابوبکر صاحب کو بوسف معیت رسول کیوں  
ایسا اضطراب تھا اور کیوں اس طرح پریشان ہو گیا وہ کو معلوم تھا کہ کفار کو رسول  
سے مطلب ہے نہ ان سے یہ صبر نہ تھا اس طرح مطمئن ہیں اور ابوبکر اس طرح مضطرب۔ تو آپ  
تاریخ مخفیہ ملاحظہ فرمائیے۔

درہم ادرہم ابوبکر حین خرج الى الغار حقل مالکھ دکان ذامال وهو خمسہ لالاف  
درہم اوستہ لالاف درہم ۳۳۳ جلد اولی

یعنی ابوبکر جب غار کی طرف چلے گئے تو اپنا سب مال لے لیا تھا اور وہ مال دیکھ کر سب مال  
اور نکال پانچ ہزار درہم تھایا ۶ ہزار درہم

جو یہاں کے حساب سے کچھ کم ہزار یا وہ سو ہو تا ہے جس سے آپ خود سمجھ گئے ہوتے کہ یہ مال

اس آیت کی تفصیل بحث اصلاح کے فیصلہ قرآنی جلد ۱۲ میں قابل دید ہے ۱۱۰

طلق اسی لئے تھا کہ مل جین جا بیگا کیونکہ اسکا تو یقین تھا کوئی انکو نہ قتل کرے گا تو اب جو کچھ فکر تھی مال کی۔

اب اب اوس آیہ کو خیال کیجئے حسین عثمان نے والذین یکنزون الذہب والفضة سے داؤ کو نکالنا چاہتا تھا تو انکو معلوم ہو جائیگا کہ جنلوگوں نے محض اس غرض سے کہ قرآن سے مال و دولت کا ناخن جمع کرنا جائز نہ ثابت ہو۔ قرآن میں تحریف کرنا چاہا۔ اولوگوں کو مال کی کیسی محبت ہوگی جسکے خیال سے اسوقت میں ایسا یحسین تھے کہ بار بار حضرت کو لا تحزن فرماتا پڑا ہوگا مگر انپر کوئی اثر نہ ہوا۔

اب آپ کو یہ آیہ لا تشھودہ اچھی طرح سمجھانا ہوگا کہ خدا نے اسمیں ابو بکر کی انتہا درجہ مذمت فرمائی ہے یا تعریف کیونکہ پہلے فرمایا اگر تھے نہ مدد کی۔ جس سے ابو بکر صاحب کی مصیبت یقیناً نصرت رسول سے خارج ہوئی ورنہ کذب کلام باری لازم آتا ہے۔ پھر خدا نے اذ اخذہ الذین کفروا سے اون لوگوں کا کفر ثابت کیا جو باعث اخراج رسول ہوئے۔ پھر خدا نے رسول اللہ کی حالت بتائی ثانی اثین کہ وہ ایسا بے یار و مددگار تھا کہ دو میں ایک تھا جو بنی اسرائیل کا رہا ہے کہ وہ دوسرا بھی مددگار نہ تھا۔ بلکہ رسول ایسی مصیبت میں تھا۔ کہ دو میں ایک تھا۔ کیونکہ جائے قیام کی نسبت تو فرماتا ہے اذ ہما فی الغار جبکہ وہ دو دونوں غار میں تھے۔ مگر محل نصرت میں فرماتا ہے ثانی اثین کہ دو میں ایک تھا جسکے بعد اسکی بھی توضیح فرماتا ہے! کیون دو میں ایک تھا اذ یقول لصاحبہ لا تحزن حبوت وہ اپنے ساتھی سے کہتا تھا کہ تم نہ کھا خدا ہمارے ساتھ ہے۔ جس سے یہی طور پر معلوم ہوا کہ وہ دوسرا حضرت کا نام نہیں تھا۔ بلکہ اور مصیبت کا بڑھانے والا جیسے رسول کو یہ کہنا پڑا کہ تم نہ کھا کہ خدا ساتھ ہے۔ جسکے بعد خدا اپنی نصرت کا اظہار فرماتا ہے کہ کیونکر بننے اسکی نصرت کی فائز اللہ مسکینۃ علیہ کہ خدا نے اپنی تسکین نازل کی۔ اور تائید کی ایسے شکر سے جسکو تلوگوں نے نہیں دیکھا۔

اب کیا کوئی کہہ سکتا ہو کہ ابو بکر صاحب اگر مومن ہوتے تو مسکینہ خدا سے محروم رہتے حالانکہ اعلیٰ سورہ میں پہلے خدا فرما چکا ہے انزل اللہ مسکینۃ علی رسولہ و علی المومنین

تو معلوم ہوا کہ یہاں جو سکینہ کو فاص رسول اللہ سے منقطع کیا۔ اسی وجہ سے کہ یہاں دوسرا  
مومن نہ تھا اور نہ سکینہ علیہا فرماتا۔

آپ کیا خدا کو بھل گئے جس نے سکینہ نازل کرتے وقت اتنا بھی نہ گوارا کیا کہ ابوبکر  
کو بھی شریک کر دیتا جو صرف ایک منبر سے کام چل جاتا فلنزل اللہ سکینہ علیہا  
لکھتا۔

افسوس کہ باوصف قصد اختصار اس قدر طول ہو گیا کہ خود ہم گھبرا گئے اور نفس  
مطلب سے بعد ہو گیا کیونکہ بحث تو صرف اس قدر تھی کہ صحابہ نے جو بقول اڈیٹر النجم سورہ  
اقفال و سورہ برات کی ترتیب اپنی راہی سے دی تو اس میں کیا خرابی ہوئی۔  
اگر خدا نے چاہا تو ہم خاص اسی سورہ برات کی تفسیر لکھیں گے جس میں ہر آیت کی ترتیب اور  
تفسیر علیحدہ بیان کرینگے انشاء اللہ

آیہ ملا ان اللہ اشتري من المومنين انفسهم۔ خدا نے مومنوں کی جانیں اور  
انکے مال خرید لئے ہیں (اور) عوص میں انکے لئے بہشت ہے یہ لوگ خدا کی راہ میں  
لڑتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ یہ توراۃ و انجیل و قرآن کا سچا وعدہ ہے۔ اور خدا  
سے زیادہ کون وعدہ کا وفا کرنے والا ہے۔ پس تم خوش ہو اس بیع سے جس کو خدا  
کے ہاتھ بیچا اور یہی فوز عظیم ہے۔

اس آیہ کے نسبت اہلسنت کا بیان ہے کہ ہجرت کے دو سال قبل یہ آیہ نازل ہوا تھا  
جس وقت اہل مدینہ نے جا کر حضرت سے نفرت کا وعدہ کیا کہ میں بمقام عقبہ کیا تھا۔

در مشورین ہے اصبح ابن جریج عن محمد بن کعب القرظی وغیرہ قالوا قال عبد اللہ  
بن رواحہ لو سأل الله شرط ذاك ولنفسك ما شئت قال اشترط لربي ان يعبدني  
ولا يشركوا به شيئا واشترط لنفسى ان تمنعوني مما تمنعون من انفسكم واموالكم  
قالوا فاذا فعلنا ذلك قال فما لنا قال انجى قال انجى لا يبيع الا نفيل ولا يستقبل  
فقلت ان الله اشتري من المومنين انفسهم الاية ص ۲۲

یعنی شب عقبہ انصار سے اور حضرت سے بات چیت ہوئی اور معاہدہ تمام ہوا تب یہ آیہ



نازل ہوا۔

۱۵۳ آیہ ماکان للذین والذین امنوا۔ یہ وہی آیہ ہے جسکی بحث ابتدا سے چلی آئی ہے کہ بروایت بخاری واقعہ وفات حضرت ابوطالبؓ کے متعلق یہ آیہ نازل ہوا جو ہجرت کے تین برس قبل کا واقعہ ہے۔ اور تیرہ برس بعد اس آیہ کو سورہ ہرات میں جگہ ملی۔ مگر نہ معلوم اتنے دنوں تک یہ آیہ کہاں رہا۔

۱۵۴۔ و ماکان اللہ لیصل قومًا۔ اور خدا ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینی کے بعد گمراہ کر دے جب تک اون کو وہ چیز نہ بتائے جس سے وہ پرہیز کریں بیشک اللہ ہر چیز کے ساتھ علیم ہے۔

اخرج ابن مردويه عن ابن عباس في قوله و ماکان اللہ لیصل قومًا بعد اذ هداهم حتی بین لهم ما یقون قال نزلت حین اخذوا الفداء من المشوکیں یوم کلا ساری قال لم یکن لکم ان تاخذوه حتی یؤذن لکم ولكن ما کاد اللہ لیعذب قومًا بذنب اذ نبوه حتی بین لهم ما یقون قال حتی بینا هم قبل ذلك ۲۸۶

کہا ابن عباس نے کہ یہ آیہ واقعہ جنگ بدر کے بعد نازل ہوا جب مسلمانوں نے مشرکین سے فدیہ لیا جنگ بدر ۳۱ھ ہجری میں ہوا معلوم نہیں دس برس تک یہ آیہ کہاں رہا۔

۱۵۵ لقد جاء کورسول من انفسکم و ضرر تلوکون میں سے تمھارے پاس ایک پیغمبر آئے ہیں۔ جس پر نہایت گران ہے و چیز جس سے تم کو تکلیف ہو۔ اور حریف ہیں تلو کو نبوا و مومنون پر نہایت شفقت کرنے والے رؤف و رحیم ہیں۔

اس آیت کی تحقیقات پہلے مذکور ہو چکی ہے کہ انفسکم کو اہلسنت نے تحریف کر کے انفسکم بنایا۔ اور یہ آیہ سب سے آخر میں آیا تھا۔ مگر عبد البکر میں داخل قرآن ہوا نہ عبد عمر میں کسی کو معلوم بھی نہ تھا کہ یہاں اور بھی کوئی آیہ ہے کہ نہیں۔ یہاں تک کہ عبد عثمان یہ آیہ ملا اور داخل قرآن کیا گیا۔ واقعہ ۳۱ھ کا ہے۔

در مشور میں ہے اخرج ابن ابی داؤد فی المصالحف عن یحیی بن عبد الرحمن بن

حاطب قال ادا دعمر بن الخطاب ان جميع القرآن فقام في الناس من كان تلقى من رسول الله شيئاً من القرآن فليأتها به وكانوا الكعبة اذ لك في الصحف والا نواح والعصب وكان لا يقبل من احد شيئاً حتى يشهد شهيدان فقتل وهو جميع ذلك اليه - فقام عثمان بن عفان فقال من كان عند شيء من كتاب الله فليأتها به وكان لا يقبل من احد شيئاً حتى يشهد بمشاهد فجاء خزيمة بن ثابت فقال اني رايتكم ايتين لو تكتبوها فقالوا ماها قال تلغيت من رسول الله لقد جاءك رسول من انفسكم عزيز علي ما عنتم الى اخر السورة فقال عثمان وانا اشهد انهما من عند الله فاين ترى ان يجعلها قال اختتم بهما اخر ما نزلت من القرآن فحتمت بهما لبراعة ۲۹۶  
يعني عمر نے قصہ کیا کہ قرآن جمع کیا جائے تو کو کون میں کھڑے ہو کر آواز دیا کہ جسکے پاس قرآن ہو وہ ہمارے پاس لائے صحابہ نے علیحدہ علیحدہ ورق نیر اور پتھر کی ٹھکڑوں پر اور درخت خرما کی چھال پر لکھ رکھا تھا (اسکے سوا اور کوئی نوشتہ رسول کے کھڑے نہیں تھا) عمر کسی سے کوئی آیت اور سورت تک نہ قبول کرتے تھے کہ دو گواہ نہ گواہی دیں عمر اسی طرح قرآن کو جمع کر رہے تھے کہ مارے لگے (قرآن جمع نہیں ہوا) اس کے بعد عثمان نے بھی وہی آواز دی کہ جسکے پاس کچھ بھی قرآن سے ہو تو ہمارے پاس لائے اور وہ بھی جب تک دو گواہ نہ گواہی نہ دیں کچھ نہ قبول کرتے تھے۔ اسکے بعد خزيمة بن ثابت آئے اور کہا کہ ہم دیکھتے ہیں تم نے دو آیت کو قرآن سے چھوڑ دیا جسکو نہیں لکھا ہے۔ پوچھا وہ کون دو آیت ہے او نہوں نے آیت لفظ جاء کو کی تلاوت کی آخر سورہ تک عثمان نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں یہ بھی ضرور خدا کی طرف سے نازل ہوا۔ تو پھر انہی خزيمة بن ثابت اور ہم اس آیت کو کہاں لکھ دیں۔ خزيمة نے کہا جو سورہ سب سے آخر میں نازل ہوا اسکو اس آیت پر تمام کرو لہذا سورہ براءت کا خاتمہ اسی پر ہوا۔

اس روایت سے اہلسنت نہیں بلکہ اوطیر الخیم کے دعاوی باطلہ کا ابطال ہوا لہذا خزيمة تشریح کی ضرورت نہیں رہی کہ جس برس تک قرآن سے یہ آیت غائب رہا اور لکھا بھی گیا

توصرف قیاس و رائے سے کہ ظان جگہ لکھ دو۔

رجوع بکلام مخاطب اب ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے لائق مخاطب کو اس تحقیقات سے کیا نتیجہ ملے گا وہ زندہ رہے گا یا زندہ درگور ہو جائیگا کیونکہ بڑے جوش مسرت سے لکھا تھا ”جس بات سے طبیعت خوش ہوتی ہے وہ وہ ہے جو یہ بھی نے اختیار کی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سورتوں کی ترتیب خدا کی طرف سے ہے سوا ہر اہل اہل انفال کے یہ عقیدہ

تواہلست کا تھا“

یہ عقیدہ اہل سنت تھا جسکی حقیقت دکھائی گئی کہ صحابہ نے اگر سورہ انفال و سورہ برات کو بطور خود ترتیب دیا تو بتائے قرآن کی کیا حالت ہوتی کہ تیرہ برس قبل اور دس برس قبل والی آیتیں اس سورہ میں ملا دی گئیں۔

مخاطب نے انقان سے بغرض اثبات اس امر کے کہ قرآن کی آیتیں حکم رسول اللہ ﷺ لکھی گئیں عثمان کی یہ روایت پیش کرتی ”حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان سے پوچھا کہ آپ کو کس بات نے مجبور کیا کہ آپ نے سورہ انفال کو حالانکہ وہ مثنائی میں ہے اور سورہ برات کو حالانکہ وہ مثنیٰ میں سے یکجا کر دیا یا یہ آخر جسکی حقیقت پہلے دکھائی جا چکی ہے۔ اگر اب تازہ تحقیقات سنئے کہ فرالدین رازی تفسیر لکھتے ہیں ص ۵۷ جلد ۱

فان قبل ما السبب فی اسقاط التسمیۃ  
من اولھا خلنا ذکر و اھنہ و جوحا  
الاول روی عن ابن عباس قلت  
لعثمان بن عفان ما حملکم علی ان  
حمدتم الی سورۃ براءۃ وھی من المثنی  
والی سورۃ الانفال وھی من المثنی  
فقرئتم بینہما و ما فضلتم بیسوا اللہ  
الرحمن الرحیم۔ فقال کان النبی کما

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اسکے  
ابتداء سے بسم اللہ الرحمن الرحیم کیون نکال  
دیا گیا تو کھین گے علمائے اسکی چند وجہیں  
ذکر کی ہیں اول یہ کہ عثمان نے کہا جب  
کوئی سورہ نازل ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ  
بتا دیتے تھے اسکو ظان جگہ رکھو۔ اس  
سورہ کے متعلق حضرت نے کچھ نہیں بتایا  
کیونکہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوا

نزلت علیہ سورۃ یقول ضعوہا  
فی موضع کذا وکانت براءۃ من  
احزاب القرآن نزولاً فتوفی ولومین  
موضعہا وکانت قصۃً شبیہۃ  
بقصۃ ما فترن بلیہما۔

قال القاضی یبعد ان یقال انه  
لومین کون هذه السورة تالية  
لسورة الانفال لان القرآن مرتب  
من قبل الله ومن قبل رسوله على  
الوجه الذي نقل ولوجوزنا في  
بعض السورة ان لا يكون  
ترتيبها من الله على سبيل الوحي  
لجوزنا مثله في سائر السور وفي  
آيات السورة الواحدة وتجوز  
يطرف ما يقوله الامامية من تجوز  
الزيادة والنقصان في القرآن و  
ذلك بخبره من كونه حجة بل الصحيح  
انه عليه السلام امر بوضع هذه  
السورة بعد سورة الانفال وحياً  
وانه حذف بسم الله الرحمن  
الرحيم من اول هذه السورة وحياً  
الوجه الثاني في هذا الباب ما يروى  
من ابي بن كعب انه قال انما توهموا

تھا۔ حضرت نے انتقال کیا اور اس کے  
جگہ کو نہ بتایا۔ اور چونکہ اس کا قصہ  
مشابہ تھا قصہ سورہ انفال سے  
لہذا دونوں جمع کر دیا گیا۔  
قاضی لکھے ہیں کہ نہایت  
بعید ہے یہ امر کہ کہا جائے حضرت  
نے اس سورہ کو نہیں بتایا کہ اسکو  
بعد سورہ انفال ہونا چاہیے۔ کیونکہ  
قرآن تو منجانب خدا و رسول مرتب  
اس وجہ پر جو نقل کیا گیا۔ پس اگر ہم  
تجویز کریں کہ بعض سورہ کی ترتیب  
من جانب اللہ نہیں ہوئی بذریعہ  
وحی۔ تو چاہیے کہ باقی سوروں میں بھی  
اسکو تجویز کر سکیں۔ یا صرف ایک سورہ  
کی آیات میں ایسی تجویز کریں جس سے  
لازم آتا ہے کہ قول امامیہ درست  
ہو جائے جو زیادتی و نقصان کو جائز  
جانتے ہیں اس صورت میں یہ قرآن  
حجت ہونے سے نکل جائیگا بلکہ صحیح یہی  
ہے کہ خود حضرت نے ایسا حکم دیا کہ بعد  
سورہ انفال لکھا جائے اور ابتدائے  
سورہ سے بسم اللہ نکال دیا جائے (مکرراً)  
اسکی کوئی سند نہیں دی۔

ذلك لان في الانفال ذكر العهد  
وفي براءة بنذر اليهود فوضعت  
احديهما جنب الاخرى - والسؤال  
المذكور عما نذكرهم لان هذا  
الوجه انما يتم اذا قلنا انهم وضعوا  
هذه السورة بعد الانفال من قبل  
الفهم لهذه العلة

والوجه الثالث ان الصحابة اختلفوا  
في ان سورة الانفال و سورة التوبة  
سورة واحدة ام سورتان فقال  
بعضهم هما سورة واحدة لان  
كليهما نزلت في القتال ومجموعهما هاهنا  
السورة السابعة من الطوال وهي  
سبع وما بعدها المئون وهذا قول  
ظاهر لا يفتي معاً مائتان وست آيات  
فهما بمنزلة سورة واحدة ومنهم  
من قال هما سورتان فلما ظهر الاختلاف  
بين الصحابة في هذا الباب تركوا  
بينهما فرجة تنبها على قول من يقول  
هما سورة واحدة وعلى هذا القول  
لا يلزمنا تجويز مذهب الامامية و  
ذلك لانه لما وقع الاشتباه في هذا  
المعنى بين الصحابة لم يقطعوا بانه

دوسری وجہ اس بارے میں یہ ہے کہ  
ابی بن کعبؓ کہا اسکی یہ وجہ ہے کہ  
سورہ انفال من ذکر عہود ہے اور  
سورہ براءت من ذکر نقض عہد۔ لہذا  
دونوں سورہ ایک جگہ کیا گیا۔ غرض اسی  
کہتے ہیں کہ اس پر بھی وہی خرابی لازم  
آتی ہے جو پہلے مذکور ہوئی کیونکہ اس  
سے لازم آتا ہے صحابہ نے اس کو دوبارہ  
کیا اپنے دل سے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صحابہ بن اختلاف  
تھا کہ سورہ انفال و سورہ توبہ ایک  
سورہ ہے یا دو سورہ بعض کہتے تھے  
دو سورہ مگر ایک سورہ ہے جو دوبارہ  
جہاد ازل ہوا اور مجموعہ ان دونوں کا  
ساتواں سورہ ہے سبع طوال کا تو دونوں  
سورہ بمنزلہ ایک سورہ ہے کیونکہ دونوں  
ملکر دو سو چھ آیہ ہے۔

اور بعض صحابہ دونوں کو دو سورہ  
علیحدہ مانتے تھے جب صحابہ میں اس  
طرح اختلاف ہوا تو ان لوگوں نے دونوں  
سورہ کے درمیان میں جگہ خالی چھوڑ دیا  
جس سے اشارہ ہو اس طرف کہ یہ دو لوگ  
اس کو دو سورہ کہتے تھے۔ اور رسم امش

القولین وعلوا علیہم علی انہذا  
الاستبناہ کان حاصلًا لہو بیتہ انہو  
بہذا القدر من الشبہۃ دل علی  
انہم کانوا مشددین فی ضبط القرا  
عن المخریف والتغییر وذلک بطل  
قول الامامیۃ۔

نہیں لکھا تاکہ اشارہ ہو اس طرف کہ  
کچھ صحابہ اسکو ایک سورہ مانتے ہیں۔  
تو اس توجیہ پر امامیہ کا کوئی اعتراض  
نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس سے معلوم ہوا  
صحابہ ایسے محتاط تھے کہ جو کچھ انکو اس پر  
قطع و یقین نہ حاصل ہوا کہ کون حق پر  
ہے

لہذا ایسا عمل کیا تو جن صحابہ کی یہ حالت تھی اس پر جب ضبط قرآن میں تشدد کرتے تھے  
تو کب ممکن ہے وہ تحریف کریں۔ اس سے قول امامیہ باطل ہوا۔

اس عبارت کا پہلا فائدہ تو اڈیٹر صاحب کو یہ ملا کہ جس روایت کو وہ اپنی گلو خلاصی  
کے لئے لائے تھے کہ تحریف سے بچاؤ ملے۔ بقول قاضی صاحب وہ پوری طور پر روایت پر  
قرآن نکلا کہ اگر وہ روایت عثمانی صحیح مانی جائے (جسکے صحیح نہ مانتے کی کوئی وجہ نہیں) تو اس  
سے پوری طور پر تحریف ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ جب ایک سورہ میں ایسا ممکن ہے تو ہر  
بقیہ سورتوں کی نسبت کون مانے ہے۔

لکھے اڈیٹر صاحب آپ تو تقلید سیوطی و بیہقی اسکو مان چکے ہیں کہ سورہ انفال  
دوسرہ تو بہ دو نو بہ اختیار صحابہ ترتیب دیا گیا۔ تو بقول قاضی آپ کو قبول تحریف و تغیر  
میں کیا عذر رہا۔ کیونکہ قاضی صاحب تو صرف ایک سورہ پر رو رہے تھے اور یہاں  
ایک تشدد و تشدد کا مضمون ہوا

گر افسوس قاضی صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ امامیہ کے اس بخور کی کیا سند ہے کیونکہ  
شیعوں کا یہ اعتراض تو برائے روایات اہلسنت ہے کہ اونکے قول سے یہ لازم آتا ہے  
نہ یہ کہ خاص شیعوں کا یہی مسلک ہے۔ جساکہ آئندہ تصریح تمام مذکورہ بیگا۔

دوسرے قاضی صاحب نے جس امر کے صحت کا دعویٰ کیا کہ صحیح یہی ہے کہ عہد رسول  
سے پہلے ہی مرتب تھا اسکی کوئی سند نہیں لکھی۔ کیونکہ روایتیں جتنی ہیں وہ اسکے مخالف  
ہیں کہ یہ قرآن بعہد رسول مرتب ہوا ہو بلکہ جتنی روایتیں اہلسنت کی ملی ہیں وہ سب

تو یہی کہہ رہی ہیں کہ صحابہ نے جس طرح چاہا قرآن کو غارت کیا۔ پھر نہ معلوم قاضی صاحب نے ایسے دعویٰ بے دلیل سے کیا فائدہ سمجھا کیا اسکو بھی حکم قضا سمجھا ہے کہ حسبِ طرح چاہتی کو ناحی کر دیا۔  
دوسری وجہ جو خزازی نے بڑے شخص و تجسس نگاری تھی کہ ابی بن کعب کہتے تھے۔ اور سہ  
تو اور بھی غارت کر دیا جس پر خود ہی کہہ پڑے کہ جو خرابی پہلے روایت پر عاید ہوتی تھی۔ وہی اس  
صورت میں بھی لازم آتی ہے۔

تو غرض روایتیں دونوں بلکہ کل اسی قسم کی تکلیف کہ اوں سے ترتیب صحابہ اپنی راے  
و اختیار سے ثابت ہو جسکے بعد ہر طرف سے انکار کی کوئی وجہ ہی نہیں رہتی۔ کیونکہ جب ایک  
سورہ میں بلکہ ایک حرف میں یہ ممکن ہے تو پھر سارے قرآن میں کون مانع ہو سکتا ہو۔  
اسی لئے خزازی نے روایتوں پر توجہت ماری کہ روایت کوئی بھی ہو کر تریف ہی کی  
موسید ہے۔ لہذا یہ بات نگاری کہ جب صحابہ ایسے دیندار تھے کہ صرف اسوجہ سے کہ کچھ فیصلہ نہ کر سکتے  
تھے۔ دونوں راے برابر تھی کہ یہ سورہ ہے یا ایک۔ تو یہ بتویر کیا کہ ایسی راہ نگاری جائے  
کہ دونوں کی بات رہ جائے۔ گلچین میں خالی چھوڑ دو کہ دو سورہ کہنے والوں کی تسکین ہو  
اور ہر امتیاز میں نہ لکھا جائے کہ ایک سورہ کہنے والوں کی بھی تسکین ہو۔ تو ایسے صحابہ  
سے کب ممکن تھا کہ وہ طرفیت و تغیر کے روادار ہوں۔

مگر ہاں امام صاحب نے یہ سوچا کہ اس سے تو سارا قرآن غائب ہوا۔ کیونکہ قرآن کیلئے اجماع  
و تواتر ضروری ہے۔ پس جب اتنی بات پر اجماع و تواتر نہ ہو سکا کہ یہ دو سورہ ہے یا ایک سورہ  
حالانکہ یہ سورہ سب کے آخر میں نازل ہوا تھا اور وہ سب لوگ موجود تھے جنکے سامنے قرآن  
نازل ہوا تو ہر آیت و ہر ہر لفظ پر تواتر و اجماع کیونکر ممکن ہے۔ کیونکہ یہ یہی بات کہے ہر آیت  
کل صحابہ کے روبرو لکھا گیا نہ ہر آیت یا ہر ہر لفظ پر اجماع کیا گیا۔ تو پھر قرآن متواتر و مجمع علیہ  
کیونکر رہا۔

افسوس ہے کہ یہ حضرات جس راہ کو اختیار کرتے ہیں وہ خطرناک ہوتی ہے اور ایسی خطرناک  
کہ پھر کہیں ٹھکانہ نہ ہے کیونکہ آپ ابتداء سے دیکھ رہے ہیں۔ عمر زید بن ثابت در مسجد پر بیٹھ کر لوگوں  
سے بھیج کر مانگ رہے ہیں کہ جسکے پاس کچھ قرآن ہو وہ لائے لکھائے۔ اگر کوئی آیت یا سورہ

کوئی لانا ہے تو دو گواہ لیکر لکھ لیا جاتا ہے۔ پھر بتائے کہ ان اجماع ہو اکہ ان تو اترا۔ اگر دو گواہ کے بیان سے ہی اجماع و تو اترا ہو جاتا ہے تو پھر مدعی و مدعا علیہ دونوں کا بیان مجمع علیہ و متواتر قرار ہوتا ہے جو دو گواہ کیسے دس پانچ گواہ لاتے ہیں۔

اسی وجہ تو علامہ محمد بن صلاح الامیر نے روضۃ مذہب میں صاف صاف لکھ دیا علی ابن  
الہر ان قد انفرد احاداً بنقل آیات منها و قبلہا الصحابة ۷۵

کہ قرآن کی بہت سی آیتیں بنقل احاد و منقول ہیں جنکو صحابہ نے قبول کیا تو پھر بتائے اجماع و تو اترا کہ ان ہوا۔

دوسری نقل جب عثمان نے کرائی اوسکی حالت سبکو معلوم ہے کہ ابن مسعود نے خاص طور پر رسول اللہ نے تعلیم قرآن کو متعلق کیا تھا وہ سر ٹیک رہے ہیں کہ کیسا ظلم ہے کہ میرے قرآن نہیں لکھوایا جاتا اور ایک یہودی بچہ سے قرآن لکھوایا جاتا ہے۔ پھر یہی آپ کو معذور ہو چکا کہ عثمان نے کاتب قرآن اون چند نوجوانوں کو مقرر کیا ہے جو خاندان بنی امیہ سے تھے جنکو کوئی مومن کیسا مسلمان بھی نہیں مانتا تھا۔ تو جو قرآن اس طرح لکھا گیا وہ وہ متواتر و مجمع علیہ کیونکر ہو گیا۔

اسکے علاوہ وہ اعتراض پھر باقی رہا کیونکہ جب قرآن میں بلا مرضی رسول اسقدر تصرف کیا کہ دوسوروں کو اسطرح لکھا جو انکا ذاتی شغل تھا بلا علم خدا و رسول تو پھر دوسرے تصرفات سے کون مانع ہو سکتا ہے۔

ان سب کو جانے دیجئے اب ترتیف الحسنات کو ملاحظہ کیجئے کہ انہوں نے جگہ خالی کی عوض سورۃ التوبہ مائۃ و ثلاثون آیت لکھ دیا۔ حالانکہ صحابہ نے خالی جگہ چھوڑی تھی۔ انہوں نے اوسکو ان الفاظ سے بھر دیا۔ اور بجائے سورہ برات سورہ توبہ لکھ دیا جو بترجیح ابن عمر ناجائز ہے۔ توبہ قرآن اور صحیح بخاری کی حالت ایک قرآنی کیونکہ صحیح بخاری میں بھی نہیں کہ ایک کہ بخاری نے خالی جگہ چھوڑی تھی اوسکو یا رون نے ادھر ادھر ہنی حدیثوں سے بھر دیا۔

خیزداری نے دو دھار اور لکھی ہے چوتھے کہ خدا نے سورہ انفال کو دو جو بولات



مؤمنین پر ختم کیا اور اس امر پر کہ مؤمنین کو لازم ہے کفار سے جدا رہیں۔ پھر اسکی تصریح کی کہ  
 خدا نے سورہ ہرأت میں اسکی تاکید ہے لہذا فاصل ہونا ضرور ہے۔ تو فضل اسلئے کیا گیا  
 کہ معلوم ہو یہ دوسورے علیحدہ ہیں اور بسم اللہ اسلئے نہ لکھا گیا کہ معلوم ہو یہ معنی میں معنی  
 اول ہے (مگر اسکا مطلب اور تیسری وجہ کا مطلب ایک ہی ہے جسکی سند نہ حدیث سے دی  
 گئی ہے نہ کسی قول سے ہے۔

پانچویں وجہ یہ بیان کی کہ جناب انیر نے فرمایا یہ سورہ بے سیف نازل ہوا۔  
 چھٹی وجہ یہ کہ خدا کو معلوم تھا کہ لوگ اس میں نزاع کرنے لگے کہ بسم اللہ جزو قرآن ہے لہذا حکم دیا  
 کہ یہاں نہ لکھا جائے تاکہ معلوم ہو وہ ہر سورہ کا جزو ہے اور چونکہ اس سورہ کا جزو ہی نہیں ہے  
 لہذا انہیں لکھا گیا۔

گھر سب وجہیں ایسی ہیں کہ جہاں تک انہیں مضحکہ کیا جائے کم ہے کیونکہ جب دعویٰ یہ ہے کہ  
 قرآن کو حضرت نے مرتب کیا تو ہر دعویٰ کیلئے دلیل ضرور ہے حدیث سے اثبات کرنا چاہیے  
 نہ اپنے قیاس و رائے سے۔

غرض جس وجہ کو اڈیٹر صاحب نے اپنی گلو ظامی کے لئے الزام تحریر سے پیش کیا  
 تھا اسکی حالت تو آپکو بخوبی معلوم ہوئی کہ اس سے صریحی لزوم تحریف نمایاں ہے جسکا کوئی  
 دھبیہ نہیں ہو سکتا۔ تو اب اڈیٹر صاحب غور کریں کہ جہاں تک وہ ہمارے مقابلہ میں کامیاب  
 ہو سکتے ہیں

نظر اجماعی تمامی قرآن پر۔ یہاں تک تو صرف سورہ انفال و سورہ ہرأت کے متعلق بحث  
 تھی جن دونوں سوروں کی نسبت دعویٰ کیا تھا کہ صحابہ نے ان دونوں سوروں کو ترتیب  
 دیا۔

ایک نظر جمالی پورے قرآن پر ڈالتا چاہیے کہ مذاق اہلسنت پر انکی کیا حالت ہوتی ہے  
 اور کیا کوئی فہمیدہ شخص اسکے بعد دعویٰ کر سکتا ہے کہ رسول اللہ نے اس حیثیت سے قرآن  
 کو ترتیب دیا ہو۔ حالانکہ ہم مکرر لکھ آئے ہیں کہ آج تک ایک روایت بھی اہلسنت کے یہاں  
 ایسی نہ ملی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ وہ نوٹ یہ حضرت کا یا حضرت کا لکھوایا ہوا وقت جمع قرآن

کسی صحابہ کو ملا ہو۔

علامہ سیوطی اتفاق میں لکھتے ہیں سورۃ الفاتحہ - و فیہا قول رابع انہا نزلت

نصفین نصفاً بمکہ ونصفہا بالمدینہ حکاہ ابواللیث السمرقندی ص ۱۱۰

یعنی سورہ فاتحہ میں چار قول ہے (۱) مکہ میں نازل ہوا (۲) مدینہ میں نازل ہوا (۳) ایک دفعہ

مکہ میں پہر مدینہ میں نازل ہوا (۴) آدھا مکہ میں نازل ہوا آدھا مدینہ میں

مجاہد کا قول ہے کہ مدینہ میں نازل ہوا قال المحسین بن الفضل ہفتۃ من مجاہدین

العلماء علی خلاف قولہ

یعنی حسین بن فضل کہتے ہیں یہ ایک لغویات کُل لکھی ہے مجاہد سے کیونکہ تمامی علما اسکے خلاف ہیں

سورہ بقرہ سیوطی لکھتے ہیں امتثنیٰ منہا آیتان فاعفوا واصفحوا لیس علیک

ہذا اھو۔

یعنی سورہ بقرہ پورا سورہ مدنی ہے مگر دو آیت اس سے مستثنیٰ ہیں آیت فاعفوا واصفحوا لیس

علیک ہذا اھو۔

سورہ نسا زعموا الخ اس انضمام کی مستند الی قولہ ان اللہ یا مکرہ الایہ نزلت بمکہ

اتفاقاً فی شان مفتاح اللعوبہ۔

یعنی امام نحاس اسکو مکی لکھتے ہیں کیونکہ آیت ان اللہ یا مکرہ یہ اتفاق دربارہ کلیہ خاتمہ نازل ہوا

جس سے کم سے کم یہ تو ضرور ہو گا کہ یہ آیت مکی ہے جو سورہ نسا میں داخل کیا گیا جو سورہ مدینہ کا ہے

جسکی دلیل وہ یہ دیتے ہیں ما اخرجہ البخاری عن عائشہ ما نزلت سورۃ البقرہ

والنساء الا اذا غادہ ودخلہا علیہ کان بعد الحجۃ اتفاقاً قبل نزلت علیہ عند

الحجۃ کہ بخاری نے عائشہ سے روایت کیا ہے کہ سورہ بقرہ و سورہ نسا دو وقت نازل ہوا کہ

ہم حضرت کے پاس آپکے تھے۔ اور داخلہ عائشہ بعد ہجرت اتفاقاً ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ

سورہ مدنی ہے۔

یہ سورہ دو سو چھیاسی یا ساسی آیت کا سورہ ہے جسکے نسبت تمام علما کا اتفاق ہے کہ مدینہ

میں نازل ہوا تفسیر ورنثور میں ہے سئل رسیعہ وانا حاضر لو قدمت البقرۃ وال عمران

وقد نزل قبلها نيف وثمانون سورة فبما نزل فقال يعلم من قدمهما بتقدمهما هذا  
ما ينقضي اليه ولا يستل عنه صل

یعنی ربیع سے سوال کیا گیا کہ سورہ بقرہ آل عمران کیون مقدم کیا گیا۔ حالانکہ اسکے پہلے  
کچھ اور اسی سورے کے میں نازل ہوئے۔ تو کہا اسکو جن لوگوں نے مقدم کیا وہ اسکی وجہ  
جانتے ہیں پوچھنے کی بات نہیں ہے۔

سبحان اللہ کیا جواب ہے کہ اسکو نہ پوچھو۔ حالانکہ بدیہی بات کہ اہل مدینہ اکثر یہود تھے  
جو مسلمان ہوئے دل سے محبت کو سالہ پرستی کی گئی نہ تھی۔ اسی وجہ سے سورہ بقرہ کو پہلے  
لکھا ورنہ تمام عالم کو معلوم ہے جناب امیر کا جمع کیا ہوا قرآن مطابق تنزیل تھا یعنی جس جس  
طرح نازل ہوتا تھا لکھا جاتا تھا سب سے پہلے سورہ سورہ اقرآ تھا جیسا کہ مکرر مذکور ہوا۔

لہذا معلوم ہوا کہ تقدیم اس سورہ کی وجہ وہی محبت کو سالہ پرستی ہے جسکی سب سے  
بڑی دلیل یہ ہے کہ حضرت نے اس کا نام سورہ بقرہ کہنا منع کیا ہے کہ اہلسنت بقرہ ہی کہتے ہیں  
عن انس قال قال رسول الله لا تقولوا سورة البقرة ولا سورة آل عمران ولا  
سورة النساء ولا القرآن كله ولكن قولوا السورة التي يذكر فيها البقرة  
بسنده صحيح عن ابن عمر قال لا تقولوا سورة البقرة ولكن قولوا السورة التي  
يذكر فيها البقرة۔ درمنثور ص ۱۸

یعنی انس سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا سورہ بقرہ سورہ آل عمران سورہ نسا اور  
کل قرآن نہ کہا کہ وہ بلکہ کہو سورہ جس میں یہ باتیں مذکور ہیں۔ اور بسند صحیح ابن عمر  
سے مروی ہے کہ کہا سورہ بقرہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ جس سورہ میں بقرہ کا ذکر ہے۔  
تو با وصف ماغت صحیح رسول اللہ اسکو سورہ بقرہ کہنا صاف بتا رہا ہے کہ اسی محبت  
کو سالہ پرستی کا یہ اثر ہے۔

حالانکہ خود خدا نے اس سورہ کا نام رکھ دیا ہے عن زید بن اسلم قال الموحوھا  
اسماء السور ص ۱۸

یعنی آئم وغیرہ خود نام ہیں سورہوں کے۔ مگر وہ اصلی نام چھوڑ دیا گیا اور سورہ بقرہ مشہور کیا گیا

ہم جانتے سمجھتے ہیں یہ تغیر و تبدل ہمارے حضرت عثمان میں ہوا کیونکہ او کو یہودیت سے ایسا خلوص تھا کہ خود توراة کا ترجمہ عربی میں کیا تھا۔ اور زید بن ثابت اس کے کاتب تھے جن کو ابن مسعود بھی کافر کہتے تھے۔

تعلیم عمر | عن ابن عمر قال قال عمر البقرة في اثنتي عشرة سنة فلما ختمها نحن جندوا لها أمنا۔

یعنی ابن عمر کہتے ہیں کہ عمر نے بارہ برس میں قرآن کو پڑھا تھا جب تمام کیا تو کئی راقش فی کیا۔

مگر افسوس یہ نہ معلوم ہوا کہ انہوں نے بارہ برس تک جو اس کی تعلیم حاصل کی۔ کس سے کیونکہ رسول اللہ تو خود مدینہ میں دس برس رہے اگر اول سال بھی نزول اس کا مانا جائے تو باقی دو برس کس سے تعلیم لی۔ کیونکہ خود معلم الملکوت تھے ان کا علم ہو سکتا ہے ہاں اس قدر تو بالیقین ثابت ہے جیسا کہ اسباب النزول سیوطی میں ہے ان عمر کان یأتی الیہود فیسمع منهم التوراة ۱۵۱۔

کہ عمر صاحب یہود سے جا کر توراة سنا کرتے تھے۔ لہذا ممکن ہے وہی اون کے معلم ہوں۔ تعلیم ابن عمر۔ مگر یہ عجیب قدرت خدا ہے کہ عمر صاحب نے تو بارہ برس میں پڑھا تھا مگر اون کے بیٹے نے ۸ برس میں ہی یا چار برس میں جیسا کہ اوسے درمنثور میں ہے ان عبد اللہ بن عمر مکث علی سورۃ البقرۃ ثمانی سنین متعلما عن معمر بن عبد اللہ بن عمر تعلیم سورۃ البقرۃ فی اربع سنین۔ یعنی بروایت مالک ابن عمر نے ۸ برس میں اس کی تعلیم حاصل کی اور بروایت میمون چار برس میں۔ یہ بین تفاوت رہ از کجا است تاہ کجا اب حضرات اہلسنت غور کریں کہ اس زمانہ کے اندھے حافظ خلیفہ دوم سے بڑھ کر میں یا نہیں کیونکہ عمر صاحب نے بارہ برس میں صرف ناظرہ پڑھا تھا کیونکہ کوئی شخص اس کا مدعی نہیں ہے کہ وہ حافظ بھی تھے بخلاف اس زمانہ کے اندھے سببوں کے جو دو تین برس میں پورا قرآن یاد کر کے تراویح کمانے لگتے ہیں۔

اب آئیے اون آیات کو دیکھیں جنہیں سیوطی نے نزول مدینہ منورہ سے مستثنیٰ کیا ہے

جہن پہلا آیہ فاعفوا وصفحوا ہے جو شمار میں آیہ نمبر ۱۰ ہے۔

دوسرا آیہ لیس علیک ہداہم ہے جو شمار میں نمبر ۱۱ ہے۔

آیہ اول کی تفسیر میں ہے عن مجاہد قال سالت قریش محمدًا ان يجعل لہم

الصفا ذہبًا فقال بغو وھو کا المائدۃ لیبنی اسرائیل ان کفرتم فابوا ورجعوا

فانزل اللہ امر متدیدون ان تسألوا رسولکم ما سئل موسیٰ من قبل ان

یریمہم اللہ جھرة ص۱۸

یعنی قریش نے حضرت سے کہا کہ کوہ صفا کو طلا کر دو تو حضرت نے فرمایا ہاں مگر وہ

مثل ماندہ بنی اسرائیل ہوگا اگر اس کے بعد کفر کر گئے اس سے وہ پھر گئے تو خدا نے اس آیہ

کو نازل کیا۔

اسباب النزول سیوطی میں بھی یہی روایت ہے۔ بر حاشیہ جلالین ۱۸

دوسرا آیہ لیس علیک ہداہم ہے جسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ صحابہ کو اپنے نسب

میں مشرکین سے استکراہ تھا اسوجہ سے یہ آیہ نازل ہوا ص ۳۵ درمنثور سیوطی

سورہ انعام فقال سالت ابن عباس عن ذلک فقال سورۃ الانعام نزلت

بجملہ حبلہ واحدۃ فی مکیہ الا ثلاث آیات منها نزلت بالمدينۃ قل تعالوا انت الی عامر

الایات الثلاث ص ۴

یعنی ابن عباس کہتے ہیں سورہ انعام ایک دفعہ پورا سورہ مکہ میں نازل ہوا تو یہ سوو

کمی ہے۔ مگر آخری تین آیہ قل تعالوا کہ یہ تین آیہ مدنی ہیں۔

مگر دوسری فصل میں لکھتے ہیں قال البیہقی فی الدلائل فی بعض السور الی

نزلت بملکۃ آیات نزلت بالمدينۃ فالحقت بها وکذا قال ابن المحصار کل فوج من

الملکی والمدنی منہ آیات مستثنیۃ ص ۱۳

یعنی جو سورے مکہ میں نازل ہوئی اور اون میں مدینہ کی آیتیں ملا دی گئیں اور بقول

ابن حصار مکی مدنی آیتوں میں استثناء ضرور ہے۔ اسی فصل میں لکھتے ہیں۔

الانعام قال ابن المحصار استثنیٰ منہ تسع آیات ولا یصح بہا نقل خصوصاً مع ما

قد ورداها نزلت جملة قلت قد صح النقل عن ابن عباس باستثناء قل  
تعالوا الايات الثلاث كما تقدم والبواقي ما قدره الله حق قدره لما  
اخرجه ابن ابی حاتم انما نزلت في مالك بن الصيف وقوله ومن اظلم  
من افترى على الله كذا بالآيتين نزلتا في مسيلمة وقوله الذين اتينا هم  
الكتاب يعرفونه وقوله والذين اتينا هم الكتاب يعلمون انه منزل من ربك  
بالحق واخرج ابوالشيخ عن الكلبي قال نزلت الانعام كلها بمكة الا آيتين  
نزلتا بالمدينة في رجل من اليهود وهو الذي قال ما نزل الله على بشر  
من شيء وقال الفر با بنی حدثنا سفیان عن لیث بن بشیر قال الانعام مكية  
الا قال تعالوا انت والآية التي بعدها مكية

یعنی ابن حصار نے سورہ انعام سے نو آیہ کو مستثنیٰ کیا ہے کہ یہ سب نہیں ہیں اس کے بعد کہا  
کہ مگر نقل صحیح اسکے بار میں نہیں ہے حالانکہ حدیث میں ہے کہ یہ سورہ ایک دفعہ مکہ میں  
نازل ہوا۔ سیوطی کہتے ہیں کہ تین آیتوں کے بار میں تو حدیث صحیح ابن عباس سے  
وارد ہے اور آیہ ما قدرہ الله حق قدرہ کے بار میں ابن ابی حاتم نے روایت کی  
کہ مالک بن صیف کے بار میں نازل ہوا۔

اور آیہ ومن اظلم من افترى دواۓ مسیلہ کے بار میں نازل ہوا اور آیہ والذين  
اتينا هم الكتاب يعرفونه اور آیہ والذين اتينا هم الكتاب يعلمون انہ منزل  
من ربك بالحق کے بار میں ابوالشیخ کی روایت ہے کہ ایک یہود کے بار میں  
نازل ہوا فرمایا کہتے ہیں کہ سورہ انعام مکی ہے مگر آیہ قل تعالوا  
تفسیر جلالین میں ہے سورہ الانعام مکیۃ الا وما قدرہ الله الايات الثلاث  
والا قل تعالوا الايات الثلاث ص ۶۹

اس تحقیقات سے معلوم ہوا کہ نو آیتیں مدینہ کی اس سورہ میں داخل کر دی گئیں  
جو پورا سورہ ایک دفعہ مکہ میں نازل ہوا تھا۔

سورہ انعام ایک سو بیس آیت کا سورہ ہے جس میں آیہ قل تعالوا اے اللہ ہے جو آیہ وان

ہذا صراطی مستقیم پر کام ہوا جس کا مطلب ہے اس کے بعد بارہ آیتیں رہتی ہیں۔  
 آیہ ومن اظلم من افتری علی اللہ کذباً و آیہ جو دوبارہ میلہ ہے اس کا مطلب ہے۔  
 آیہ وما قدر واحد حق قدسہ کا مطلب ہے۔

آیہ والذین انبتھم الکتاب یعلمون انہم نزل من ربک بالحق کا مطلب ہے۔  
 ان تحقیقات سے آپ کو اچھی طرح اسکی تصدیق ہو گئی کہ قرآن اس طرح جمع کیا گیا ہے کہ در  
 مسجد پر بشکر ہر آمیزہ دروند سے پوچھ پوچھ کر لکھا کرتے جس کا لازمی نتیجہ یہی ہے۔

سورۃ اعراف عن قتادہ قال الاعراف مکیۃ الا آیۃ واسألھو عن القریۃ  
 وقال غیرہ من ہنا الی واذ اخذ ربک من بنی آدم مدنی مھا انکان  
 جلالین میں ہے سورۃ الاعراف مکیۃ واسألھو عن القریۃ الثمان او الخمس  
 آیات ص ۱۰

یعنی سورۃ اعراف کی ہے مگر آیہ واسألھو عن القریۃ۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آیہ  
 واذ اخذ ربک تک مدنی ہے اور حسب روایت تفسیر جلالین آٹھ یا پانچ آیتیں مدنی  
 ہیں۔

سورۃ اعراف ۲۲۶ آیتیں ہیں۔ آیہ واسألھو عن القریۃ کا ۱۶۳ ہے۔ اور آیہ  
 واذ اخذ ربک کا ۱۱۱ اجانب تک مدنی آیتیں ختم ہوئیں۔ ذرہ غور کر کے پڑھو تو پورا  
 لطف آئے۔

سورۃ انفال اور سورۃ براءت کا حال پہلے مذکور ہو چکا جس پر اتفاق المسند ہے کہ اکثر  
 صحابہ جمع کی گئی۔

سورۃ یونس جلالین میں ہے سورۃ یونس مکیۃ الافان کنت فی شکاک الاثنین  
 او الثلاث ومنھم من یومن بہ الا یہ مھل۔

یعنی یہ پورا سورۃ یونس کی ہے مگر آیہ فان کنت فی شکاک دو یا تین آیہ۔ اور آیہ من یمہد  
 یومن بہ کہ یہ آیتیں مدنی ہیں

اتقان میں ہے من اولھا الی راس الدعین مکی والبقی۔ مدنی حکمہ العین الفرس

یعنی پہلی آیہ سے چالیسویں آیہ تک تو کی ہے اور باقی مدنی ہے۔  
سورہ یونس کل ایک سو نو ایک سو دس آیہ ہے۔ آیہ فان كنت في شك كما ہے  
جس کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کیونکر جوڑ لگا لیا گیا ہے۔

سورہ ہود استثنیٰ منہا ثلاث آیات فلعلك تارك۔ افعن كان علی بیئہ من  
دہ۔ افعن الصلوٰۃ طری فی النار قلت دلیل الثالثة ماصع من عدة طرق انھا  
نزلت بالمدة بیئہ فی حق ابی البشیر مھا

سورہ ہود بھی کمی ہے ۱۲۳ آیہ ہے مگر تین آیتیں مستثنیٰ ہیں مگر فلعلك تارك بعض  
ما یوحی الیک مگر افعن كان علی بیئہ مگر افعن الصلوٰۃ طری فی النار  
سیوطی لکھتے ہیں اس تیسری آیہ کی دلیل یہ ہے کہ بطریق صحیح ثابت ہے کہ ابی البشیر کے  
بارہمین آیہ نازل ہوا جس کا قصہ اسباب النزول میں یہ لکھا ہے کہ ابی البشیر نے ایک  
عورت سے کچھ شرارت کی تھی بوسہ لیا تھا جب اس پر مذمت حضرت کے سامنے ظاہر کی  
تو یہ آیہ نازل ہوا مگر ہر حاشیہ جلالین۔

تفسیر جلالین میں آیہ واولئك یؤمنون بہ کو بھی کمی ہونے سے سبب لیا ہے یہ وہی  
آیہ مگر ہے۔

سورہ یوسف استثنیٰ منہا ثلاث آیات من اولھا مکھا ابو حسان  
وہو ولاحدا لا یلتفت الیہ یعنی سورہ یوسف سے بھی تین آیتیں مستثنیٰ کی گئی  
ہیں یہ قول ابو حسان ہے مگر سیوطی اوکو واپس لکھتے ہیں لیکن بلا دلیل۔

سورہ رعد مشہور ہے کہ کمی ہے اخرج ابو الشیخ عن قتادہ قال سورة الرعد  
الا یہ قوله ولا یزال الذین کفروا لقیتم بما صنعوا فادعہ وعلی القول بانھا  
مکیہ لستثنیٰ قوله اللہ یعلم الی قوله شدید الحال لکنہم واولایہ اخرھا  
فقد اخرج ابن مردويه عن جندب قال جاء عبد اللہ بن سلام حتی  
اخذ مصنادی باب المسجد قال انشدکم اللہ ای قوم یعلمون انی الذی



انزل فيه ومن عنده علم الكتاب قالوا اللهم نعم

یعنی ابو الشیخ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ مدنی ہے۔ مگر آیہ ولا یزال الذین کفروا  
بما آتواہم من الذل لعلہم یرجعوا کی روایت سے لگاتار آیت کو مدنی کہتے ہیں۔ اور  
بروایت تفسیر جلالین آیہ ولوان فرانا سیرت ۳۲-۳۳ بھی ملی ہے۔ اور آیہ ویقول  
لذین کفروا جو آخری آیہ ۳۳ ہے وہ مدنی ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن سلام نے تمامی صحابہ  
کو قسم دیکر پوچھا تھا کہ یہ آیہ جب کا آخر دے علم الکتاب ہے یا راستہ باریعین نازل ہوا  
سب نے کہا ہاں۔

مگر افوس خود سیوطی صفحہ ۳۱ میں لکھ چکے ہیں عن ابی بشر قال سالت سعید بن  
جبیر عن قوله ومن عنده علم الكتاب اهو عبد الله بن سلام فقال کیف  
وهذه السورة مکیة۔

یعنی ابو بشر نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ آیہ ومن عنده علم الکتاب کیا عبد اللہ  
بن سلام کے باریعین نازل ہوا تھا کہا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ یہ سورہ مدنی ہے۔ اور اسلام عبد  
بن سلام بعد ہجرت مدینہ منورہ ہے۔

سورہ ابراہیم عن قتادہ قال سورة ابراهيم مکیة غیر آیتین مدنیاتین الی الذین  
الذین بدلوا نعمۃ الله بکفر الی جنس القراءہا۔

یعنی قتادہ کہتے ہیں کہ یہ سورہ ابراہیم مدنی ہے مگر دو آیتیں مدنی ہیں الی الذین  
تاب جنس القراءہ ۲۹۲

تفسیر جلالین میں بھی ان آیتوں کو مدنی لکھا ہے ص ۳۲

سورہ حجر استثنیٰ بعضہم منها ولقد آتیناک سبعاً الا یہ قلت وینبغی استثناء  
ولقد علمنا المستقدمین الا یہ لما اخرجہ الترمذی وغیرہ فی سبب نزولہا  
واما فی صفوف الصلوٰۃ

یعنی سورہ حجر بھی مدنی ہے مگر آیہ لقد آتیناک سبعاً من المثانی کے مستثنیٰ سیوطی  
کہتے ہیں کہ آیہ لقد علمنا المستقدمین مدنی بھی مدنی ہے کیونکہ ترمذی وغیرہ نے

اسکو صفوف نمازین روایت کیا ہے۔

اسباب النزول میں ہے دوی الترمذی والنسائی والمحا کو وغیرہ عن ابن عباس قال كانت امرأة ترضي خلف رسول الله حسناء من احسن الناس فكان بعض القوم يتقدم حتى يكون في الصف الاول لتلايها وليست اخرهم حتى يكون في الصف الموخر فاذا ركع نظر من تحت ابطينه فانزل الله ولقد علمنا المستأخرين صلوات

یعنی ترمذی۔ نسائی۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ایک عورت تھی نہایت حسین و جمیل جو حضرت کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تو کچھ صحابہ پہلی صف میں ہو جاتے کہ اوپر نظر نہ پڑے اور کچھ لوگ پیچھے رہتے تھے کہ حالت رکوع میں بغل کے نیچے سے اسکو دیکھا کرتے اس پر خدا نے یہ آیت نازل کیا۔

کیا خوش قسمت ہیں اہلسنت کہ ایسے ایسے صحابہ اونکے مقتدا سے دین میں جو رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور عشق بازی کر رہے ہیں۔ خداوند انکے شر سے مسلمانوں کو نجات دے۔

سورہ نحل تقدم عن ابن عباس انه ايتين اخرها وسياتي في السفر ما يوبده واخرج ابو الشيخ عن الشعبي قال نزلت النحل كلها بكة الا هو لا ولايات وان عاقبتهم الى اخرها واخرج عن قتاده قال سورة النحل من قوله والذاهاجروا في الله من بعد ما ظلموا الى اخرها مدني وما قبلها مكي الى اخر السورة مكي وسياتي في اول ما نزل عن جابر بن زيد ان النحل نزل منها بكة اربعون وباقيها بالمدينة ويرد ذلك ما اخرجه احمد عن عثمان بن ابي العاص في نزول ان الله يامر بالعدل والاحسان وسياتي في

نوع الترتيب ۱۷۱

یعنی سورہ نحل (۱۲۸) آیت ہے ابن عباس سے پہلے منقول ہو چکا ہے کہ تین آیتیں مکی آیتیں

والنحل سوى ثلاث آيات من اخرها فاهن نزلت بين مكة والمدن فيمنه منصوصه احد ۱۲ مف

ہیں۔ اور نوح سفر میں بھی اسکا ذکر آئے گا جو اسکا مویہ ہے۔ ابو الشیخ روایت کرتے ہیں بعضی سے کہ پورا سورہ نخل کہ میں نازل ہوا اگر آیات دان عاقبتہ۔ قتادہ کہتے ہیں کہ سورہ نخل آیہ والذین ہاجروا سے آخر تک مدنی ہے اور اس کے قبل آخر سورہ تک کی ہے۔ اور جابر بن زید سے روایت ہے کہ سورہ نخل کا چالیس آیہ کہ میں نازل ہوا اور باقی بیتہ میں۔ مگر اسکو رد کرتی ہے روایت احمد در بارہ آیہ ان اللہ یا مریبا العدل والاحسان آیہ دان عاقبتہ ۱۷۲ ہے لغابت ۱۲۸ جو مدینہ کی آیتیں ہیں اور داخل کی سورہ کی کہیں اور آیہ والذین ہاجروا ۱۷۳ ہے جسکے نسبت کھا گیا کہ یہاں سے سب مدنی ہیں۔

جس روایت کو سیوطی صاحب اسکے رد میں لائے ہیں کہ حدیث عثمان بن ابی العاص اسکو رد کرتی ہے وہ حسب ذیل ہے ۱۷۴ ما اخرجہ احمد باسناد حسن عن عثمان بن ابی العاص قال کنت جالساً عند رسول اللہ ﷺ اذ شخص بصری لا ثوبہ شو قال اتانی جبرئیل فامرني ان اضع هذه الاية هذا الموضع من هذه السورة ان اللہ یا مریبا العدل والاحسان وابتاء ذی القربی الی اخرها۔

یعنی عثمان بن ابی العاص لکھا ہے ہم حضرت کے پاس حاضر تھے کہ حضرت نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھایا اور فرمایا کہ جبریل نے ہلکوں کو دیا ہے کہ اس آیہ کو اس موضع پر اس سورہ میں رکھیں ان اللہ یا مریبا العدل والاحسان۔

اس حدیث سے سیوطی نے اسی کا ابطال چاہا ہے کہ آیہ والذین ہاجروا سے آخر تک پورا مدنی نہیں ہے اس میںا دیر کہ اگر مدنی ہوتا تو حضرت یہ کیوں فرماتے یہ آیہ ۱۷۵ ہے مگر ہم نہیں سمجھتے کہ اس سے وہ دعویٰ کہ ۱۷۶ سے کل مدنی ہیں۔ کیونکہ باطل ہو گیا ہے یہیں جو سکنا کہ مدنی آیتوں میں حضرت نے حکم جبرئیل

اور بفرمن تسلیم اس سے ترتیب رسول کے مطابق ہونا اس قرآن کا کیونکر معلوم ہوا کیونکہ صد بار روایتیں خود سیوطی نے اسکی لکھی ہیں کہ جب قرآن اسی طرح ہوا کہ جو صحابی کوئی آیہ لایا اس پر دو گواہ لیکر لکھ لیا گیا تو اس میں ترتیب رسول اللہ کہان باقی رہ سکتی ہے۔ سورہ اسرا۔ جسکے معنی ہیں سورہ معراج مگر اسنت نے نہیں بلکہ اون یہودی بچوں نے

جو اسکے کاتب تھے سورہ بنی اسرائیل نام رکھا۔ حالانکہ بنی اسرائیل کا ذکر بہت سے سوروں میں موجود ہے مگر صرف اسی سورہ کو بنی اسرائیل کھنا اسی غرض سے ہے کہ معراج سے غفلت رہے۔

یہ سورہ بھی مکی ہے مگر سیوطی لکھتے ہیں استثنیٰ منها ویسئلونک عن الایہ لما اخرج البخاری عن ابن مسعود انها نزلت بالمدينة فی جواب سوال الیہود من الروح واستثنیٰ منها ایضا وان کا دو الیفتنونک الی قولہ ان الباطل کان زھوقاً وقولہ لئن اجتمعت الامم والجن الایہ۔ وقولہ وما جعلنا الرویا الایہ وقولہ ان الذین اوتوا العلم من قبلہ لما اخرجناہ فی اسباب النزول مثلاً یہ سورہ ایک سو گیارہ آیہ کا ہے۔ ایہ ویسئلونک عن الایہ کو لکھتے ہیں کہ مدنی ہے تھو کیونکہ بخاری نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ یہ آیہ مدینہ میں نازل ہو (جواب یہود)۔

آیہ وان کا دو الیفتنونک مثلاً تانا۔ بھی مدنی ہے۔

آیہ وما جعلنا الرویا الی امریک من ربی مدنی ہے۔

آیہ قل امنوا بہ اولوہ منہ ان الایہ اور اولوہ منہ الیہ مدنی ہے۔ ہر جیساکہ ہم نے اسباب النزول میں لکھا ہے۔

آیہ منہ وما جعلنا الرویا الی امریک یعنی جو خواب ہم نے تم کو دکھایا وہ بلا ہے آدمیوں کے لئے اور شجرہ ملعونہ ہے قرآن میں اور ایہ اولوہ ڈراتے ہیں تو ان کی سرکشی میں نہ دیتی ہوتی ہے۔

اس آیہ پر تو گویا تمامی مفسرین کا اتفاق ہے کہ دوبارہ بنی امیہ نازل ہوا کہ خدا نے او کو شجرہ ملعونہ فرمایا ہے ملاحظہ ہو تفسیر درشورۃ جلد ۴

عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ قال سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن المنابر فسلموا ذلك فاوحى الله الیہ انما ہی دینا اعطوها فقروا عینہ وہی قولہ وما جعلنا الرویا الی امریک الا فتنة للناس یعنی بلاۃ للناس

یعنی حضرت نے خواب میں بنی امیہ کو بنو ہاشم پر چڑھنے دیکھا جس سے حضرت کو بہت غم ہوا  
 اوپر خدا نے وحی کی کہ یہ دنیا ہے جو انہیں ملیگی اوسکے بعد یہ آیہ نازل ہوا۔ **تفصیل**  
 کے لئے مناظرہ امجدیہ حصہ دوم ملاحظہ ہو

تفسیر کبیر میں ہے قال ابن عباس الشجرة الملعونة بنو امیہ یعنی المحکومین ابی  
 العاص قال وراى رسول الله في المنام ان ولد مروان يتدا ولون منيرة  
 فقص روياه على ابی بکر وعمر وقد خلا فی بیتہ معہما فلما اقر قوا سمع رسول  
 المحکومین بربو یا رسول الله فاشتد ذلك علیه واتقوا عمر فی افشاء سره  
 فوظهر ان المحکومین کان یسمع الیهم فتفاه رسول الله قال الواحدی هذه  
 القصه کانت بالمدينة والسورة مکیه فیبعد هذا التفسیر الا ان یقال هذا  
 الایة مدنیة ولو یقل به احد ربنا یؤكد هذا التأویل قول عائشة لما وان  
 لعن الله اباک وانت فی صلبه فانت بعض من لعنه الله من جلدہ

یعنی ابن عباس سے روایت ہے کہ مراد شجرہ ملعونہ سے بنی امیہ ہیں حضرت نے خواب میں  
 دیکھا کہ اولاد مروان بن الحکم بنو ہاشم پر چڑھ رہی ہیں حضرت نے اس خواب کو تخلیہ میں ابی بکر  
 وعمر سے بیان کیا جب مجمع برخواست ہوا تو حضرت نے سنا کہ حکم۔ آپ کے خواب کو لوگوں نے  
 بیان کرتا ہے۔ جو حضرت پر نہایت سخت گذرا اور حضرت نے حکم پر اسکا خیال کیا  
 کہ اوسی نے حضرت کے راز کو فاش کیا ہے اوسکے بعد ظاہر ہوا کہ حکم کھڑا سن رہا  
 تھا تو حضرت نے اوسکو نکلوا دیا۔

انٹ  
 رسول اللہ

واحدی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور سورہ یہ یٰ نکی ہے تو یہ تفسیر سے بعد معلوم ہوتی  
 ہے مگر یہ کہ کہا جائے کہ یہ آیہ مدنی ہے۔ حالانکہ اسکا کوئی قائل نہیں۔  
 فخر رازی کہتے ہیں کہ اس تاویل کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ عائشہ نے مروان سے  
 کہا کہ خدا نے تیرے باپ پر لعنت کی جبکہ تو اوسکے صلب میں تھا لہذا تو ایک جزو ہے  
 لعنت خدا سے۔

لکھنؤ کہ اس روایت نے بدیہی طور پر بتا دیا کہ رسول اللہ عمر صاحب کو اپنے راز کو

فاش کرنے والا جانتے تھے کہ عمری نے اس خواب کا حال حکم سے بیان کیا۔ جس کو شیخ نے لفظ اتمہ کہہ رہا ہے کہ معاذ اللہ حضرت نے عمر پر اسکی تہمت لگائی۔ حالانکہ یہ اتفاق اہل اسلام ثابت ہے کہ نہ رسول اللہ کسی پر تہمت لگاتے ہیں نہ حضرت کا کوئی دہم و گمان خطا کرتا ہے لہذا بالیقین معلوم ہوا کہ حضرت کے خیال میں عمر صاحب خائن تھے جیسا کہ خدا فرماتا ہے  
 عَلَّمَهُ اللَّهُ انْكَوَكْتُمْ تَحْتَ اَنْوَانٍ بِسَ حَيَاتِ عَمْرِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ بِمِثْلِ هَذِهِ -

ربا و احدی کا یہ اعتراض کہ سورہ ملی ہے اور قصہ مدینہ کا ہے تو اگرچہ اسکا جواب خود فرخ رازی نے دیدیا ہے کہ عائشہ کا مردان سے اس طرح کلام کرنا بھی اسکا موید ہے جسکے بعد کسی جواب کی حاجت نہیں رہتی۔ مگر تفسیر سیوطی سے اتویہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود اس آیت کو علماء المسلمین نے مدنی لکنا ہے لہذا قول واحادی لم یقل بہ احدا غلط ہوا اور اس تفسیر کی صحت ثابت ہوئی و اللہ اعلم

اگر فرخ رازی یا واحدی کو کچھ قرآن کی محبت ہوتی تو وہ یہ تاویل کر سکتے تھے کہ روایت کا آخری شے ظہر ان المحکو کا یسمع انہم ففقاہ رسول اللہ راوی کا یا بضافہ ہے یا روایت بالمعنی ہے۔ کیونکہ راوی نے چاہا تھا کہ عمر صاحب کو الزام حیات سے یہ جملہ بھی اوس نے وضع کر دیا ففقاہ رسول اللہ

کہ حضرت نے حکم کو نکلوا دیا حالانکہ اصلی روایت اویس قدر ہے کہ حضرت نے اس خواب کو بیان کیا اور عمر نے اس راؤ کو فاش کیا۔ حکم کا سننا اور نکالا جانا اس کے بعد غلط ہے کیونکہ یہ واقعہ مدینہ کا ہے اور حضرت کا خواب دیکھنا اور شیخین سے بیان کرنا اور عمر صاحب کا اوس سے مطلع کرنا یہ سب واقعہ کہ ہے۔

آیہ سے لغایت ۸ وان کا دو الیفتن و ذلک کے متعلق تفسیر رازی میں ہے۔  
 واعلم ان هذه القصة انما وضعت بالمدينة فلهذا السبب قالوا ان هذه الايات مدینه ۶۲ جلد ۷

یعنی یہ قصہ جو کہ مدینہ میں واقع ہوا لہذا قائل ہوئے کہ یہ آیات مدنی ہیں۔  
 آیہ ۷ وان کا دو الیفتن و ذلک یعنی قریب تھا کہ وہ لوگ تمکو زمین سے پہلا دین تاکہ

تھیں وہاں سے جلاوطن کر دیں اور اس وقت تمہاری پوجہ بھی نہ رہی مگر بہت کم۔  
اسکی تفسیر میں سیوطی نے یہ روایت لکھی ہے کہ یہود نے حضرت سے یہ کہا کہ اگر آپ سچے بنی ہیں  
تو ملک شام چلے جائے کہ وہ زمین انبیا کی ہے اور وہی زمین محشر ہے۔ حضرت نے اسی لئے  
غزوہ تبوک کا قصد کیا مگر اعزۃ بنو نضل و لا یومد الا الشام ۱۹ در نشور جلد ۴

کہ مقصد آپکا صرف ملک شام میں جانا تھا نہ غزوہ وغیرہ خلا یبلغ بنو نضل انزل اللہ علیہ آیات  
من سورۃ بنی اسرائیل بعد ما حققت السورۃ یعنی جب حضرت مقام تبوک پہنچ  
گئے تو خدا نے ان آیات کو نازل کیا حالانکہ سورہ بنی اسرائیل تمام ہو چکا تھا۔ اس روایت  
کو کچھ اختلاف کے ساتھ تفسیر کبیر میں بھی لکھا ہے ۲۷ جلد ۵

آیہ ۲۷ میں سئلونک عن الرض کے بارے میں تو صحیح بخاری ہی کی روایت ہے جو قرآن  
سے برتر یا اس کے ہمسر ہے۔

آیہ ۲۸ میں اذ جعلت الارض والبنین کی یہ وجہ ہے کہ سلام بن مسل وغیرہ نے کہا تھا  
کہ قرآن مثل توراة منظم کیوں نہیں ہے اس پر آیہ نازل ہوا۔

سورہ کہف استثنیٰ من اولھا الى سیرا و حولہ واصدقفسک الاول الذین امنوا  
الاولیٰ والآخرین۔ ۱۰

یعنی سورہ پہلا آیہ لیسات مدنی اور آیہ ان الذین امنوا والآخرین مدنی  
ہے باقی سب مدنی ہے۔

سورہ مریم ۸۹ آیہ ۲ کی ہے۔ گرایہ ۲۷ مدنی مستثنیٰ ہے۔ اسی طرح آیہ ۱۷ وان منکم  
الادامدھا بھی مدنی ہے تفسیر جارین میں ولا تخلف من بعدھم حلف وہ آیہ کہ بھی  
مستثنیٰ ہے۔

سورہ طہ ۱۴۰ آیہ ۲ کی ہے اریہ فاصبر علی ما تقولون ۱۳ مدنی ہے۔  
سیوطی کی رائے میں آیہ فلا تمدن عینیہ کو بھی مستثنیٰ ہونا چاہیے کیونکہ ایک یہود  
کی قصہ میں نازل ہوا۔

سورہ انبیا میں بھی آیہ افلا یرون انما انزلنا من فیہ۔  
۲۷ تفصیل اسکی اصلاح ۲۷ جلد ۴ میں ملاحظہ ہو ۱۴

سورہ حج میں بھی کی ہے مگر دو آیہ ومن الناس من لعنہ اللہ وروایہ ہذا ان خصمان  
چھ آیہ مدنی ہے۔ جلالین ص ۱۱۱ جلد ۲

اتقان میں دس آیتوں کو مدنی لکھا ہے۔ اور بعض لوگ پورے سورہ کو مدنی مانتے  
ہیں مگر چار آیہ اور بعض محتلط مانتے ہیں کہ کی مدنی آیتیں مخلوط ہیں اور یہی قول جہویر  
سورہ مؤمنوں میں بھی کی ہے مگر آیہ حتی اذا اخذنا منہم مائتہ فی وجعناہم مبلسون مدنی ہے  
اتقان ص ۱۱۱

سورہ شعرا بھی کی ہے مگر آیہ والشعراء یبغون الغاؤن کو آخر تک مستثنیٰ کیا ہے  
اسی طرح آیہ اولو یکن لہم وایۃ یعلمہ علماء بنی اسرائیل بھی مدنی ہے۔

یہ سورہ وہی ہے جس میں آیہ وانذر عشیرتک الاقربین داخل کیا گیا ہے جو  
ابتداء اعلان اسلام کا آیہ ہے اور رب وایت صحیح بخاری وبراہین الخلدین  
بھی اسکے ساتھ تھا جواب قرآن میں نہیں ہے۔ اس آیہ کے نزول کے بعد حضرت  
نبوت کا عام اعلان کیا ہے اور تہاب الیم کے حق میں فرمایا ہے ان ہذا احی ووحی  
وخلیفتی فیکو فاسمعو والد وایمعوہ جیسا کہ سابقاً مذکور ہوا ملاحظہ ہو الشمس ص ۱۱۱  
جلد ۲ صفحہ ۸۸ الفایہ ۲۲۱

اسی سورہ میں ہے وتوکل علی العزیز الرحیم الذی یریک حین تقوم و  
تقلبک فی الساجدین یعنی توکل کر عزیز رحیم پر جو تجھ کو دکھاتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور  
سجدہ کرنے والوں میں تمہارے پھرنے کو۔

جسکے نسبت سابقاً عرض کیا گیا کہ اس سے اسلام آبا رسول اللہ ثابت ہے جیسا کہ  
در منور سیوطی میں ہے عن ابن عباس فی قوله وتقلبک فی الساجدین قال ما  
زال النبی یتقلب فی اصلاب الانبیاء حتی ولدت امہ ص ۱۱۱ جلد ۲

یعنی ہمیشہ آنحضرت اصلاب انبیاء میں رہے یہاں تک کہ اپنی مادر گرامی سے متولد ہوئے  
سورہ قصص کی ہے مگر آیہ ان الذی فرض علیک الفہ ان اور آیہ الذین  
اتیناھو الکتاب تاہ بنتی المجاہلین -



سورہ عنکبوت کی ہے مگر پہلی آیتیں مدنی ہیں تاہم یلعلمن المنافقین اور سیوطی  
آیہ کاین من دابہ کو بھی مدنی لکھتے ہیں ص ۷۷

سورہ لقمان بھی کی ہے مگر آیہ دلوان مافی الارض تین آیہ مدنی ہے۔

سورہ سجدہ بھی کی ہے مگر آیہ اضمن کان مومنًا لعلایک مدنی ہے اسی طرح آیہ  
تقیا فی حیوٰتہم ملا بھی مدنی ہے۔

آیہ اضمن کان مومنًا کی وجہ اسباب الترویل سیوطی میں یہ ہے قال الولید بن عقبہ  
بن الصمیط لعلی بن ابیطالب انا احدث منک سنانا وابطط منک لسانا واملأ  
للکتابہ منک فقال له علی اسکت فانما انت فاسق فنزلت اضمن کان مومنًا  
کمن کان فاسقًا لا یستون ص ۷۷ جلد ثانی جلالین

یعنی عقبہ بن ابی معیط نے جو اخوان عثمان سے تھا حضرت علیؑ سے کہا ہمارا نیزہ تھے تیرے  
اور ہماری زبان تھے زیادہ دراز ہے اور ہم لشکر کو زیادہ طیار کر سکتے ہیں حضرت  
علیؑ نے فرمایا چپ رہ کہ تو فاسق ہے اس پر یہ آیہ نازل ہوا کہ جو شخص مومن ہو اس کے  
برابری فاسق کیونکر کر سکتا ہے۔

سورہ سبا بھی کی ہے مگر آیہ ویری الذین او توالیہ مدنی ہے۔ جلالین ص ۷۸

سورہ لیسین بھی کی ہے مگر آیہ انا نحن غی الموقی اولایہ اذا قیل لہم وافتقوا  
مدنی ہے۔ جلالین ص ۷۸

پورا آیہ یہ ہے انا نحن غی الموقی وکتب ما قدموا وانا نأمرہم وکل شیء احصینا  
فی امام مبین مینی بیشک ہم زندہ کرینگے مردوں کو اور لکھینگے جو کچھ آگے کیا ہے اور بتایا  
اون کی اور ہر شی کا ہی احصا کیا ہے کتاب مبین میں۔

سیوطی لکھتے ہیں ترمذی۔ حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ نبو سلمہ مدینہ  
کے نواحی میں رہتے تھے۔ اونہوں نے قصد کیا کہ قریب مسجد چلے آئیں تو یہ آیہ نازل ہوا  
جبر حضرت نے فرمایا تمہارے آثار لکھ لئے گئے ہیں۔ لہذا اونہوں نے نقل و حرکت موٹ  
رکھا۔

علامہ ابن القیم شفاء العلیل میں لکھے ہیں واحتم الباب هذا القول بما في صحيح البخاري  
من حديث ابى سعيد الخدري قال كانت بنو سلمه في ناحية المدينة فارادوا  
لتقله الى قرب المسجد فنزلت هذه الآية انا نحن نحي الموتى ونكتب ما قدموا  
انما هم فقال رسول الله يا بنو سلمه دياركم تكتب انما كرم وقد روى مسلم  
في صحيحه نحوه من حديث جابر وان في هذا القول نظر فان سوقهم ليس  
مكة وقصة بنو سلمه بالمدينة الا ان يقال هذه الآية وحدها مدينة منه  
يعني صحيح بخاري میں بروایت ابوسعید خدری اور صحیح مسلم میں بروایت جابر و اس  
ہو آیت اسی واقعہ بنی سلمہ کے متعلق نازل ہوا جیسے ابن القیم لکھتے ہیں اس میں نظر ہے  
کیونکہ سورہ یسین کی ہے اور بنی سلمہ کا قصہ مدینہ کا ہے مگر یہ کہ کہا جائے کہ صرف یہی آیت مدنی  
ہے۔

جس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم اس درجہ صحیح ہے کہ اس کے مقابلہ میں یہ ماننا  
آسان ہے کہ سورہ یسین میں جو کی تھا وہ آیت داخل کر دیا گیا جو مدینہ میں نازل ہوا۔  
سورہ زمر بھی کی ہے مگر تین آیتیں مدنی ہیں قل یا عبادى الذین تین آیت جو وحشی  
قاتل حضرت حمزہ کے بار میں نازل ہوا اور آیت اللہ منزل احسن الحدیث بھی مدنی ہے  
سورہ غافر کا نام بدل دیا گیا۔ اب سورہ ہومن لکھا جاتا ہے۔ یہ بھی کی ہے مگر آیت ان  
الذین یجادلون مدنی ہے۔

سورہ شوری بھی کی ہے مگر آیت ام یقولون اختری تا بہ بصیر اور الذین اذا  
اصابهم البغی تا بہ سبیل اور بروایت جلالین قل لا استعجلکویہ سب مدنی ہے۔  
سورہ زخرف کی ہے مگر آیت واسالی من اسلنا مدنی ہے۔ اتقان صلا جلالین  
سورہ دخان کی ہے مگر آیت انا کاشفوا العذاب  
سورہ جاثیہ کی ہے مگر قال للذین اءنوا مدنی ہے۔

سورہ اتحاف کی ہے مگر آیت قل اریکم ان کان من عند اللہ اور آیت فاصبر  
کما صبر اولو الغم اور آیت وصینا الانسان بوالدیه تین آیت مدنی ہے۔ جلالین

سورہ محمد کا نام تفسیر جلالین سورہ قتال تھا۔ مگر اب سورہ محمد بنایا گیا مدنی ہے۔ مگر آہ  
 وکاین من خربۃ کی ہے جو اس میں ملا دیا گیا جلالین ص ۱۱  
 سورہ ق کی ہے مگر آہ لقد خلقنا السموات والارض مدنی ہے۔  
 سورہ نجم کی ہے مگر آہ الذین یحبونک مدنی ہے اور سورہ آخرات الذی  
 تولى وایہ مدنی ہے۔

سورہ فجر بھی کی ہے مگر آہ سیھزم الجمع مدنی ہے جلالین ص ۱۱  
 سورہ رحمن بھی کی ہے مگر آہ یسالہ مدنی ہے ص ۱۱  
 سورہ واقعہ کی ہے مگر آہ من الاولین وثلة من الاخرین اور آہ فلا تحسموا  
 النجوم بروایت صحیح مسلم مدنی ہے۔  
 سورہ حدید کی ہے مگر آخر مدنی ہے۔  
 سورہ مجادلہ کی ہے مگر آہ مایکون من نجوى ثلاثة مدنی ہے۔  
 سورہ تغابن کا آخر مدنی ہے۔  
 سورہ تحریم کی دس آیتیں مدنی ہیں۔ باقی سب کی ہیں ص ۱۱ اتقان  
 سورہ ملک کی ہے مگر تین آہ مدنی ہے۔

سورہ نون میں انذلو فاعلموا تا بہ یعلمون اور فاعلموا تا بہ صالحین مدنی ہے۔  
 سورہ فصل کی ہے مگر آہ ان ذک یعلموا تا بہ آخر مدنی ہے جلالین ص ۱۱ اتقان میں  
 واصبر علی ما یقولون دو آیتیں مدنی ہیں۔

سورہ انسان (دھر) میں خاصبر لکھو ربک مدنی ہے۔  
 سورہ رسالت میں واذ اقبل یھود کعوا لایکعون مدنی ہے۔  
 سورہ مطففین کی ہے مگر شروع کی چھ آیتیں مدنی ہیں۔

سورہ بلد مدنی ہے مگر شروع کی چار آیتیں  
 سورہ لیل کا اول آہ مدنی ہے۔

سورہ اریث کا تین آہ کی ہے اور تین آہ مدنی

یہ ایک مختصر دست ہے اور سورون کی جنیں بعض مدنی ہیں۔ اور کی آیتیں اور میں ملائی گئیں اور بعض کی میں نہیں بعض مدنی آیتیں ملائی گئیں اور اگر اس بحث کو تفصیل سے لکھیں تو دو تین جلد اس میں بھی طیار ہو سکتی ہیں۔

کیا اسکے بعد پھر کسی کو اس میں شبہ رہ سکتا ہے کہ جو قرآن اس طرح جمع کیا گیا ہو کہ در مسجد پر بیٹھ کر روزید بن ثابت آید و روزید سے پوچھ کر قرآن لکھتے ہیں اور کیا ہی حشر ہونا چاہیئے کہ ملی سورون میں مدنی آیتیں داخل ہوں اور مدنی سورون میں ملی آیتیں جس کی تفصیل و شرح میں صحابہ اور علما کو یہ جاننا ہی کرنی پڑی کیونکہ یہ تو عقیدہ قائم، اہل اسلام ہے جس سے محققین نصاریٰ وغیرہ محکم اتفاق کیا ہے کہ یہ کلام خداوند علام ہے۔

تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ خداوند عالم نے جو سورے کہ میں نازل کئی اونکو اور دھور اچھڑ دیا کہ جب آپ مدینہ جائینگے تو ہم تمام کرینگے اور اگر اسکو بھی بفرمان محال مان لین تو پھر اس میں کیا حکمت ہو سکتی ہے کہ جو سورہ ابھی نازل بھی نہیں کیا گیا نہ اسکی کسی طرح ابتداء ہوئی۔ اسکی آیتیں کہ میں اوتار دی گئیں۔ کیا خدا اس پر نہیں قادر تھا کہ اس سورہ کو وہیں تمام کرتا اور جو آیتیں مدینہ میں آئیں اونکو مدینہ کی ترون میں رکھتا۔ حالانکہ تم پڑھ چکے ہو کہ نہ حضرت کا کوئی نوشتہ قرآن انکو ملا نہ اس سے لکھا گیا بلکہ جو کچھ لکھا گیا راہ چلتوں سے پوچھ پوچھ کر۔

ہننے یہاں جو اس قدر تفصیل سے ہر سورہ کی حالت اجمالی دکھائی اسکی زیادہ تر وجہ یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے اپنی کتاب علم الکلام میں لکھا تھا ص ۱۱۱۔ ”آجکل ایک طرز اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید میں کسی قسم کی ترتیب و نظام نہیں۔ ایک مضمون شروع ہوا ہے وہ ابھی ناتمام ہے کہ دوسرا شروع ہو گیا۔ فرائض کے مسائل بیان کرتے کرتے سچ میں نامادھکوا ذکر آجاتا ہے ایک مضمون کے متعلق معلومات فراہم کرنے ہوں تو سیکڑوں مختلف مقامات کی ریزہ چینی کرنی پڑتی۔“

قدما، میں سے کسی نے اس اعتراض کا جواب نہیں دیا بلکہ خود اعتراض سے تفرق نہیں کیا۔ حالانکہ آجکل یہ ایک مشکل اعتراض خیال جاتا ہے۔ کارلائل جو آنحضرت معلوم کی نسبت

ہجاء علم الکلام  
شبلی

نہایت عمدہ خیالات رکھتا ہے اور جو اسلام کی تمام باتوں کو حسن ظن کی نگاہ سے دیکھتا ہے قرآن مجید کے اس انتشار مضامین سے گھبرا گیا اور اسکی کوئی تاویل نہ کر سکا۔  
شاہ ولی اللہ صاحب نے اس اعتراض سے قعر من کیا اور نہایت خوبی سے جواب دیا وہ لکھتے ہیں۔

”اگر پرسند کہ در سور تہائے قرآن این مطلب را چرا نشر فرمودند و رعایت ترتیب نگردند۔ گویم اگرچہ قدرت شامل بمہم کمالات است اما حکم درین ابواب حکمت است و حکمت موافقت مبعوث الہیم است در لسان و در اسلوب بیان۔  
و ترتیبی کہ حالا مصنفین اختراع نموده اند عرب آزمائیدہ استند۔ اگر این را باور نئی کنی قصائد شعر اسے مخضر بین را تامل کن +++ و نیز مقصود نہ مجرد افادہ است بلکہ افادہ مع الاستحضار و التکرار۔

اس تقریر کا اصل یہ ہے کہ قرآن مجید عرب کی زبان میں اُترا ہے اور مخاطب اوّل اس کے عرب ہیں۔ اس لئے ضرور تھا کہ طرز بیان میں اسلوب عرب کی رعایت کی جائے عرب قدیم کی جب قدر نظم و نثر موجود ہے سب کا یہی طرز ہے کہ مضامین کو یکجا بیان نہیں کرتے بلکہ ایک بات کہتے ہیں۔ ابھی وہ تمام نہیں ہوئی کہ دوسرا ذکر چھیڑ جاتا ہے۔ پھر پہلی بات شرعی ہوتی ہے پھر دوسرا سلسلہ شرعی ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن مجید کا بڑا مقصود یہ ہے کہ توجہ الی اللہ اور اخلاص و عبادت کے مضامین اس قدر بار بار کہے جائیں کہ مخاطب پر ایک حالت طاری ہو جائے اس قسم کا تکرار ترتیب کی صورت میں ممکن نہ تھا۔

ہم شاہ صاحب کے کلام کی حقیقت تو بعد اسکے حرم کر نیئے۔ مگر اس قدر تو آپ کو چھی طرح معلوم ہو گیا کہ یہ اعتراض بہت سخت ہے یہاں تک کہ مسٹر کارلائل باوصف حسن ظن۔ گھبرا گیا۔ تو دوسرے بر حال اُنکے جو قرآن سے بظنی رکھتے ہیں کہ اون کی کیا حالت ہوگی اسی لئے بنے ان واقعات کو لکھا کہ اب دو ہی صورت ہے یا قرآن کی حفاظت

کرین یا صحابہ کی جو حاملین قرآن تھے اگر قرآن کی حمایت آپ چاہتے ہیں تو اصلی راز ظاہر کر دیجئے کہ قرآن اوس ترتیب سے نہیں رہا جس ترتیب سے نازل ہوا تھا لہذا

یہ اعتراض اصل ہی سے ساقط ہو گیا کیونکہ جب اسکی ترتیب اس شخص نے نہیں کی  
جس پر نازل ہوتا تھا اور جو لکھواتا جاتا تھا اور ترتیب دیتا جاتا تھا اور وہ ترتیب دیا ہوا  
قرآن اوسکے وصی خلیفہ جانشین کے پاس موجود تھا جسکو اس نے بعد رحلت رسول  
سب سے پہلے انجام دیا تو پھر ترتیب پر اعتراض کرنا بالکل لغو ہے کیونکہ یہ قصور تو جامعین  
کا ہے۔

جسکی یوں مثال سمجھو کہ اگر ہم ایک انسان کے ہاتھ کو بچائے پیر کر دیں اور پیر کو  
کی جگہ پر رکھ دیں تو اس سے خالق یا صانع پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔

اہلسنت کا اصول صرف یہ ہے کہ جس طرح ہوسکے صحابہ کی حفاظت کریں زبان سے  
تو اون کو معصوم نہیں کہتے مگر ہر قول و فعل کو اونکے معصومانہ بنا رہے ہیں۔ رسول اللہ  
کی عصمت کا زبانی اقرار کرتے ہیں مگر ہر فعل میں حضرت کو خالی بناتے ہیں اور اوس کا  
مصلح عمر کو قرار دیتے ہیں۔

اوسی طرح قرآن کے منزل میں اللہ ہونے کا تو زبانی اقرار کرتے ہیں مگر صرف اس  
غرض سے کہ صحابہ پر کوئی الزام نہ آئے قرآن میں ہر طرح کے عیب کو بلا عذر مانتے ہیں۔  
رسول اللہ کی نسبت تو یہ دعویٰ ہے کہ آپ پورا قرآن بھول گئے۔ مگر صحابہ  
کی نسبت ایک لفظ کو بھی نہیں مانتے کہ وہ بھولے ہوں یا اون سے کسی ایک قسم  
کی چوک ہوئی ہو۔

ہم کو یہاں نہ صحابہ بخیر نہیں ہے نہ دوسروں سے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ قرآن اپنے  
حد اعجاز میں خواہ بہ اعتبار فصاحت و بلاغت خواہ بہ امتداد و ارشاد ایسا مکمل  
ہے کہ مطابق روایات مصرحہ بالا اوس میں ہر طرح کا تصرف کیا گیا۔ کئی سورے موخر  
کردی گئی جو کچھ اوپر انہی سورے تھے۔ مدنی سورے مقدم کر دی گئی جو نزول سے  
موخر تھے۔ اس میں بھی تسلسل نہ رہا کہ کاش کل مدنی سورے مقدم ہوتے۔ بلکہ ایک باطل  
دیوانہ کی طرح جمع کیا گیا کہ پڑا سورہ پہلے چھوٹا سورہ پیچھے۔ اس پر ہر ترقی کی گئی کہ مدنی  
سوروں میں کی آیتیں گھسی گئیں۔ اور کئی سوروں میں مدنی آیتیں ملا دی گئیں۔

نہایت وارثادین فرق آیا نہ فصاحت و بلاغت میں ۔

شاہ صاحب نے جو جواب دیا ہے اسکے تسلیم کرنے کا نتیجہ تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم خداوند عالم کے سوا ان صحابہ کو بھی خدا مان لیں جنہوں نے قرآن کو اس طرح سے جمع کیا تھا حالانکہ تمام عالم کو معلوم ہے ترتیب موافق تنزیل نہیں ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ہم اس غلطی کو جو صحت سے ہوئی خدا کی طرف منسوب کریں ۔

جو سورے اسماء مخزومی ترتیب سے معراہیں اول کو جب ہم دیکھتے ہیں کہ مرتب ہیں ہر آیت ایک ترتیب اور انتظام سے ہے تو پھر پورا یقین ہو جاتا ہے کہ اصل کلام خدا مرتب ہے کیونکہ مثال کی طور پر صرف سورہ الم مشہور بہ سورہ بقرہ کو لیجئے جو سب سے بڑا سورہ ہے اس میں خاص ترتیب موجود ہے جس میں پہلے تین آیہ میں مومنین کی مدح ہے ۔ پھر تین آیہ میں کافروں کی مذمت ۔ پھر بارہ آیتوں میں منافقوں کی شرارت پھر قدرت خداوند عالم بیان کیا ہے ۔ پھر قرآن کے نزل میں اللہ ہونے کو کہ کوئی شک و شبہ نہ ہو ۔ پھر قدرت کا بیان ہے ۔ پھر مومنین و کافروں کے اعتقاد کا ۔ پھر خلقت آسمان و زمین ۔ پھر خلقت آدم اور شیطان کی شیطنت ۔ پھر سببی اسرائیل کے کفران نعمت اور امانتے قصی ۔ پھر یہود کی تکریم کا ذکر ہے ۔ پھر قصہ سلیمان ہے ۔ پھر قصہ ہاروت و ماروت وغیرہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک کلام منظم ہے جس میں فصاحت بھی ہیں ۔ اخلاقی تعلیم بھی ۔ بہشت و دوزخ کی ترغیب و ترہیب بھی داخل ہے ۔ ہاں قرآن میں نہضہ کے ابواب ہیں نہ تواریخ کے باب کیونکہ وہ تو بطور وعظ و تعلیم رسول اللہ نازل ہوتا تھا جسوقت کے جو مناسب ہوتا نہ یہ کہ وہ کتاب کوئی مرتب و مبوب پہلے سے لکھی ہو جس طرح مصنف خیال کر کے باب و فصل قائم کرتا ہے ۔ بلکہ جسوقت جو ضرورت ہوتی اس کے مطابق نزول ہوتا چنانچہ خود خداوند عالم قرآن میں سورہ بنی اسرائیل میں فرماتا ہے وقد افوضنا التفرع علی الناس علی ملک و توالت الہ تنزیلا یعنی قرآن کو ٹکڑہ ٹکڑہ کر کے ہنہ تہر نازل کیا ہے کہ لوگوں پر فہم بڑھ کر پڑھو اور چنے اور سکون نازل کیا ہے پوری تنزیل ۔

جب خود خداوند عالم تنزل قرآن کی فرمن یہ فرما رہا ہے کہ اے لوگوں پرچہ  
تو معلوم ہوا جیسا سوال ہو اگرے جیسی ضرورت پیش آیا کرے اور کے مطابق اسکی تعلیم ہو  
تو پھر ترتیب کہاں ممکن ہے۔ کیونکہ سائل تو ہزاروں قسم کے ہیں اور ہزاروں فرقہ کے پھر  
اوسکے جواب میں کیونکر ترتیب ہو سکتی ہے۔

مگر یہاں تو بحث اسکی ہے کہ یہ کیسی بات ہے کہ جو سورہ مکہ میں نازل ہوا تھا۔ اوسکی  
آیتیں مدینہ میں اگر نازل ہوئیں۔ اور جو سورے مدینہ میں نازل ہونے والے تھے اونکی  
آیتیں مکہ میں اوتار دی گئیں۔ حالانکہ تفسیر درمشور میں ہے عن ابن عباس اسہ  
قرء وقرانا فترقاہ مثقلہ قال نزل القرآن الی سماء اللہ پنا فی لیلۃ القدر ہر جملۃ  
واحدۃ فکان المسمی کون اذا احد فوا لم یثبأ احد ث اللہ لہ وجوابا فخر قہ اللہ  
فی عشورین سنۃ مشنہ جلد

کہ خدا نے پورا قرآن ایک دفعہ شب قدر میں سماء دنیا کی طرف نازل کیا تو سر نہیں جب  
کوئی بنا امر حادث کرتے یا سوال کرتے تو خدا اولیٰ جواب دیتا۔ پس میں برس میں خدا  
لے اوس قرآن کو نازل کیا۔

تو کیا کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ خدا کو یہ تو معلوم تھا کہ فلاں سوال ہوگا اگر یہ نہ معلوم تھا کہ  
کس وقت سوال ہوگا جسکے مطابق وہ قرآن کو مرتب کیا اور جب جب وہ سوال ہوتا  
اور سکا جواب نازل کرتا۔

السنۃ سے قرآن کو ہائیکورٹ کی نظیر بنایا ہے بلکہ اوس سے بھی بدتر کیونکہ وہاں تو  
جیسے جیسے مقدمات پیش ہوتے ہیں ویسے احکام صادر ہوتے ہیں جس سے وکلاء و بیرٹروں کو  
جدید مقدمات میں مجبورت ہوتی ہے کہ ان نظائر کو بغور دیکھیں اور مطابق ضرورت  
نظیر نکالیں۔

یہاں نہ کوئی معترض ہو کہ وہاں خدا نے خود آئندہ واقعات کے مطابق قرآن کو  
مرتب کیا مگر ترتیب یہ رکھی کہ نہ اوسکو یہ معلوم کس وقت یہ سوال ہوگا نہ یہ معلوم کہاں ال  
ہوگا لہذا کی سوروں میں وہ آیتیں اوتار دیں جسکی ترتیب علم خدا میں اس طرح تھی کہ



کہ مدنی سورتوں کی وہ آیتیں تھیں اور مدنی سورتوں میں وہ آیتیں اوتار دین جنگوں کی سورتوں کے لئے وہ لکھ چکا تھا۔ پھر بتائے یہ قرآن بلکہ علم خدا کیسا ہوا۔

غرض شاہ صاحب نے جو جواب دیا ہے وہ اسی اصول پر ہے کہ صحابہ کو بچائیں اور حد بکھسائیں کہ سارا الزام اوسے کے ذات مقدس پر لگائیں ورنہ جو شخص کچھ بھی حس رکھتا ہے اوسکو علم یقین معلوم ہے کہ کلام خدا فی نفسہ نہایت منظم اور مربوط ہے۔

افسوس کہ شاہ صاحب قرآن کی بے ترتیبی و بے قلمی کو قصائد مخضر من سے تشبیہ دیتے ہیں حالانکہ خداوند عالم ان شعرا کے بار میں فرماتا ہے وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ فی کلّ وادّ یھیون۔ کہ شاعر گمراہوں کی پیروی کرتے ہیں اور ہر وادی میں سر مارے پھرتے ہیں یعنی فی کلّ فن من الکلام باخذون مؤدور منثور جس سے معلوم ہوا کہ یہی مراد ہے کہ ہر قسم کی باتیں مربوط و غیر مربوط کیا کرتے ہیں نہ یہ کہ جبقہ جنگوں میں مارے پھرتے ہیں۔ پھر کیونکر ممکن ہے کہ خداوند عالم جس امر میں شعرا کی منت کرے خود اوس میں فنی تقلید کے حاشا و کلام ہرگز نہیں۔

شاہ صاحب کو کلام خدا سے کچھ ایسی عداوت ہے کہ نہ صرف یہیں پر قرآن کو مشائے قصائد شعرا بنایا ہے بلکہ جمع و تالیف میں بھی یہی اونکا مقولہ ہے چنانچہ ازالۃ التخرامین لکھتے ہیں چون آنحضرت از دار قمار فریق اعلیٰ انتقال فرمود قرآن عظیم مجموع در مصحف نبود سورت و آیات در اوراق نوحشتہ در میان اصحاب متفرق یافتہ می شد اگر آنرا مثلے خواہی فرض کن کہ منشی منشآت خود را یا شاعرے قصائد و مقطعات خود را در بیاضہا و بر پشت کتابہا متفرق گماردہ و آن بمنزلہ عصاف بر شرف صنایع باشد شاگردے رشید از میان شاگردان آن منشی یا ان شاعر ہمہ آنرا بہ ترتیب جمع کند و اہتمام بلین و جمع و تصحیح آن بکار برد گویا حیوان آن آثار بہستاد واقع شدہ

پس جب تبصر علی شاہ صاحب ترتیب قرآن صحابہ کے ہاتھوں ہوئی تو اب بے ترتیبی کا

الزام خدا پر کیونکر جاسکتا ہے۔ کیونکہ جب یہی طور پر معلوم ہے کہ کوئی شاعر اپنے استاد کے حقیقی خیال اور واقعی بندش کو نہیں جان سکتا کہ اس نے کس ترتیب سے یہ قصیدہ لکھا ہے بشرطیکہ اس کے اشارے متفرق ہوں۔ تو صحابہ جنکی جہالت ضرب المثل ہے کہ اس ترتیب کے موافق ترتیب دے سکتے ہیں جو خدا نے مقرر کی تھی۔

یہی توجہ ہے کہ شیخ محمد الدین عربی صاف لفظوں میں فرماتے ہیں ملاحظہ ہوا الکبریت الاحمر فی علوم الشیخ الاکبر حاشیہ البواقیت و البحر ص ۱۲۱ ملاحظہ ہو مولد الشمس ص ۲ جلد ۲۔

وقال یبغی لقارئ القرآن اذا لم یکن من اهل الکشف ان یبحث ویسال علماً الشریعة من کل شیء ثبت عندہ وان کان قرأنا ونسخ فی حفظہ لیزیدہ اللہ بدلاً درجات فی الجنة حين یقال لہ القیامۃ اقراء وارق قال وقد نزع بعض اهل الکشف انہ سقط من مصحف عثمان کثیر من المنسوخ قال ولوان رسول اللہ کان هو الذی قوی جمع القرآن لوقتنا وقلنا هذا وحده هو الذی تنلوا يوم القيمة قال لولا ما سبق للقلوب الضعیفة ووضع الحکمة فی غیر اهلها لیدنت جمیع ما سقط من مصحف عثمان رنہ قال واما ما استقر فی مصحف فلم ینازع احد فیہ ص ۱۲۱ حاشیہ البواقیت و البحر مطبوعہ مصر۔

یعنی کہا شیخ نے کہ سزاوار ہے قاری قرآن کو اگر وہ اہل کشف سے نہ ہو کہ بحث کرے اور سوال کرے علماء شریعہ سے ہر اون چیزوں کو جو اون کے نزدیک ثابت ہے کہ وہ قرآن تھا اور منسوخ ہو گیا پس اس کو یاد کرے کہ خداوند عالم اسوجہ سے اون کے درجات بڑھائیگا جس وقت کہا جائیگا اون سے کہ پڑھو اور اوپر پڑھو اور کہا تحقیق گمان کیا ہے بعض اہل کشف نے کہ مصحف عثمان سے بہت کچھ ساقط ہو گیا ہے وہ جو منسوخ تھا اور کہا کہ اگر رسول اللہ خود ہی متولی ہوتے جمع قرآن کے تو ہم لوگ ضرور توقف کرتے اور کھتے یہی ہے وہ جسکی ہم تلاوت کرینگے بروزیقامت اور کہا اگر نہ ہوتا یہ کہ سبقت کرینگا واسطے قلوب ضعیفہ کے (یعنی) اونکو شبہ پیدا ہوگا) اور وضع حکمت نا اہلون میں لازم آئیگا تو ہر آئینہ ہم ضرور بیان کر دیجو

جمع اوں آیات کو جو مصحف عثمان سے ساقط ہوئے۔ اور کہا لیکن جو کچھ مستقر ہے مصحف عثمان میں پس کسی نے اس میں مناعت نہیں کی۔

اس بخیر نے کہا کہ تا مباد کہ چونکہ یہ قرآن موجود رسول اللہ کا تزیین دیا ہوا نہیں ہے۔ اسلئے امام محمد بن عبد بن عمر اسی قرآن پر توقف نہیں کرتے اور اوں سب آیات کے پڑھنے کا بھی علم دیتے ہیں جو اخبار و احادیث سے معلوم ہو۔ بلکہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عوام الناس کا خیال نہ ہوتا تو وہ بیان کر دیتے اوں کل آیات کو جو مصحف عثمان سے ساقط ہوئی ہیں۔ پھر شاہ صاحب کی یہ توجیہ کیا کام دے سکتی ہے۔

تقدم آیات ماسخہ بر مشوخہ اگرچہ اس تقریر کے بعد کچھ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی۔ مگر چونکہ مخالفین نے بہت کچھ سراٹھایا ہے لہذا ایک بڑی مثال اسکی دکھاتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ اس طرح کی ترتیب کا نتیجہ یہی تھا جو ہوا

حافظ ابن جریر مسطلی شرح صحیح بخاری موسوم بہ فتح باری جلد ۴ صفحہ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں

بذل تفسیر آیہ والذین یتوفون منکر و یدفون ازواج

وهذا الموضع مما وقع فيه النسخ مقدم ما في ترتيب التلاوة على المنسخ وقد قيل انه لم يقع نظير ذلك لاحدا وفي الاحزاب على قول من قال ان

احلال جميع النساء هو النسخ وسياتي البحث فيه هنا انشاء الله وقد

ظفرت بمواضع اخرى منها في البقرة ايضا قوله فانيما تولوا فخر وجه الله

لعوم قوله وحيث ما كنتم فولوا وجوهكم شطره كونها مقدمة في التلاوة

ومنها في البقرة ايضا قوله فمما ننسخ من اية على قول من قال ان سبب

نزولها ان اليهود طعنوا في تحويل القبلة فانه تقتضي ان تكون مقدمة

في التلاوة متاخرة في النزول وقد تتبع من ذلك شيئا كثيرا ذكرته

في غير الموضع ويكفي هنا الاشارة الى هذا القدر

میں بیان پر آیا یہ نسخ مقدم ہے ترتیب تلاوت میں آیہ منسوخہ پر۔ اور یہ ایسا موضع ہے کہ

اسکی تفسیر کسی دوسرے موقع پر نہیں ملتی۔ مگر سورہ احزاب میں کہا گیا ہے کل عورتوں کا حلال

فان ياتي

ہونا ناسخ ہے اور قریب ہے کہ اسکی بحث دہن آئے۔

ہکو ایک آیت دوسری بھی ملی ہے سورہ بقرہ میں کیونکہ آیت فایفا تو لو افتمو وجہ اللہ محکم ہے طوع میں جو شخص ہے موم آیت وحیث ما کنتم فلووا وجوہ کو شرط کا جو مستلزم ہے تقدم تلاوة کو۔

ہاں سورہ بقرہ میں آیت ما نستم من ایتہ بھی موخر ہے بنا برائے کہ کہا گیا ہے یہود نے طعن کیا تھا تحویل قبل پر جس سے لازم آتا ہے کہ تلاوة میں ہوا اور نزول میں موخر ہو کہ واقع سے بہت سی آیات اس قسم کی ملی ہیں جنکو دوسری جگہ لکھا ہے۔ یہاں اسقدر کافی ہے۔

اس تحریر نے آپ کو بھی طبع تبادا کہ قرآن کی ترتیب و تالیف میں صحابہ نے اپنے کثرت علم و قابلیت سے کیا کیا انتظام کیا ہے کہ آیات ناسخہ تو پہلے لکھی گئی اور آیات منسوخہ تلخے جسکے مطلب یہ ہوئے کہ حکم خدا تو ابھی کسیکو معلوم نہیں ہوا کہ کیا حکم خدا دیگا مگر ناسخ اور سکا آگیا وہ آباد نشہ طندران روان شد۔

وہ آیت سورہ بقرہ ۲۷۴ میں اس طرح ہے والذین یتوفون منکم و یذرون انہ واجا و صیۃ لازوا جہو متاعا الی النحول غیر اخرج فان خرجن فلا اجنام علیکم فی ما فعلن فی انفسہن من معروف واللہ عنہ ینحکم۔

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور جو رہیں چھوڑ جائیں۔ تو ان کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ایک سال تک ان کو بیچ دیا جائے اور گھر سے نہ نکالی جائیں۔ پس اگر وہ خود سے چلی جائیں تو پھر گناہ نہیں ہے اس بات میں جسکو انہوں نے کیا پسندیدہ کام سے خدا عز و کر مکرم ہے۔

یہ آیت منسوخ ہے جو مسئلہ میں ہے۔ اسکا ناسخ یہ آیت ہے جو مسئلہ ۲ میں ہے والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجیتہن بالفسھن اربعۃ اشھر وعشرا فاذا بطن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسہن من معروف واللہ بما تعملون خبیر۔

یہ تمام آیات

یعنی جو لوگ تھے وفات پائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو چاہیے چار مہینہ دس روز اپنے آپکو روکے رہیں جیسے مدت کو پہنچ جائیں تو جو کچھ وہ اپنے حق میں کر لیں امر معروف سے تو تمہیں کچھ گناہ نہیں اور خدا تمہارے علموں سے خبر ہے۔

معالم التنزیل میں ہے کانت عدة الوفاة في الابتداء حولاً كاملاً لقوله نعم والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیة لئن واجهوا متاعاً الى الحول غیر اخراج ثمنی تحت باربعة اشھر وعشرا مثلاً

یعنی پہلے ایک سال تک عدہ وفات کا حکم تھا مطابق آیہ والذین یتوفون منکم کے پھر منسوخ ہوا اوس آیہ سے جس میں چار مہینہ دس روز کا حکم ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے فہذا القول هو الذی اتفق علیہ اکثر المتقدمین والمتأخرین من المفسرین یعنی اس قول پر اتفاق ہے متقدمین و متاخرین کا۔

امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں ص ۴۲۳

وان التزام هذا النسخ التزام من غیر دلیل مع ما فی القول بهذا النسخ من سوء

الترتیب الذی یجب تنزیہ کلام اللہ نقہ عنہ وهذا کلام واضح

یعنی اس نسخ میں سوء ترتیب لازم آتا ہے کلام اللہ میں جس سے تنزیہ کرنا کلام خدا کا واجب ہے اور یہ کلام واضح ہے۔

تفسیر ابوسعود میں ہے فانه وان كان متقدماً في التلاوة متأخراً في النزول یعنی اگرچہ تلاوت میں مقدم ہے مگر نزول میں متاخر ہے جس سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ نزول میں متاخر ہے۔ تو بغیر اسکے کہ ترتیب میں تغیر ہوا یہ خرابی کیونکر ہوئی۔

فخر رازی کا کلام تو آپکو معلوم ہوا کہ وہ اسکو واجب کہتے ہیں کہ کلام اللہ کی تنزیہ سوء ترتیبی سے ضروری ہے۔ تو بغیر اسکے کیا چارہ ہے کہ کہا جائے یہ نتیجہ ہے ترتیب صحیح کا کیونکہ کوئی عاقل تو اسکو نہیں مان سکتا کہ حکم ناسخ پہلے وارد ہوا حکم منسوخ بعد غضب خدا کا صرف ایک ہی آیہ میں ایسا نہیں ہوا بلکہ بقول ابن حجر عسقلانی بہت سی آیات میں ایسا ہوا ہے چنانچہ اسی سورہ بقرہ کے آیہ فایمانوا لو افتمم وجہ اللہ کو

مخصص ملتے ہیں جو مٹا ہے اوس آیہ کا جو مٹا ہے وحیث مالکتم  
آیہ مانشع من آیتہ او متسہا مٹا ہے اسکو ابن حجر نسخ حکم قبلہ سے متعلق کہتے ہیں  
حالانکہ نسخ قبلہ کا حکم مٹا سے شروع ہے۔ جس سے چاہئے کہ آیہ مانشع اوسکے بعد ہو کہونکہ  
طعن یہود کے جواب میں ہے جس سے ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ اسکو نزول میں مؤخر  
ہونا چاہئے حالانکہ یہ مقدم۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ مدہا آتین ایسی نکالی جائیں جنکو پہلی  
ناسخ کہتے ہیں اور ترتیب قرآن میں نسخ سے مؤخر ہیں جیسا کہ آیہ اطلال سناہیں بھی  
ابن حجر نے لکھا ہے۔

اتقان میں ہے ومن الأحزاب قوله تعالى لا تقل لك النساء الاية منسوخة  
بقوله انا احللنا لك ازواجك <sup>جلد ۲۳</sup> مستجدہ

کہ آیہ لاقل لك النساء منسوخ ہے آیہ انا احللنا لك ازواجك سے حکایت ہو،  
تو یہاں بجز اسکے کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ کارروائی صحابہ کی ہے جنہوں نے اسطرح ترتیب  
دیا کیونکہ خود اوسی اتقان میں ہے عن زمر بن حبیش قال لی ابی بن کعب کا بن  
تعد سورة الأحزاب قلت اثنتین وسبعین آية او ثلاثة وسبعین آية قال  
ان كانت لتعدل سورة البقرة وان كنا لنقرء فیها آية الرجوع قلت واما  
آية الرجوع قال اذا نزلنا الشیم والشیخة فارجموها البتة نكالا لمن الله  
والله عزیز حکیم <sup>ص ۲۷</sup>

یعنی زمر بن حبیش سے ابی بن کعب نے پوچھا سورہ احزاب کی کتنی آیتیں ہوں گی  
جسے کما ۲ یا ۳ تو ابی نے کہا یہ سورہ برابر تھا سورہ بقرہ کے حصین ہم آیہ رجم اذا نزل  
الشیم والشیخة کی بھی تلاوت کرتے تھے۔

دوسری روایت لکھتے ہیں عن عائشہ قالت كانت سورة الأحزاب تقرء فی  
زمن النبئ۔ اثنی آية فلما كتب عثمان المصاحف لم تعد رميها الا ما  
هو الان

یعنی مائتہ نے کہا کہ سورہ اعراب حضرت کے زمانہ میں دو سو آیت پر ماحول تھا صاحب زمانہ نے مصاحف کو لکھوایا تو اس سے زیادہ پر نہ قادر ہوئے۔

پس جب ایک سو ستائیس آیتیں اس سورہ سے نکل گئیں تو پھر آپ کو اس پر کونکر تعجب ہو سکتا ہے کہ ترتیب بدل گئی ناسخ مقدم ہوا منسوخ مؤخر ہو گیا ایک برہی نشان ہے صحابہ کی جہت کا۔ جسکے بعد پھر کوئی کافر گھبر نہیں اعتراض کر سکتا کہ یہ خرابی اصل قرآن میں ہو کیونکہ قرآن پاک تو ہم عیب و نقص سے پاک و منزہ ہے۔

اب اس سے بھی زیادہ عجیب نسخ ملاحظہ فرمائیے کہ ناسخ و منسوخ دونوں قرآن سے غائب اور پھر دعویٰ نسخ موجود۔ اتقان میں ہے کالت حلقہ کا نہ فیما انزل عشر رصنات معلومات فسخن بحس معلومات فتوفی رسول اللہ وھن ما یقرء من القرآن رواہ الشیخان وفد کلموا فی قولہا وھی ما یقرء من القرآن فان ظاہرہ بقاء التلاوة ولیس كذلك مثله بلہ

کہا عائشہ نے کہ جو کچھ نازل کیا تھا او سمن عشر رصنات معلومات بھی تھا جو منسوخ ہوا جس معلومات سے جب حضرت نے انتقال کیا تو ان کی تلاوت ہوئی تھی قرآن میں۔ اسکی روایت کی ہے بخاری و مسلم دونوں نے اس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ اسکا معلوم ہوتا ہے تلاوت باقی تھی حالانکہ ایسا نہیں ہے (قرآن میں نہیں ہے)

اب فرمائیے یہ نتیجہ ترتیب صحابہ کا کیا خدا کا کہ خدا تو عشر رصنات معلومات کا حکم قرآن میں نازل کرے اور پھر اسکو جس معلومات سے منسوخ بھی کرے جو حضرت کے ایک تلاوت بھی کیا جاتا تھا کہ بعد کو نہ ناسخ رہا قرآن میں نہ منسوخ۔

اکیس سو چوبیس آیت کی منسوخی۔ اب اس پر بھی ترقی ملاحظہ ہو کہ خدا نے قرآن میں ایک آپہ اپنا نازل کیا جس نے اکیس سو بیس آیتوں کا کلام منسوخ کر دیا۔

اتقان میں ہے قال ابن العربی کل ما فی القرآن من الصغ عن الکفار و المتولی والا عرض والکف عنہم منسوخ بایہ السیف وھی فاذا تسلخ الشهر الحرم فاقولوا المشرکین الایہ سنحت مایة واربعا و عشرین آیتیں نسخ اخرھا اولھا مائتہ

یعنی کہا ابن العربی نے کہ قرآن میں جتنی آیتیں ہیں جنہیں حکم ہے کفار سے درگزر کرنے اور عفو کرنے اور بار آنے کا وہ سب منسوخ ہو گئیں۔ آیہ سیف سے جو خاندان منسوخ کیا گیا الحرام ہے کہ اس آیہ نے ایک سو چوبیس آیتوں کو منسوخ کر دیا۔ پھر اس کے اخراج کے بعد بھی منسوخ کر دیا۔

جب کا مقصود یہ ہے کہ خدا نے اس آیہ میں حکم دیا تھا کہ بعد گزر جانے ماہ ہائے حرام کے مشرکوں کو قتل کرو۔ ابن العربی کہتے ہیں کہ یہ قید بھی منسوخ ہے لہذا عام طور سے مشرکوں کو قتل کرنا چاہیے۔

شاید یہی باعث تھا کہ خلفائے ثلاثہ نے خلافت کو خاندان رسالت سے منقطع کر لیا کیونکہ وہ دیکھ رہے تھے اس حکم کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ کا برتاؤ کفار و منافقین کے ساتھ وہی رہا جو پہلے تھا کہ ان کی خطاؤں کو بخشے۔ عفو کرتے درگزر فرماتے یہاں تک کہ نصاریٰ ہجران جو دو تین ماہ قبل وفات آنحضرت آئے ہیں تو حضرت نے خود مسجد میں ان کو بچھ دیا۔

لہذا ان خلفائے خاندان رسالت سے خلافت کو نکال لیا تاکہ پھر کسی طرح کا جسم کفار پر نہ کیا جائے جب کا شاہ وہی فرمان اور دستور اہل ہے خلیفہ اول کا کہ انہی اہل بیت مخالفوں کی نسبت عام حکم دیا تھا خان اظہرہ اللہ علیہم انشاء اللہ و ممکنہ منہم فلیقتلہم بالستیح و لیجر قہور بالندار ولا یستبق منہم احد اصحابہ تا یخمس جلدہ کہ اگر خالد کو فتحیابی نصیب ہو تو چاہیے کہ سب کو قتل کر دے اور آگ سے جلادے اور کسی کو باقی نہ چھوڑے۔

پھر اسی تاریخ میں ہے ان اظہرہ اللہ باہل الیامۃ فایاک والا بقاء علیہم اجہز علی جیحہم و اطلب مدبرہم و اعل اسیرہم علی السیف و ہول فیہم انقل و احر قہم بالنار و ایاک ان تحالف امری و السلام ص ۲۳۳

یعنی اسے خالد اگر خدا تجھے فتح دے اہل یمان پر تو کسی کو باقی نہ چھوڑنا جو زخمی ہوا و سکو مار ڈالنا جو بھاگ جائے اس کا تعاقب کرنا۔ قیدیوں کو تلوار کی بازو پر رکھ کر قتل عام کرنا



اور سبکو آگ سے جلا دینا جبردار اسکے خلاف نہ کرنا۔

یہ حکماء خلیفہ اول ہے اپنے باغیوں کے لئے جس سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ وہ لوگ حضرت کو مژدہ و مقصر سمجھتے تھے کہ لغار پر آپ رحم فرمائیں گے اور اس سختی کو پورا نہ کریں گے۔ اور ان کے نائب و خلیفہ بھی یہی ہرنا و کریں گے۔ چنانچہ مشاہدہ میں بھی آیا کہ جب جناب امیر خلیفہ ہوئے اور معاویہ عائشہ خواجه نہروان نے مخالفت کی تو آپ کا یہ حکم تھا۔ چنانچہ علاج کامل میں مسئلہٴ دکان مذہبہ ان لا یقتل مدبراً ولا یتدف علی جریح ولا یکشف ستر او لا یاخذ ملا۔

یعنی جناب امیر کا مذہب اس بار میں یہ تھا کہ جو سامنے سے بھاگ جائے اس کو قتل نہ کرو۔ جو زخمی ہو کر گر پڑے اس پر حملہ نہ کیا جائے کسی کا مال نہ لیا جائے۔ کسی کا پردہ نہ کھولا جائے۔ اب کہاں ہیں وہ ہمدردان اسلام جو اسلام کو منو نہ تہذیب و معجم رحم بتاتے ہیں وہ غور کریں کہ روایات اہلسنت قرآن کو کیا بتا رہی ہیں کہ اسے عفو و صفحہ و رحم کا دروازہ بالکل بند کر دیا۔ کیا ایسے اشخاص مسلمان کہے جاسکتے ہیں؟

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ابوبکر صاحب کا یہ طرز عمل مطابق تعلیم خدا و رسول تھا یا جناب امیر کا یہ حکم خلاف انسانیت اور قرآن تھا۔ پھر تم ہی بتاؤ اس خلاف ناجائز کا کیا نتیجہ ہوا۔

اظہار حقیقت حال | یہ سب غت ربود قرآن کی تحریف قرآن کی تفسیر۔ اسی وقت تک تھی جبکہ ایک ہاتھ میں تلوار تھی دوسرے ہاتھ میں قلم کہ جو چاہا ہاتھ سے کیا یا قلم سے لکھا۔ اگر کسی نے کچھ عذر کیا تو سراسر اس کا قلم کیا چنانچہ تعلیم حکم تھا و قدر میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ ایک شخص نے ابوبکر سے پوچھا اوس نے کچھ اعتراض کیا تو جواب ملا افسوس اس وقت کوئی آدمی نہیں در نہ تیری ناک رگڑ دی جاتی۔

خدا نے اس زمانہ کی تاریکی کو دور کیا اور روشنی کا زمانہ آیا تو اب یہ باتیں بنانے لگے کہ نہ قرآن میں نسخ ہے نہ کوئی حکم اوس کا نسخ ہے۔ نہ نسخ کا اقرار کرنا جبر و مذہب اسلام ہی کیونکہ ہر طرف سے مخالفین کی پوچھا رہے بات بات پر وہ نااطہ بند کر رہے ہیں۔

اب تلوار سے جو کسی کی گردن اور ٹامیٹ نہ سلطنت و حکومت کی قوت کہ سب سے

بزرگوار بنوین گراسر بھی اصل بات کا نہیں اقرار کیا جاتا اور اس طرح بات بنائی جاتی ہے کہ خلفا کی آبرو بھی بچے اور مخالفین کا بھی منہ بند ہو۔ مگر این خیال است و محال است وجنون۔

لکھنؤ سے ایک رسالہ نکلتا ہے عربی میں جس کا نام البیان ہے۔ اس کے اڈیٹر صاحب مولوی عبداللہ عادی ہیں مکہ جلدہ میں شیخ محمد توفیق آفندی صدیقی مصری شاگرد رشید محمد عابدہ کی تحریر شایع کرتے ہیں مشاء

منع فی القرآن کا مسئلہ بلاشبہ عقاید اسلام میں کا نہیں ہے بلکہ یہ مفسرین کا ایک مذہب ہے جو غالباً عدراول میں پیدا ہوا ہے بشرطیکہ روایات احاد جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں صحیح ہوں۔

القول بالنسخ فی القرآن لیس من عقائد الاسلام البتہ وانما هو مذهب فی التفسیر نشاغل بالآ فی العصور الاول ان صحت الروایات الاحادی فی هذا الباب

جس سے اس قدر تو یقیناً معلوم ہوا کہ ابتدا اسکی خود صحابہ سے ہوئی کہ وہی اس کے موجد تھے۔

جو لوگ قرآن میں نسخ کے قائل ہوئے ہیں انہوں نے اس مسئلہ کو قرآن پاک کی اس ظاہر آیت سے لیا ہے ”انسخ من آیت“ انجب ان میں سے کسی کو بعض آیات مجملہ قرآن کے نسخے میں اشتباہ واقع ہوا تو وہ فوراً اسے دفع کرنے کے لئے نسخ کے قائل ہو گئے حالانکہ اور تو اور عموماً بعض صحابہ کا فہم بھی تفسیر قرآن کے باب میں کوئی حجتہ قاطعہ نہیں ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ تمام مفسرین حضرت ابن عباس سے جو کہ تفسیر کے بہت

وجہ ایجاد لکھتے ہیں والذین قالوا به منهم انما اخذوا من ظاهرو قوله تعالى ”ما نسخ من آیت او تسمیات“ بخیر منها ومثلها فكان اذا عرص لواحد منهم واشتباہ فی فهم بعض آیات القرآن التي بينها شبه خلاف متسلسل بهذا القول لرفع ما عرص له۔ وليس فهو بعض النسخ حجة فی التفسیر والالما خالف جمهور المفسرین ابن عباس وهو علمهم

بالتفسیر فی کثیر من المسائل و مسائل  
خالف بعضهم بعضاً فی نفس هذه  
المسئلة حتى كان بعضهم كافي مثلاً  
يقول ابن ابي ادع شيئاً سمعته من رسول  
الله صلى الله عليه وسلم يريد بذلك  
انه لا يترك حكمه ما يادعوى انه  
منسوخ وكان عمر ينكر عليه ذلك  
كما ورد في صحيح البخاري عن ابن  
عباس ان عمر قال افرونا ابى و  
اقتنانا على وانا لنذبح من قول  
ابى وذلك ان ابياً يقول لا ادع  
شيئاً سمعته من رسول الله صلى  
الله عليه وسلم وقد قال الله تعالى  
”ما ننسخ من آية او ننسها“

حالانکہ خدا فرماتا ہے ”ما ننسخ من آية او ننسها“

بڑے عالم تھے اکثر مسائل میں مخالفت کرتے  
تیز ذہنی اسلئے میں بعض صحابہ بعض سے  
مخالفت ہوتے جیسے کہ حضرت ابی کہ وہ قائل  
تھے کہ میں نے جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے سنا ہے اس میں سے کچھ نہ چھوڑا  
یعنی نہیں ہو سکتا کہ کسی حکم کو جو رسول اللہ  
سے سنا ہو دعویٰ نسخ کے باعث ترک کر دوں  
بخلات اسکے حضرت عمر انکار کرتے تھے  
جیسا کہ صحیح بخاری میں ابن عباس سے  
وارد ہوا ہے کہ انہوں نے عمر فرمایا ہم بڑے ان  
کے زیادہ عالم ابی اور فیصلہ کرنے میں زیادہ  
ماہر ہیں یا انہیں میں ابی کا قول کبھی چھوڑ  
بھی دیتا ہوں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں رسول  
اللہ سے سنی ہوئی کسی بات کو نہ چھوڑاؤں گا

جس سے معلوم ہوا کہ ایجاد کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ فہم اون کے قاصر تھے علم سے بے بہرہ تھے  
اسوجہ سے یہ ایجاد کیا کہ ہم ان اون کو شبہ ہو مطلب کو نہ سمجھ سکے۔ وہ ان نسخ کا دعو  
کر دیا کہ یہ منسوخ ہے۔

اس تقریر سے بھی آپکو حضرت کے اوس قول کی ضرورت بخوبی معلوم ہوگی جو حضرت نے  
فرمایا تھا ”تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عترتی کہ ہم قرآن و اہلبیت کو چھوڑ  
جاتے ہیں کہ ما ان تمسکتم بہما لن تضلوا جہدی۔

اگر ان دونوں سے تمسک کرو گے تو گمراہ نہ ہو گے کیونکہ یہ تو میری بات ہے کہ کوئی ظلم ہو  
کوئی فن ہو ہر شخص اوسکا ماہر یا عالم نہیں ہو سکتا۔ ہزاروں شاگرد ہوتے ہیں اگرچہ سب

کامیاب بھی ہوں مگر حقیقی عالم یا اوس فن کا پورا ماہر۔ وہی چاہتا ہے چہ جائیکہ معارف الہی کے واقف ہر شخص ہو جائیں خصوصاً وہ لوگ جنکی غرض محض تھیں دینا ہو کہاں اسکے واقف اور عالم ہو سکتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صاف صاف کہہ دیا لیس فہم الصواب حجة فی التفسیر کہ صحابہ کی سمجھ تفسیر میں کسی طرح تحت نہیں۔ پس جب اون کی سمجھ بھی قابل حجت نہیں تو اوکا قول کب قابل حجت ہو سکتا ہے یہی وجہ ہے کہ عام طور سے مقلد علماء اہلسنت یہی ہے کہ اقوال صحابہ حجت نہیں ہیں۔

اس بھی خلیفہ دوم کا قول حسبنا کتاب اللہ غلط ہو کیونکہ جب صحابہ کی نہ سمجھ حجت ہے نہ قول حجت ہے تو پھر کتاب خدا اونکو یا کسی کو کس طرح کافی ہو سکتا ہے۔

یہ دعویٰ موجب کفر قائل ہے کیونکہ رسول اللہ تو صاف طور سے فرما رہے ہیں کتاب خدا کافی نہیں ہے جب تک اہلبیت کا شمول نہ ہو مگر خلیفہ آپ کی تکذیب کر رہے ہیں کہ ہکو کتاب خدا کافی ہے اہلبیت و عترت کی ضرورت نہیں۔ اس سے بڑھ کر کونسا کلمہ کفر ہو سکتا ہے جس میں رسول کے قول کی تکذیب کی جائے وہ بھی اس وقت کا قول جبکہ دنیا سے مفارقت کر رہے ہیں امت کو اتباع قرآن و اہلبیت کی ہدایت کر رہے ہیں۔

موجود نسخ عمر۔ اس سے آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس منسوخیت قرآن کے موجود خلیفہ دوم تھے۔ یہ بڑا نااہلی بن کب جنکو خود عمر صاحب اقرنا ابی کہہ رہے ہیں۔ وہ تو یہ کہتے ہیں انی لا ادع شیئاً سمعته من رسول اللہ کہ ہم کسی بات کو جو رسول اللہ سے سنا ہے نہیں چھوڑتے اور عمر صاحب اون کے قول سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابی کے اس قول کو نہیں مانتے جس پر اسی آیہ مانعہ من ایۃ سے استدلال کر رہے ہیں۔

نواب بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ قرآن کے نسخ کے موجود وہی عمر صاحب ہیں جو بوقت وصیت نامہ مدعی حسبنا کتاب اللہ ہوئے تھے۔ اور جب فہم مطالب قرآن سے عاجز ہوئے تو اسکا دعویٰ کیا کہ قرآن میں نسخ ہے یعنی بعض احکام منسوخ ہیں۔

اللہ اللہ حضرت عمر کی فات اسلام میں ایسے طعوب کی واقع ہوئی تھی کہ کوئی دقیقہ انہوں  
تذلیل اسلام کا ادھانہ لکھا۔ جب حضرت نے خلیفہ پر آخری وقت نص کرنا چاہا تو حسبنا  
کتاب اللہ کہا۔ اب جو قرآن سے استدلال ہونے لگا تو یہ ایسا دیکھا کہ قرآن کے احکام  
منسوخ ہیں۔

مولوی شبلی صاحب الفاروق میں لکھتے ہیں ”اس تفریق مراتب کے موجد دراصل  
حضرت عمر ہیں۔ کتب سیر اور احادیث میں سننے اکثر پڑھا ہوگا کہ بہت سے ایسے مواقع پیش  
آئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کرنا چاہا یا کوئی بات ارشاد فرمائی تو حضرت عمر  
نے اس کے خلاف رائے ظاہر کی ۱۳۲

تو اب اچھی طرح معلوم ہوا کہ قرآن کے منسوخیت کے دعویٰ کا سہرہ بھی حضرت عمر ہی کے  
سر بندھا۔

ایجاد قیاس از جیسا کہ قیاس کے موجد بھی شریعت اسلام میں حضرت عمر ہیں۔ چنانچہ  
ایجادات خلیفہ دوم الفاروق میں ہے ”حضرت ابو بکر کا معمول تھا کہ جب کوئی مسئلہ  
پیش آتا تو قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے قرآن میں وہ صورت مذکور نہ ہوتی تو  
حدیث سے جواب دیتے۔ حدیث بھی نہ ہوتی تو اکابر صحابہ کو جمع کرتے اور ان کے اتفاق  
رائے سے جو امر قرار پایا اس کے مطابق فیصلہ کرتے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر کے زمانے تک مسائل کے جواب میں قرآن مجید  
حدیث اور اجماع سے کام لیا جاتا تھا۔ قیاس کا وجود نہ تھا۔

حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو قضا کے متعلق جو تحریر بھیجی اس میں قیاس کی صاف  
ہدایت کی ۱۳۳

دعویٰ نسخ بے دلیل ہو | شیخ محمد توفیق آفندی فرماتے ہیں۔

فلیس عندہم دلیل قطعی علی تقدم المنسوخ وتأخر الناسخ فی کثیر من المواضع بل ان بعض الايات التي	بہت سے مقامات میں قائلین نسخ کے پاس نسخ کے موخر ہونے اور منسوخ کے مقدم ہونے پر بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔
---	---

ادعوا انهما منسوخة بمقدورهما في القرآن  
متاخرة عن النسخة كاية العدة  
من سورة البقرة مثلاً ولما وجدوا  
ذلك زعموا ولا دليل لهما على الاية  
المشار اليها منزلت اولاً ولم يبالوا  
بان ذلك يناقض حسن ترتيب  
الايات في سورة هاهنا وان كان هذا  
الترتيب توقيفياً بالاجماع -

بلکہ معین آیتیں جکی نسبت منسوخیت کا  
دعویٰ ہے "قرآن پاک میں ناسخ سے  
موسخر پائی جاتی ہے جیسا سورہ بقرہ میں  
حدت والی آیت - پھر جب انہوں نے  
یہ دیکھا تو بلا دلیل بول اٹھے کہ آیت  
مذکورہ تو پہلے نازل ہوا ہے اور اس  
امر کی کچھ پروا نہ کی کہ ایسا کہنا سورہ  
میں ترتیب آیات کے حسن کے

منافی ہے اگرچہ یہ ترتیب بالاجماع توفیقی ہے۔

اس تحریر نے ابھی طبع نہ دیا کہ قرآن کی ترتیب کس طرح ہوئی کہ آیات ناسخ پہلے ہیں آیات  
منسوخہ بعد جو بالکل خلاف حسن ترتیب ہے -

مگر فسوس کہ بحایت خلفا صرف یہی کہا کہ حسن ترتیب کے خلاف ہے اور یہ نہ کہہ سکے کہ  
بالکل دلیل جہالت ہے کیونکہ دنیا میں سفیہ سے سفیہ بھی ایسا کام نہیں کر سکتا کہ ناسخ  
تو پہلے ہوا اور منسوخ پیچھے -

دعوائے اجماع توفیقیت ترتیب آیات اور بھی عجیب ہے کیونکہ اسکی تفصیل پہلے مذکور ہو چکی  
کہ ہرگز اجماع نہیں ہے بلکہ اختلاف ہے مگر چونکہ انکا مقصود اصلی صحابہ کی حفاظت تھی اسکے  
ساتھ ہی اسکے توفیقی کا دعویٰ کر دیا تاکہ جو کچھ الام آئے وہ خدا و رسول پر صحابہ کے ذمہ  
کیونکہ اگر آیات مذکورہ میں نسخہ کے بھی قائل نہ ہوں تو یہی مناسب ہے کہ ترتیب اسکے  
خلاف ہو۔

لکھتے ہیں - احکام النسخ

روایات نسخی مستلزم تحریف ہیں

لوگوں نے اس مسئلے میں یہاں تک غلط کیا  
کہ انہوں نے چاہا ہے کہ اُسکو بغلہ فنون مدونہ  
کے ایک فن بنادین پس اس فن کے

غلا الناس في هذه المسألة علواً  
حق انهم اولادوا ان يجعلوها فنا  
من الفنون التي قولت فيها

ابواب کی تکمیل کی غرض سے انہوں نے  
کہا ہے کہ نسخ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) نسخ اللفظ والمعنی

(۲) صرف نسخ اللفظ

(۳) صرف نسخ المعنی

پھر نہایت مختلف سے دو قسمیں اسلوب بلاغت  
بلکہ لغت سے بھی خرچ ہو گیا ہے (ہر ایک  
قسم کی مثالیں دھونڈ کر نکالی ہیں یہاں تک  
کہ دیکھنے والے کو جال ہوتا ہو کہ قرآن میں سے  
کچھ ضائع ہو گیا ہے تو گویا ان لوگوں کے لئے  
لیک وسیع و رواۃ کھول دیا گیا جو جانے  
ہیں کہ اپنے اس دعویٰ باطل کی تائید کریں  
جسکی موافقت قرآن نہیں کرتا، پھر وہ جو بات  
چاہتے ہیں اپنے ذہن سے تراشتے ہیں اور  
کہتے ہیں کہ یہ قرآن تھا لیکن نسخ ہو گیا ہے  
اور یہ اصحابین اور معتبر راویوں کا ساہا ہے  
بھی محسوس ہوتا ہے تاکہ محدثین بھی انکی روایتوں  
کو قبول کر لیں چنانچہ بعضوں نے تاب ہو کر  
اس بات کا حصار اڑا دیا اور اگر وہ اڑا  
نہ کرتے تو حقیقت حال نہ معلوم ہوتی تو اب ہکو  
کیا معلوم کہ بعض محدثین یا بعض غالی فرستے  
قریب وہ پر اب میں ظاہر ہو گئے یہاں تک کہ  
لوگوں نے انکے دعوے کو سچا مان لیا تو اب

الکتب لاجل ان یصلوا ابواب هذا الفن  
کاملۃ زعموا ان النسخ علی ثلاثة اصوب

(۱) ما نسخ لفظه وحکمه معاً

(۲) ما نسخ لفظه فقط

(۳) ما نسخ حکمه فقط

ثم التمسوا لكل صوب شواهد ولها القول  
البعید والخروج عن اسالیب البلاغة  
بل اللغة حتى یصل للناظر الیها ان القرآن  
صانع منه شیء ففزع باب واسع لكل  
من یرید ان یوید دعویٰ باطله له لا  
یوافقه علیها القرآن فیمتلق ما نشاء  
ان یخلق ویزعمانه کان قواکنا ونسخ  
ثم یلیس بباس الصالحین والرواة  
الثقة لیقبل المحدثون روايته و  
قد اعترف بعض من تاب هذا الفی  
ولو لا اعترافه ما عرف. فنادی رینا  
ان بعض المحدثین او بعض الفرق  
الغلاة ظہر بالمظهر الذی عز الناس  
حق صدقہ قویۃ فی دعاویہ فہل بعد  
ذلك تنق بائی رواية لم تتواتر فی  
مثلی هذه المسائل حتی یحزننا ذلك  
الی الطعن فی المتواتر بنفسه. فالخطہ  
المثلی فی تحقیق الحق وانما حق الباطل

عند العقلاء ان لا یعتقدوا الا  
ما اتوا تر و بر فضوا کل ما خالفه  
ولا لفقده و التمیذ ولما امكنهم  
التصدیق بشئ مما الا اذا ادراکوا  
بحواسهم مع انما مضطرون  
للتصدیق بان شیا کثیرة لهم  
تحسها

بعد اسکے کیا ہم اس قسم کے مسائل میں ایسی بحث  
پر اعتماد کر سکتے ہیں جو متواتر نہ ہو یا تنگ کہ وہ ہر  
خود متواتر اور قطعی (قرآن) میں طعن کی  
طرف پہنچا دے، پس عقلا کے نزدیک  
مدہ طریقہ احقاق حق و ابطال باطل کا  
یہ ہے کہ وہ صرف متواتر پر اعتماد کرتے ہیں  
اور جو اسکے مخالف ہو اسکو چھوڑتے ہیں

و نہ تمیز منفقو دھو جائے اور تا وقتیکہ حواس سے ادراک نہ کر لیں ان کو کسی شے کی  
تصدیق ممکن نہ ہو حالانکہ بہت سی غیر محسوس اشیا کی تصدیق ضروری ہو۔  
اب ہم اڈیٹر صاحب الغنم سے طمس ہیں کہ وہ بغور اس عبارت کو پڑھیں کہ  
جبئی روایتیں ہننے آپ کی کتابوں سے آپکے سامنے پیش کی ہیں وہ سب اس دعویٰ پر  
بہرہ و دلالت کر رہی ہیں کہ نفس قرآن میں کمی ہوئی نہ یہ کہ وہ منسوخ التلاوة ہوں  
جیسا کہ اپنے دعوے کیا۔ کیونکہ آپکے علامہ فرماتے ہیں متخیل للناس ان الہام ان القرآن  
صناع منہ شئ کہ دیکھنے والے کو خیال ہوتا ہے کہ قرآن میں سے کچھ مناع ہو گیا،  
تو پھر کیونکر آپ اس کا دعویٰ کر سکتے ہیں کہ وہ منسوخ التلاوة ہیں حالانکہ منسوخ التلاوة  
کا ابطال پہلے بھی بخوبی ہو چکا ہے۔

اس تحریر نے واضح طور پر بتا دیا کہ اہل سنت نہ قرآن کے قائل ہیں نہ حدیث کے  
کیونکہ اگر قرآن پر پورا ایمان لاتے ہیں تو پھر صحاح ستہ سے دست برداری لازم  
آتی ہے جس میں نہ ایک روایت بلکہ ہزار ہا روایتیں اس کی بھری ہوئی ہیں  
کہ قرآن میں کمی زیادتی سب ہوئی۔

اور اگر احادیث پر ایمان لاتے ہیں تو قرآن سے دست برداری لازم آتی ہے  
کیونکہ قرآن ناقص۔ محرف قرار پاتا ہے کیونکہ خود اڈیٹر صاحب لکھ چکے ہیں جس  
بات سے طبیعت خوش ہوتی وہ ہے جو یہی حق نے اختیار کی ہے اور وہ یہ ہے کہ



تمام سورتوں کی ترتیب خدا کی طرف سے ہے سوائے برائت اور انفال کے یہ عقیدہ اہلسنت کا تھا۔

جسکے بعد تائی قرآن سے امان اور ٹھکانا لیا۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ نہ آپ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں نہ حدیث پر کیونکہ جمع بین النقیضین محال ہے۔

مگر یہ کہو سخت تعجب ہے کہ ڈاکٹر توفیق آفندی یا ڈیر البیان نے نسخ قرآن کی تین ہی قسم بیان کیوں لکھی حالانکہ ان کے علم تو چھ طرح کے نسخ کا قائل ہیں۔ پھر چھ کو تین کر دینا کونسا اضافہ ہے۔ ملاحظہ ہو حصول المامول نواب صدیق حسن خان امیر المومنین

الحدیث مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۹

الثامنة في نسخ التلاوة الخ یعنی نسخ میں، مسئلہ ہے۔ آٹھویں نسخ التلاوة۔ مگر حکم باقی یاد دو نسخ اور اسکی چھ قسمیں ہیں قسم اول حکم نسخ رسم خط باقی جیسے آیہ صیغہ نسخ ہے آیہ مواریث سے اور ایک سال کا عہد چار ہلینہ دس روز سے نسخ ہے۔ نسخ و ناسخ دونوں قرآن میں موجود ہے اسکے جواز پر اجماع ہے مگر بعض حنفیہ اور حالبہ عدم جواز کے قائل ہیں جو دلیل جمالت ہے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ حکم اور رسم خط دونوں نسخ اور ناسخ مع رسم الخط دونوں قرآن میں موجود جیسا کہ استقبال بیت المقدس اور صیام عاشوراکا دونوں نسخ ہیں اور قرآن میں اسکا وجود یہی نہیں مگر ناسخ دونوں کا قرآن میں موجود ہے یعنی حکم استقبال خانہ کعبہ اور روزہ رمضان کہ یہ دونوں ناسخ ہیں اور قرآن میں موجود ہیں۔

تیسری قسم یہ ہے کہ حکم نسخ تلاوت باقی۔ اور ناسخ کی تلاوت نسخ حکم باقی ہے جیسا آیہ فامسکوہن فی البیوت قرآن میں موجود ہے۔ مگر یہ حکم نسخ ہے آیہ الشیخ و الشیخہ اذانیا فار جوہا البیتہ کھلا من اللہ کہ یہ ناسخ ہے مگر قرآن میں نہیں ہے لہذا یہ حکم یعنی حکم رسم باقی ہے۔ اور صحیح میں ثابت ہے کہ یہ آیہ قرآنی تھا جسکی تلاوت کی جاتی

تھی جسکا لفظ نسخ ہو گیا اور حکم باقی ہے جو کتنی قسم حکم بھی نسخ لکھتا بھی نسخ کتابت ناسخ بھی نسخ۔ مگر حکم ناسخ باقی جیسا کہ صحیح بخاری میں عائشہ سے ہے کہ پہلے

زمانہ میں عشرِ رصغات نازل ہوا تھا جو خمس رصغات سے منسوخ ہوا یہ زمانہ رسول اللہ ﷺ تک پڑھا جاتا۔ کہا بیعتی نے کہ حکم عشرِ رصغات کا منسوخ الکتابۃ و احکم دولو ہے۔ اور خمس رصغات کا حکم باقی رہا اور رسم خط منسوخ ہو گیا۔ اس دلیل سے کہ جب صحابہ نے قرآن کو جمع کیا تو اس آیت کو نہیں لکھا حالانکہ حکم اسکا باقی تھا۔ ابن اسمعانی کہتے ہیں معنی تلاوت یہ ہے کہ حکم کی تلاوت ہوتی تھی نہ لفظ کی۔ یہی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں کو اسکی منسوختیت کا حال نہیں معلوم تھا وہ اسکی تلاوت کرتے تھے۔

پانچویں قسم وہ ہے کہ صرف لکھا اور اسکا منسوخ ہوا نہ حکم۔ مگر اسکا نسخ نہیں معلوم جیسا کہ صحیح میں ہے لوکان لابن آدم و احیاء یہ قرآن تھا پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ ابن عجلون کہتے ہیں کہ یہ آیت سورہ ص میں تھا۔ اسی طرح اصحاب بیرعونہ کے بارمین قالوا بلغوا موتنا قرآن میں نازل ہوا تھا جسکا لکھنا منسوخ ہو گیا۔

چھٹی قسم یہ ہے کہ نسخ منسوخ ہو گیا اور دونوں کے درمیان میں کوئی لفظ متبدل نہیں ہے جس طرح میرات بکلف و نصرت کہ منسوخ ہو گیا توارث بالاسلام اور ہجرت جو آیت میراث سے منسوخ ہوا۔ ابن اسمعانی کہتے ہیں کہ آخر والی دونوں قسمیں تکلف ہے جس میں نسخ نہیں متحقق ہے۔ پس نہ معلوم ڈاکٹر توفیق آفندی نے ان تین قسموں کو کیوں چھوڑ دیا جو تین ہی قسم کے قائل ہوئے اور اسکو رد کیا۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ساتویں قسم ہے جسکو نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی نہیں لکھا۔ حالانکہ وہ ایسی قسم ہے کہ اسکا درجہ سب سے بالا اور نہایت ارفع و اعلیٰ ہے چنانچہ شرح اصول ہرودی میں ہے ۵۷۱ جلد ۲ مطبوعہ مصر

وقال الحسن رحمه الله ان النبي صلى الله عليه وآله قرأنا ثم نسيه فلم يكن مثيلاً ولا مرقاً من منسئ لما رضى الله تعالى عن قلبه خلت  
 يفتح المصنفين نے کہ حضرت کو ایک قرآن دیا گیا تھا جسکو آنحضرت قبول کئے۔ کچھ اوس میں سے نہیں باقی رہا کیونکہ خدا نے اسکو آپ کے دل سے اٹھا لیا۔

تو اب حضرات اہلسنت عموماً اور اڈیٹر انجمن خصوصاً بتائیں کہ قرآن پر اونکا کس درجہ ایمان

کیونکہ جب قرآن خود حضرت کے قلب اقدس سے محو ہو گیا تو یہ قرآن کس راہ - کیونکہ اس روایت میں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ پھر خدا نے کوئی قرآن اس کے بعد نازل کیا ہو۔

بنائے مذہب اہلسنت پر تحریف قرآن | اب اس پر ترقی ملاحظہ ہو کہ بنا مذہب اہلسنت

قرآن محرف پر ہے چنانچہ شیخ اصول ہر وی میں ہے اما المنقول مثل قراءة عبد الله بن مسعود في كاهنة اليميين فخصيا مثلثة ايام متتابعات وقد كافت هذه قراءة مشهورة الى زمن ابى حنيفة و لكن لم يوجد فيها النقل المتواتر الذي يثبت بمثله القهران - ومثل قراءة ابن عباس رة فاضل فعدة من ايام اخر ومثل قراءة سعد بن ابى وقاص رة ولم اخ او اخت لام فلكل واحد منهما السدس و كرواية عمر بن الخطاب والشيخ والشيخة الى اخره فتولاهن بسواك اعظم اخترعوا ما رواه من انفسهم ص ۱۰۱ جلد ثالث

یعنی منقول سے ثابت ہے کہ قراءۃ عبد اللہ بن مسعود کفارہ یمن میں فخصیا مثلثة ايام متتابعات (متتابعات اس قرآن میں نہیں ہے) کہ تین روزے درپے روزہ رکھنا چاہیے۔ یہ قراءت زمانہ ابو حنیفہ تک مشہور تھی۔ مگر اس میں وہ تواتر نہیں پایا گیا جس سے قرآن ثابت ہو۔ اور مثل قراءۃ ابن عباس کہ فاضل فعدة من ايام اخر پڑھتے تھے۔ اور مثل قراءت سعد بن ابی وقاص کہ ولم اخ او اخت لام فلکل واحد منها السدس پڑھتے تھے۔ اور مثل روایت عمر کہ الشیخ والشیخة پڑھتے تھے۔ پھر ان لوگوں کی نسبت کبھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ اپنے دل سے انحراف کیا تھا۔

اب حضرات اہلسنت غور فرمائیں کہ ثلثة ايام متتابعات کی تلاوت زمانہ ابو حنیفہ تک مشہور تھی اور اس قراءۃ مشہورہ پر ان کے مذہب کی بنا ہے کہ وہ تین روزے درپے روزہ رکھنے کو کہتے ہیں۔ پس اگر وہ اس تحریف کو مستند نہ سمجھتے تو قرآن کو چھوڑ کر کیوں اس پر عمل کرتے۔

ابو حنیفہ کی وفات سنہ ۱۱۰ھ میں ہوئی اور وقت تک یہ تحریف ایسی مشہور تھی کہ قرآن موجود کو اس کے مقابلہ میں محرف مانتے تھے اور جاتے تھے کہ اصل کو نہیں پکڑ

ثَلَاثًا يَأْتِيهِمْ تَبْعًا ابْنُ زُلْ هُوَ ابْنُ كَيْسَانَ تَخْضَعُ بِرَبِّهِ طُورٍ بِسَمْعٍ سَكَنَ بَيْتِهِ كَرِيمٌ  
اس قرآن کو وہ صحیح اور خالی از تحریف سمجھتے تو اسکو چھوڑ کر تحریفی ہمدست پر ہرگز  
عمل نہ کرتے۔

افسوس کہ خیال اختصار مانع ہے ورنہ صد ہا ایسے مسائل دکھائے جاتے جنہیں  
ان لوگوں نے قرآن موجود کے خلاف اون روایتوں پر عمل کیا ہے جنہیں ذکر تحریف پر  
کہ پہلے اس طرح نازل ہوا تھا اور اب اسی طرح ہے چنانچہ قراءۃ ابن عباس۔ و بعد  
بن ابی وقاص کو آپ نے اس عبارت شیخ اصول بزودی میں ملاحظہ فرمایا۔  
چونکہ اس زمانہ میں مناظرہ صرف دو فرقوں سے ہوتا ہے ایک اہلسنت سے جو حنفی کہلاتے  
ہیں دوسرے وہابیوں سے جو اجدید کہلاتے ہیں لہذا ایک عبارت علماء اجدید  
کی بھی یہاں پیش کی جاتی ہے علامہ ابن القیم غاثۃ اللہ جان میں فرماتے ہیں وقد

تسیرا فریق اور اس زمانہ میں پیدا ہوا ہے جو مرنا کی کہلاتا ہے یہ وہ ان مرزا غلام احمد قادیانی  
جنکو یہ لوگ بتی۔ رسول مانتے ہیں لہذا اولکاحی استدلال تحریفی روایتوں سے قابل ملاحظہ  
ہے اڈیٹر اخبار بدر قادیانی بحوالہ مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اجدید لکھتے ہیں ”صحیحین  
سے ثابت ہے کہ آنحضرتؐ اس آیت کے لئے بشارت دیکھے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں  
کی طرح محدث پیدا ہونگے اور محدث بفتح وال وہ لوگ ہیں جن سے مکالمات و مخاطبات  
الہیہ ہوتے ہیں اور ابن عباسؓ کی قراءت میں آیا ہے وما ارسلنا من قبلك من  
رسول ولا نبی ولا محدث الا اذا متنی الفی الشیطان فی امینہ فیسخم اللہ  
ما یلفی الشیطان فوہو کوا اللہ آیاتہ پس اس آیت کی رو سے جسکو بخاری نے بھی لکھا  
ہے محدث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے“ ملاحظہ ہو ضمیمہ اخبار بدر فروری ۱۹۱۰ء  
اس عبارت سے بدیہی طور پر معلوم ہوا کہ تحریف قرآن سے استدلال کیا گیا ہے  
کہ اصل میں آیہ اس طرح سے تھا حالانکہ قرآن موجود دین یہ الفاظ نہیں ہیں ملاحظہ ہو  
سورہ حج ع ۱۴ وما ارسلنا من رسول الا اذا متنی

(اڈیٹر)

احق ابن عباس علی تحریر جمع الثلاث بقوله تعریا ایئھا النبی اذا طلقتم النساء  
ظلقوهن فی قبل عدتھن کما تقدم وهذا حق فان اولیة اذا دلت علی  
منع اسداد الطلاق فی طہرا و فی اطہار قبل رجعة او عقد کما تقدم  
لانہ یكون مطلقا فی غیر قبل العدة فلان تدل علی تحریر الجمع اولی واجز  
صلی المطبوع مصر

یعنی ابن عباس نے تین طلاق کے یکدم فروغ کا حرام ہونا ثابت کیا ہے کہ اگر یہ آیت اذا طلقتم النساء  
ظلقوهن فی قبل عدتھن سے جیسا کہ گذرا اور یہی حق ہے کیونکہ آیت مذکورہ نے جب  
ارداف طلاق کو منع کیا ایک طہر میں یا کئی طہر میں قبل رجوع یا عقد جیسا کہ مذکور ہوا کیونکہ  
اس سے وہ طلاق دینے والا ہوگا غیر قبل عدہ میں۔ تو جمع کے حرام ہونے پر اسکی دلالت  
زیادہ اولی ہوگی۔

دیکھیے یہ آیت قرآن موجود میں اسطرح پر ہے یا ایئھا النبی اذا طلقتم النساء ظلقوهن  
بعد تین سورہ طلاق پارہ ۲۹ مکرر اصل میں تھا فی قبل عدتھن چنانچہ ترجمہ بھی اسی  
طرح کیا گیا ہے ملاحظہ ہو فتح المحمد ص ۱۶۱ جب تم عورت کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے  
شروع میں طلاق دو۔ اور اس کے ماثر شیعہ پر ابن عمر سے روایت کرتے ہیں ”اور یہ آیت  
پڑھی اذا طلقتم النساء ظلقوهن فی قبل عدتھن۔“

ابن عباس نے اس آیت سے عمر صاحب کے اس ایجاب کو باطل کیا کہ وہ ایک ہی دفعہ تین طلاق  
دینے کو طلاق بائن قرار دیتے تھے مگر باری بحث ابن عباس کے قول سے نہیں ہے کہ  
صحابہ عام طور سے قرآن کے قائل تھے بلکہ ہمارا استدلال اولاً ابن القیم کے اس قول  
سے ہے کہ فی قبل عدتھن کو وہ قول خدا فرماتے ہیں حالانکہ قرآن میں بعد تین ہے  
ثانیاً وہ کہتے ہیں وهذا حق کہ یہی حق ہے۔ جس سے بدیہی طور پر ظاہر ہوا کہ وہ فی  
قبل عدتھن کو حق کہہ رہے ہیں۔ تو بعد تین جو قرآن مروج میں ہے ضرور باطل ٹھہرے۔  
ابن القیم بھی لکھتے ہیں وان الله عز وجل قال یا ایئھا النبی اذا طلقتم النساء ظلقوهن  
فی قبل عدتھن وهذا حدیث صحیح ۱۷

یعنی اس آیت کا اس طرح سے ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ تو پھر بتائے کہ اس سے بڑھ کر کیا دلیل  
اسکی ہو سکتی ہے کہ ہمارا مذہب اہلسنت تحریف قرآن پر ہے کہ مقلد و غیر مقلد سب ہی تحریفی  
آیتوں سے استدلال کرتے ہیں۔  
ابن قیمیہ نے تو اور بھی کمال کیا کہ مقابلہ انصاری بھی وہ ان عرف آیتوں سے استدلال  
کرتے ہیں لکھتے ہیں ولہذا یقیناً سبحانہ و تعریفہ التوراة والقرآن فی مثل قولہ  
فلما جاءهم انحق من عندنا قالوا لولا اوتی مثل ما اوتی اولو کیف و اما اوتی  
موسیٰ من قبل قالوا سبحان تظاہر یعنی التوراة والا انجیل و فی القراءۃ الاخر  
قالوا ساحران اسی موسیٰ و محمد مصطفیٰ انجواب الصعیم بدل دین السم  
دیکھیے قرآن مروج بن سحران تظاہر ہے حالانکہ اصل میں ساحران تھا جس کے  
مطلب یہی ہیں کہ جامعین قرآن نے ساحران کو سحران لکھا یا مگر ابن قیمیہ کو اس کے  
پیش کرنے میں ذرہ برابر بھی تامل نہ ہوا۔ تو اب اہلسنت غور کریں کہ تحریف قرآن کا فائل

کون نکلا۔  
البتہ کہ آئے اچھی طرح دیکھ لیا صد مسائل میں اس قرآن مروج سے اسی بنیاد پر مخالفت  
کی گئی ہے کہ اصل میں اس طرح تھا۔ اس سے بڑھ کر کئے اعتقاد تحریف کی کیا دلیل ہو سکتی  
ہے کہ خود اپنے مذہبی تحقیقات میں اس پر وار و مدار رکھا گیا بلکہ خود انصاری کے مقابلہ  
میں ہی وہ روایتیں پیش کی گئیں۔ تو پھر کون شخص کہہ سکتا ہے کہ طوائف اہلسنت تحریف  
کے قائل نہیں ہیں۔

ہاں چونکہ پہلے جامعین قرآن کی بنیادیں برابر روایت اہلسنت ہم دکھا چکے ہیں کہ  
اونہوں نے عمداً اسی کاروائیاں کی ہیں لہذا ضرور ہوا کہ یہاں بھی بتا دیا جائے کہ برابر  
روایات مذکورہ اس قسم کی تحریف کیوں کی گئی حالانکہ شیعہ تمام رسول اللہ نے فی قبلہ  
عدمتن بتایا ہے اور خود ابن عمر اسی طرح پڑھا کرتے تھے کہ وہ دونوں نے خلافت قاعدہ  
اپنی زورم کوایا جنس بن طلاق دیا تھا جسے حضرت اون کی تنبیہ و تادیب کی اور فرمایا کہ  
اس طرح طلاق دینا جائے چنانچہ جب قرعے کو لوگوں نے کہا ہے کہ آپ اپنے صاحبزادہ کو خلیفہ

اگر چاہے تو عمر صادق بنی جواب دیا کہ جو شخص طلاق دینے نہ چاہے وہ کیونکر ظیفہ ہو سکتا ہے۔  
پس بائینہدہ ایسی تحریف کیوں کی گئی یہ غور طلب ہو جسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ عمر صاحب نے  
چونکہ اس شریعت خدا و رسول کو کہ تین طلاق تین دفعہ ہونا چاہیئے بدل دیا تھا اور عام علم  
دیدیا تھا کہ جو شخص ایک ہی دفعہ تین طلاق دیدے تو وہ طلاق بائن ہو جائیگا۔ (مسئلہ جامعین  
قرآن نے یہ تحریف کی کہ فی قبل عدتین کو اور اگر بعدتین کر دیا تاکہ ظیفہ دوم کی  
اس ایجاد کو رواج ہو سکے۔

کیونکہ پہلے عبارت ابن القیم میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت ابن عباس اس آیہ فی قبل  
عدتین سے ایجاد کو باطل کرتے تھے کہ یہی آیہ اسکی دلیل ہو کہ جمع ناجائز ہے تو اس طرح کی  
تحریف ضرور اسی غرض سے کہ ایجاد عمری کا بطلان صریح قرآن سے ہو سکے۔ اسی لئے یہ  
تحریف کی گئی۔

مسئلہ طلاق ثلاث السننہ کیلئے ایک عذاب آیم ہے جس سے کسی طرح نجات نہیں پاسکتے کیونکہ  
قرآن میں خداوند عالم نے نہایت تصریح سے اسکے احکام فرمائے ہیں کہ طلاق تین دفعہ علیحدہ  
علیحدہ ہونا چاہیئے تیسرے طلاق کے بعد جب تک وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کرے  
پہلے شوہر پر طلال نہیں ہو سکتی۔ اس حکم خدا و رسول کو بدل کر عمر نے یہ حکم دیا کہ اگر ایک ہی دفعہ  
تین طلاق دیدے تو یہی وہی حکم جاری ہوگا کہ بغیر دوسرے شوہر سے نکاح نہ ہوئے پہلے  
شوہر پر طلال نہیں ہو سکتی۔

اسی کی نسبت شاہ ولی اللہ صاحب ازالہ الحقائق لکھتے ہیں مسلم عن طاؤس عن  
ابن عباس کان علی عہد رسول اللہ وابی بکر وستین من خلافتہ عمر طلاق الثلاث  
واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس استعملوا فی امرکانت لہو فیہ اناہ فلو  
امضیناہ علیہ وقلت فی ہذا الحدیث انکال قوی لان النسخ لا یتصور بعد وفاء  
الزوج وانقطاع الوسی متلما مقصدہ

یعنی صحیح مسلم میں ابن عباس سے روایت ہے کہ عہد رسول اللہ و ابوبکر میں اور دوسرے  
تک عہد خلافت عمر میں تین مرتبہ کا طلاق ایک ہی شمار ہوتا تھا۔ عمر بن الخطاب نے کہا کہ

لوگوں نے جلدی کیا اوس امر میں چھین او کو آسانی تھی۔ تو اب ہم امضا کر دیتے ہیں (یعنی اس ایک طلاق کو تین طلاق کر دیتے ہیں) شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں شک کا قوی ہے کیونکہ نسخ بعد وفات رسول والنقلع وحی نامکن ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب نے ابو یوسف سے تین تاویس اس میں نقل کیا ہیں جس سے یہ کو بیان چنداں یث نہیں کیونکہ یہ تو یہی طور پر معلوم ہوا کہ عمر نے اوس حکم خدا و رسول کو منسوخ کر دیا جو عہد ابوبکر میں بھی جاری تھا اور خود ان کی خلافت کے ابتدائی دو برس میں بھی جاری تھا جس سے بخوبی معلوم ہوا کہ شریعت رسول پر او کو کیسا قبضہ تھا۔

شاہ ولی اللہ صاحب نے بہت سی تاویس کی ہیں اور حق تک خوب سادہ کیا کہ کیا بات بنانے سے کوئی واقعہ ثابت کیا ہے۔ یا تاویل سے کافر یمن ہو سکتا ہے۔ لا والله

بداست عمری | دیکھیے ابن القیم نے کس طرح ان سب پر خاک ڈالا ہے کہ اوسی افاتہ اللہ فان من فرماتے ہیں فان قبل کان اسهل من ذلك ان يجمع الناس من ايقاع الثلاث وعمره عليهم ويقاقب بانضوب والتاديب من فعله لثلاث بضع المحدثور الذي يدرق عليه قبل نفعو لعمر الله كان يمكنه ذلك ولذلك ندام عليه في اخر ايامه وود انه كان فعله قال الحافظ ابو بكر الاسمعيلى فى مسند عمر اخبرنا ابو يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا محمد بن يزيد بن ابى مالك عن ابيه قال قال عمر بن الخطاب ما ندمت على شئ ندامتى على ثلاث ان لا اكون حرمت الطلاق وعلى ان لا اكون اكلت الموالى وعلى ان لا اكون قتلت النواجم صلوات

یعنی اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ عمر نے یہ بات آسان مٹی کہ تین طلاق دینے پر لوگوں کی تادیب کرتے اور سزا دیتے تین مرتبہ کے طلاق دینے کو حرام کر دیتے۔ کہ یہ خبر ابی نہ ہوتی جو ہو رہی ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ بیشک ایسا کر سکتے تھے اسوجہ سے آخر عمر میں اس پر نادم ہوئے اور دوست رکھتے تھے کہ ایسا ہی کرتے چنانچہ حافظ اسمعیلی نے روایت کی ہے کہ عمر کہتے تھے ہم کبھی کسی بات پر نادم نہیں نادم ہوئے جتنا ان تین باتوں پر نادم ہوئے کاش ہم طلاق کو



محرم: کئے ہوئے۔ اور مولیٰ کا علاج نہ کئے ہوئے اور نواجح یعنی نوہ کرنے والی عورتوں کو نہ قتل کئے ہوئے۔

گر یہ بھی عجبات ہے کہ جسطرح تین ناجائز خلیفہ بنے یا تین طریقہ خلافت ایجاد کیا۔ اجماع شوریٰ استخلاف خلیفہ اسی طرح انکو نہایت بھی ہوتی ہے تو تین ہی بات سے اور جہالت بھی ہوتی ہے تو تین ہی بات سے جیسا کہ مولوی شبلی صاحب انفاروق میں لکھتے ہیں ۱۲ اور فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ اگر تین چیزوں کی حقیقت بنا جاتے تو جھک کر دینا اور ایسا سے زیادہ عزیز ہوتی۔ خلافت۔ کلالہ۔ راجپانچ ان تمام واقعات کو محدث عماد الدین بن کثیر سے صحیح حدیثوں کے حوالہ سے اپنی تفسیر قرآن میں نقل کیا ہے ص ۲۳ حصہ دوم

گزشتہ دہک خلافت کو چھوڑا نہ اپنی دست اندازی کو شریعت رسول میں بلکہ ہر طرح اس کو خراب کرتے رہے جس سے آج تک جتنی زنا کاریاں اسوجہ سے ہو رہی ہیں وہ سب ان کے نامہ اعمال میں درج ہو گئی۔ کیا خوب کہا ہے شاعر نے ۵

بدر کردن شمر ہم زبدر کردن اداست خون شہد استام برگردن اداست  
اگر اس سے آپ کو کچھ شبہ پیدا ہو کہ کیوں کر ان صحابہ جامعین قرآن نے عمر کی خاطر سے ایسی تحریف قرآن میں کی ہو تو اسی افاتہ اللہ فان بن ملاحظہ فرمائے علامہ ابن القیم لکھتے ہیں اللہ ہنا طاقتان طاقتہ اعتذرت عن ہذا الاحادیث لاجل عمر ومن وافقہ و طاقتہ اعتذرت عن عمر ولم یزد الاحادیث ص ۱۸

یعنی یہاں علماء میں دو فرقہ ہو گیا ہے ایک تو وہ جو عمر کی خاطر سے ان حدیثوں کے قبول کرنے میں عذر کرنا۔ دوسرا وہ جو عمر کی طرف سے معذرت کر۔ اور حدیثوں سے انکار نہیں کرتا۔

پس جب عمر کی خاطر سے صحابہ ہذا صحیح حدیثیں رد کر دی جاتی ہیں تو قرآن میں ایسی سی تحریف کرونا کون مشکل کام تھا کہ فی قبل عدتہن کی جگہ لعدتہن لکھ دیا۔

اس تحریر سے آپ کو اور بھی اچھی طرح معلوم ہو گا کہ عثمان نے جو ابن مسعود وغیرہ اکابر صحابہ کو کتابت قرآن سے معزول کر دیا تھا اور اسے عوص بنی امیہ کے لونڈوں سے قرآن

لکھو یا اسکی کیا غرض تھی؟ یہی کہ ایسا تصرف کیا جا کہ قرآن واضح طور پر مخالف احکام خلافت و قراپاؤ پر ہی تو  
وجہ تھی کہ جب جناب میرے شیخین کے اقبال کی شرط پیش کی گئی تو حضرت نے صاف اظہار کیا کہ میرے شیخین  
میں تو یہ سب باتیں داخل تھیں کہ قرآن میں بھی تحریف کی جائے۔

اس تقریر سے آپ کو ہماری لالیق محض طلب کا کلام بھی بخوبی سمجھ میں آگیا ہو گا جو اوہوں نے اپنے اخبار کے  
ضمیمہ منظرہ اخبار حق صفحہ ۷ مورخہ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ میں لکھا تھا "خود حضرت فاروق کا یہ قول بھی  
تصحیح میں مشغول رہنا اور جہاں کہیں ذرا سا بھی شبہ ہوا اس میں صحابہ سے منظرہ لکھا اور جہاں ایسی نظر تھی  
کے بعد ثابت ہوئی اسکو درج مصحف کرنا اور سنت تراویح کا رواج عام دینا۔"

کیونکہ اگر یہ قرآن وہی قرآن تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُجھوایا تو اسکی تصحیح میں بیرون مشغول  
رہنا کیسا؟ نظر تحقیق کے بعد کسی امر کا ثابت ہونا کیسا۔ رسول پر بذریعہ جبریل خدائے نازل کیا حضرت نے صحابہ  
کبار سے اسکو لکھوایا۔ پھر اس میں غلطی کیسے ہو سکتی جو میں عرض صاحب کو یہ ستر مرقی کرنی پڑی جس سے ہر مائل  
سمجھ سکتا ہے کہ مراد اس سے وہی تحریف ہے جس کا نام تصحیح رکھا گیا ہے کہ اسطرح کی قرآن کیجا تھی کہ الفاظ قرآنی بھی  
زیادہ نہ بدلین اور معنی حسب خواہ اپنے حاصل ہو۔ چنانچہ اپنے دیکھ لیا کہ فی قبل حدیث میں کس طرح  
کی تحریف کی گئی کہ درحرف نکال دیا جس سے تحریف بھی نہیں زیادہ ہوئی اور مطلب حاصل ہو گیا۔

دوسری مثال آیہ متع کی ہے کہ خدا استمتع بہ منہن۔ الی اجل مسمیٰ فانہن اجورھن سے لفظ اجل مسمیٰ  
کو نکال دیا جس سے وہ صراحت جاتی رہی جو پہلے تھی کہ یہ آیہ خاص حکم متع کے متعلق تھا اب عام معنی میں ہو گیا۔  
بلکہ اب تو علمائے اہلسنت اسی آیہ سے حرم متع ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ اس آیہ کا نام ہی آیہ متع تھا۔

تفسیر رشوارسطوی میں ہوا خج عبد بن حمید وابن جریر نے کہا کہ انہادی فی الحما والحا کو صحیحہ مرطلقہ عن  
ابن عمر قال قرأت علی بن عباس خدا استمتع بہ منہن فانہن اجورھن فروضہ قال ابن عباس قال  
استمتع بہ منہن الی اجل مسمیٰ فقلت مانقرہا کذا قال ابن عباس واللہ لا نزلہ اللہ کذا  
واخرج عبد بن حمید وابن جریر عن قتادہ قال فقرأۃ الی بن کعب فما استمتع بہ منہن الی اجل مسمیٰ  
واخرج عبد الرزاق عن عطاء بن یسع عن ابن عباس یقرعھا فما استمتع بہ منہن الی اجل مسمیٰ اخرج  
عبد الرزاق عن عطاء بن یسع عن ابن عباس یقرعھا فما استمتع بہ منہن الی اجل مسمیٰ فانہن اجورھن  
وقال ابن عباس فی حروف الی الی اجل مسمیٰ ۱۳۰ جلد مطبوعہ مصر



ابا ہست خود کرین کہ عمر صاحب کس طرح زنا کو رائج کیا کہ ایک طرف تو تین طلاق کو جو یک دفعہ ہو طلاق بائن کر دیا کیغیر دوسرے شوہر کے حلال نہیں ہو سکتی۔ حالانکہ جو شخص اوس سے نکاح کرتا ہے وہ خود زانی ہی کیونکہ طلاق بائن نہیں ہوا بلکہ یہ طلاق رجعی ہے کہ شوہر اول کو حق رجعی ہے۔ دوسری طرف متعہ کو حرام کیا کہ جسقدر زنا زیادہ ہو بہتر ہے کیونکہ وہ حدیث رسولؐ میں چلے گئے دشمن علیؑ نہ ہوگا کہ حرامزادہ با حبیثی۔ اسی لئے عمرؓ نے زنا کی زیادتی کا سامان کیا کہ جسقدر حرامزادے زیادہ ہونے اور سیقدر دشمن جناب امیرؓ زیادہ ہونے۔

افسوس کہ ہم اپنے مقصد سے کچھ دوپٹے چلے گئے ورنہ دکھانا صرف اسقدر مقصود تھا کہ جو جو مرفعین قرآن میں کی گئیں اون سے خاص خاص غرضیں متعلق ہیں اور جامعین قرآن محض یہ خواہی خلفا اس قسم کی عریف کی کہ ایک طرف فی قبل عدتہن کی عوض تہہ بنایا کہ خلیفہ دوم حکم رائج ہو۔ دوسری طرف الی اجل مسہلی اور ڈرایا کہ جو از متعہ کا نص صریح مشکوک ہو جائے۔

جب ان جزئیات میں یہ کارروایاں کی گئیں تو آپؐ خود قیاس کر سکتے ہیں کہ جن آیات میں ذکر امامت و خلافت جناب امیرؓ المومنین تھا اونکی کیا گت بنائی گئی ہوگی۔ کیونکہ آیہ و اندر عشیرتک الا قریبین کے بعد تو بروایت بخاری درہطاک المخلصین بھی بخیر قرآن موجود ہے نکال دیا گیا ملاحظہ صحیح بخاری صفحہ ۱۳ جلد ۳

عن ابن عباس قال لما نزلت واند رعشیرتک ودرہطاک منهم المخلصین خرج رسول اللہ حق صعدا لصفاء۔

جس سے معلوم ہوا کہ اصل اس آیت کی اسطرح تھی واند رعشیرتک الا قریبین ودرہطاک منهم المخلصین جسیر حافظ ابن حجر عسقلانی نے اقتحار بھی کیا ہے کہ نووسی کا یہ قول غلط ہے جو اوپر نے کہا کہ بخاری نے اسکو نہیں لکھا۔ حالانکہ یہ آیت تفسیر سورہ تبت میں موجود ہے۔

تو یہ کہ ممکن تھا کہ آیہ یا ایہا الرسولؐ بلغ ما یرسلک من ربک اعلیٰ اموالہم و اللہ بینہم کو اپنی حالت اصلی پر باقی رہنے دیتے جسکی مخالفت و معاندت پر ابتدا ہی سے باخود ہا میں معاہدہ ہو چکا تھا،

لاحظہ ہو تفسیر علامہ سیوطی ص ۲۹۸ جلد ۲

واخرج ابن مردويه عن ابن مسعود قال كنا نقرأ على عهد رسول الله ﷺ يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك ان علينا مولى المؤمنين وان لو تقفَل فما بلغت رسالته والله يصفك من الناس -

یعنی کہا ابن مسعود نے کہ ہلوگ عہد رسول اللہ میں اس آیت کو اس طرح پڑھتے تھے بلغ ما انزل اليك من ربك ان علينا مولى المؤمنين جس سے بصراحت تمام جناب امیر کا نام اور حضرت کی ولایت تمامی مومنین کیلئے قرآن میں مذکور تھا جسکی تلاوت عہد رسول اللہ تک جاری تھی۔ پھر اسکا کمالناجیہ تحریف اور کس بات پر محمول ہو سکتا ہے کیونکہ منسوخ التلاوة کیلئے یہ بھی مزدوری ہے کہ خود عہد حضرت میں اسکی تلاوت منسوخ ہو جائے۔ جس سے ظاہر ہوا کہ یہ آیت منسوخ التلاوة بھی نہ تھا تلاوت بھی اسکی باقی تھی مگر خلفائے عمدہ اذ قصد اسکو نکال ڈالا تاکہ حق خفی ہو جائے۔

یہ تقریر تمام تبریک روایات اہلسنت جس سے وہ کسی طرح مدول نہیں کر سکتے اور ہر شخص جو کچھ بھی فہم رکھتا ہو اس پر مجبور ہے کہ ان روایات سے یہی نتیجہ نکالے مگر اہلسنت کی فہم سب سے نرالی ہے کہ خود اون کی کتابوں میں تو اس قسم کی ہزاروں روایتیں بھی ہوں اور اہل حق پر الزام دین کہ وہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ حالانکہ ہم آئندہ جلد میں بتا دیں گے کہ شیعوں کی ایک روایت سے بھی وہ کسی طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ واللہ بالغ امرہ وسیبلغ الکتاب اجلہ

وهذا اخوالسلام في هذا المقام وميتلوه ما يشفي الاسقام

ويدفع الاهداهم والله الحمد وعلى محمد

واهل بيته الصلوة

والسلام





